شعب ابی طالب

سیرت طیبہ کے فراموش کردہ تین سال

کا پہلا تحقیقی تجزیہ

راجا رشید محمود

شعبِ ابی طالب

سیرت طیبہ کے فراموش کردہ تین سال
کا پہلا تحقیقی تجزیہ

راجا رشید محمود

شعبِ ابی طالب

تحریر: راجا رشید محمود

(ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور)

پروف خوانی: شہناز کوثر

کمپیوٹر کمپوزنگ: نعت کمپوزنگ سنٹر

ڈیزائننگ: مدنی گرافکس، لاہور

مطبع: نیو فائن پرنٹنگ پریس، لاہور

نگرانِ طباعت: راجا اختر محمود

اشاعتِ اوّل: ۱۶۔ مئی ۱۹۹۹

تعداد: ایک ہزار

قیمت: ۸۰ روپے

ناشر

اختر کتاب گھر

کمرہ نمبر ۵۔ فرسٹ فلور، حسن چیمبر۔ عقب مزار قطب الدین ایبک، نیو انارکلی لاہور

فون: 7230001-7463684

حضرت سعد بن مالک (ابی وقاص) رضی اللہ عنہٗ

کے نام

جن کی گُرسنگی نے

شعبِ ابی طالب والوں کا محاصرہ کیا

منددرجات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سببِ تالیف

حضور رحمتِ ہر عالم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ پر دنیا میں سب سے زیادہ لکھا گیا۔ بعض پہلوؤں سے حیاتِ پاک کے ایک ایک لمحے کی روداد منضبط ہو گئی لیکن مکّی زندگی میں دعوتِ اسلام کے تیرہ برسوں میں پورے تین سال نجانے کیوں فراموش کیے جاتے رہے۔ کُفّارِ قریش کی جانب سے مقاطعے کے اس طویل دورانیے کو "شعبِ ابی طالب میں بنو ہاشم کی محصوری" کہہ کر سیرت نگاروں نے ایک آدھ پیرے یا ایک آدھ صفحے میں معاملہ سمیٹ دینا مناسب سمجھا۔

کہا گیا کہ حضور سرورِ کائنات علیہ السّلام و الصّلوٰۃ کے ساتھ آپ ﷺ کے اہلِ خاندان کو شہر سے باہر، ایک گھاٹی میں تین سال تک محصور رکھا گیا۔ کھانے پینے کی اشیا اُن تک نہیں پہنچنے دی جاتی تھیں۔ مکّہ مکرّمہ میں انھیں آنے نہیں دیا جاتا تھا۔ بچوں کی آہ و بُکا کی آوازیں سن کر کُفّارِ قریش خوش ہوتے تھے۔ محصورین کا درختوں کے پتّوں، جڑی بوٹیوں اور گھاس پھوس پر گزارا تھا۔ سعد بن ابی وقاصؓ کے حوالے سے 'بات کو بڑھا چڑھا کر' یوں بیان کیا جاتا رہا کہ محصورین چمڑا بھون بھون کر کھاتے رہے ---- وغیرہ، وغیرہ۔

ہشام بن عمرو اور حکیم بن حزام کی طرف سے صلۂ رحمی کی بنا پر غلّہ وغیرہ سے لدا ہوا ایک آدھ اونٹ ان تینوں برسوں میں 'شعبِ ابی طالب' میں پہنچتا نظر آیا۔ صرف حج کے دنوں میں یا حُرمت کے چار مہینوں میں گھاٹی سے باہر قدم نکالنا حضورِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے ممکن نظر آیا۔ اس دوران میں بھی کُفّارِ قریش ان کے پیچھے ہوتے تھے۔

آخر کار چند انصاف پسند کافروں نے اس ظلم و ستم کے خلاف آواز اٹھائی۔
ادھر حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی کہ بنو ہاشم کے خلاف متفقہ بائیکاٹ کا جو کاغذ کعبۃ اللہ میں لٹکایا گیا تھا' اسے دیمک نے کھالیا ہے۔ اس طرح یہ معاہدہ ختم ہوا اور مقاطعہ انجام کو پہنچا۔

ہم نے محسوس کیا کہ سیرت نگار حضرات نے حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی سیرتِ طیبہ کے ان تین برسوں کے بارے میں بے اعتنائی اور چشم پوشی کا رویّہ اختیار کیے رکھا ہے اور اس دورانیے کو محض جور و استبداد کی ناقابلِ برداشت داستان کہہ کر فراموش کیا جاتا رہا ہے' اس لیے بھی ضرورت تھی کہ تحقیق و تفحّص کی پگڈنڈی پر چلتے ہوئے اس سارے معاملے پر غائرانہ نگاہ ڈالی جائے۔ اہلِ سِیَر نے ان تین برسوں کے احوال یوں لکھے کہ پڑھنے والا چند سیکنڈوں سے زیادہ اس طرف توجّہ نہ دے سکے' اور شعبِ ابی طالب کے حوالے سے جو کہا جاتا ہے' اس پر اٹھنے والے سوالات تشنۂ جواب ہی رہیں۔

ڈاکٹر نثار احمد سے پہلے کسی خامہ بدست نے ان واقعات و حالات کا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ محض چند الفاظ بڑھائے گئے' یا ظلم کے تأثّر کو اور گہرا کرنے کے لیے ایسے فقروں کے اضافے پر انحصار کیا گیا جن کی ساخت میں مبالغے کا خام مواد استعمال کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر نثار احمد نے چند صفحات میں شعبِ ابی طالب کو شہر سے دور کوئی گھاٹی قرار دیے جانے کے اجتماعی رویّے کی تغلیط کی۔ یا پھر محمد سعید شبلی نے ۴۰ صفحات کا ایک رسالہ لکھا جس میں غیر متعلق مواد کی بھرمار ہے۔ صرف گنتی کے چار پانچ صفحات میں شعبِ ابی طالب کا ذکر ہے اور اس میں بھی ایک کتابچے کی ایک آدھ بات کی خطیبانہ انداز میں تردید کی گئی ہے۔

ان کے علاوہ اگر کسی کتابِ سیرت میں اس موضوع پر چند صفحات ملتے ہیں تو

ان میں روایات کا اجتماع تو ملتا ہے' تحقیقی اور تجزیاتی پہلو کی طرف سے پوری طرح آنکھیں بند رکھی گئی ہیں۔

ہم نے شعبِ ابی طالب والے مقاطعے کے ہر پہلو کو چھان پھٹک کی کسوٹی پر چڑھایا ہے۔ اس حوالے سے اٹھنے والے سوالات کا تجزیہ کیا ہے اور ان کے ممکنہ جوابات پر قلم اٹھانے کی جسارت کی ہے۔ بائیکاٹ کا فیصلہ کیوں کیا گیا؟ حضورِ اکرم ﷺ کی دشمنی نے بنو ہاشم + بنو مطلب کی مخاصمت کی شکل کیوں اختیار کی؟ مقاطعے کا عہد نامہ کیا تھا' کن کے خلاف تھا' اس فیصلے میں کون شریک تھے؟ "شعبِ ابی طالب" شہر سے دور کوئی الگ گھاٹی تھی یا مکّہ مکرمہ ہی کا محلّہ تھا؟ مقاطعہ تو معاشرتی اور معاشی تھا' اسے سیرت نگاروں نے قید' محصوری' نظربندی' پناہ گزینی کے نام کیوں دیئے؟ شعبِ ابی طالب سے باہر کے لوگ اور قبائل کون سے تھے' ان میں کتنے مسلمان تھے؟ ان مؤمنین نے حضورِ اکرم ﷺ سے بے توجّہی کا رویّہ کیوں اختیار کیا؟ حالتِ گرسنگی کی ہولناک تصویر کشی سیرت نگاروں کے مُوئے قلم کا شاہکار ہے یا اس کی کوئی اصل ہے؟ درختوں کے پتّے اور گھاس مکّہ کی "وادِ غیرِ ذی زرع" میں کتنی تھی کہ اس پر "محصورین" گزارا کرتے رہے؟ اس دوران میں ابو طالب' حمزہؓ' علیؓ' ابوبکرؓ' عمرؓ اور خدیجہؓ کا کردار کیا رہا؟ سرکارِ ابد قرار ﷺ کے شریکِ تجارت افراد کیا کرتے رہے؟ کیا اس عرصے میں دعوتِ اسلام کا فریضہ موقوف رہا؟ اشیاءِ ضرورت کی فراہمی کی صورتیں کیا تھیں؟ کیا تین سال کی اس مدّت کے دوران کفّارِ قریش کی امانتیں حضورِ پُرنور ﷺ ہی کی تحویل میں تھیں۔ ایسا تھا تو اس کی حفاظت کا کیا بندوبست رہا؟ مقاطعہ کیسے ختم ہوا' اس میں مقاطعہ کرنے والے قبائل کے مسلمانوں کا کوئی کردار تھا یا نہیں؟۔ سرکارِ والا تبار ﷺ کے مخالفین کا انجام کیا ہوا؟

یہ سب اور ان کے بطن سے پیدا ہونے والے مزید سوالات پر قلم اٹھانے میں اولیت کی توفیق ربِّ کریم جَلّ وَعلا نے احقر کو دی ہے۔ اس سے پہلے دنیا کی کسی زبان میں شعبِ ابی طالب کے تین فراموش کردہ برسوں کا تحقیقی انداز میں تجزیہ نہیں کیا گیا۔

قارئینِ محترم کو پہلی مرتبہ یہ معلوم ہو گا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بیان کردہ ایک واقعے کو ایک عرب سیرت نگار نے "شعبِ ابی طالب" کے عنوان تلے بیان کر کے کس طرح نقل در نقل کا غُرفہ کھولا اور یاروں نے اس کو کس کس انداز میں مبالغے کے شہپر لگا کر، تصنیف و تالیف کی پہنائیوں میں پتنگوں کی طرح اُڑایا۔

ہم نے مختلف ابواب میں واقعات کے تجزیاتی مطالعے کے ذریعے، بار بار یہ ثابت کیا ہے کہ شعبِ ابی طالب نہ شہر سے دور کوئی جگہ تھی، نہ وہاں بنو ہاشم قید یا محصور تھے، نہ ان کے بھوکوں مرنے کی باتیں حالات کے ترازو پر پوری اُترتی ہیں، نہ اس دوران میں تبلیغِ دین کی ذمّہ داری موقوف رہی۔

اللہ کریم ہمیں حضور حبیبِ ربِّ کریم (علیہ التحیۃ والتسلیم) کی سیرتِ پاک کے حوالے سے خامہ و قرطاس اور زبان و بیان کے محتاط استعمال کی توفیق بخشے اور ہم سرکارِ دوعالم ﷺ کے مقام سے کم بات کرنے کے شائبے کے نتیجے میں ہونے والے حبطِ اعمال کا اندازہ کر لیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بائیکاٹ کا فیصلہ کیوں کیا گیا

کافروں نے بنو ہاشم اور بنو مُطّلب کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ اسی حوالے سے شعبِ ابی طالب میں ان دو خاندانوں کی رہائش، محصوری، پناہ گزینی، نظر بندی یا قید کا ذکر کتبِ سِیَر میں ملتا ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ ان دو خاندانوں کے مقاطعے کا فیصلہ کس بنیاد پر کیا گیا۔ اس سلسلے میں احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب **القسطلانی** نے لکھا کہ "مسلمانوں میں حضور ﷺ کی عزت، حضرت عمرؓ کا قبولِ اسلام، حبشہ میں اصحابِ رسول ﷺ کی توقیر اور قبائل میں اسلام کی شہرت دیکھ کر قریش نے اس پر اتفاق کیا کہ نبی ﷺ کو قتل کر ڈالیں۔ یہ خبر ابو طالب کو پہنچی تو انھوں نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو جمع کیا اور رسول اللہ ﷺ کو اپنے شعب میں داخل کر لیا۔" (۱) مفہوم یہ نکلا کہ قتل کے ڈر سے چُھپ گئے اور چُھپا لیے گئے اور اسی خوف سے وہاں دو تین سال رہے۔

موسیٰ بن عقبہؒ ابنِ شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ دشمن قبائل نے رسول اللہ ﷺ کو علانیہ طور پر قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو ابو طالب نے بنو

ہاشم اور بنو مطلب کو ساتھ ملا کر آپ ﷺ کو شعبِ ابی طالب میں بلا لیا (۲)
مُراد یہ کہ قتل سے بچانے کے لیے حضورِ اکرم ﷺ کو شعب میں رکھا گیا تو
کافروں نے بائیکاٹ کا عہد نامہ لکھا۔

مولانا **اشرف علی تھانوی** کا بھی یہی خیال ہے کہ "آپ ﷺ
نے علی الاعلان دعوت شروع کی۔ بس کفار نے عداوت اور ایذا شروع کی لیکن ابو
طالب آپ ﷺ کی حمایت کرتے تھے۔ ایک بار کُفّار نے جمع ہو کر ابو طالب
سے کہا کہ یا تم محمد (ﷺ) کو ہمارے حوالے کردو، ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔
انھوں نے حوالے کرنا قبول نہ کیا۔ کفار نے آپ ﷺ کے قتل کا مُصمّم ارادہ کر
لیا۔ ابو طالب آپ ﷺ کو لے کر مع تمام بنی ہاشم و بنی مطلب کے، ایک
شعب یعنی گھاٹی میں، واسطے محافظت کے، جا رہے"۔ (۳) اِس عبارت سے ایک تو یہ
ظاہر ہوتا ہے کہ حضور ﷺ قتل سے ڈر کر چھپ گئے تھے۔ دوسری اہم بات
یہ ہے کہ مقاطعے کا معاہدہ تو بنی ہاشم کے خلاف ہوا تھا۔ مولانا **تھانوی** کی اِس تحریر
سے تو کفار کے بنی ہاشم کے خلاف ہونے کی کوئی وجہ ہی نہیں بنتی۔

مولانا **حفظ الرحمان سیوہاروی** نے اس واقعے کو اِسی رُخ سے
دیکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ قریش نے بنی ہاشم کو چیلنج کیا کہ وہ حضور ﷺ کو ان کے
سپرد کر دیں تاکہ وہ قتل کر دیے جائیں یا تمام قریش آج سے بنی ہاشم کا بائیکاٹ کرتے
ہیں۔ بنی ہاشم نے حضور ﷺ کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا، ــــــ
اور گھاٹی میں چلے گئے (۴) اس سے پہلے انھوں نے حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کی
دلیری کے واقعات بیان کیے ہیں اور لکھا ہے کہ "عمر بن الخطابؓ کے قبولِ اسلام کے

لیے بار ہا پیغمبر ﷺ نے خدا سے دعائیں کی تھیں اور بالآخر اس سچے پیغمبر
ﷺ کی دعا قبول ہوئی"۔۔۔ تو کیا ان دونوں جلیل القدر اور نڈر صحابہؓ کا قبولِ
اسلام بھی حضور ﷺ کا مُعاون نہ ہوا، اور جن کو حضور ﷺ نے اتنی
دعاؤں سے لیا، انھوں نے اسلام میں داخل ہوتے ہی حضور ﷺ کی اتنی بڑی
مصیبت پر چُپ سادھ لی، کیسے؟۔

مفتی **عنایت احمد کاکوروی** نے بائیکاٹ کے فیصلے کی وجہ بیان
کرتے ہوئے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے شعبِ ابی طالب میں رہنے کو کفار کے حضور
ﷺ کے قتل کے ارادے سے مُسلک کیا ہے (۵)۔

ان بیانات سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جب کفار نے حضور سرورِ کائنات علیہ
السّلام والصلوٰۃ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تو حضرت ابو طالبؓ بنو ہاشم اور
بنو مطلب کے ساتھ حفاظت کے خیال سے حضور ﷺ کو شعبِ ابی طالب میں
لے گئے۔ جب کفار نے یہ دیکھا کہ تو ان سے مقاطعے کا فیصلہ کر لیا۔

حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اشجع الناس ہیں۔ اُحُد اور حُنین کے
غزوات میں جب مسلمان فوج کے قدم اکھڑ گئے تھے، ہمارے آقا و مولا علیہ التحیۃ
والثناء ایک قدم پیچھے نہ ہٹے۔ حنین میں تو آپ ﷺ نے رجزیہ نعرہ بھی لگایا:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ
اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

(میں نبی ہوں اور میں جھوٹ نہیں بولتا۔ میں حضرت عبدالمطلبؓ کا بیٹا ہوں)

پوری حیاتِ طیّبہ میں کوئی ایک واقعہ بھی حضور ﷺ کی (نعوذ باللہ)

بزدلی کا" نہیں ملتا۔ پھر ڈر کر شعبِ ابی طالب میں چھپ جانا اور تین سال اسی خوف کے سائے میں گزار دینا سمجھ میں نہیں آتا۔

ابنِ ہشام کا خیال ہے کہ بعض صحابہؓ حبشہ میں امن کی زندگی گزار رہے تھے۔ حضرت عمرؓ اور حمزہؓ مسلمان ہو گئے' اسلام قبیلوں میں پھیلنے لگا' تو کفارِ قریش جمع ہوئے اور بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ **ابنِ ہشام** کا کہنا ہے کہ قریش کے معاہدے کے بعد بنو ہاشم حضور ﷺ کو لے کر شعبِ ابی طالب میں محصور ہوئے (۶)۔ یہی بات سیّد **ظفر حسن امروہوی** نے بھی لکھی ہے (۷) اگر یہ نظریہ درست ہوتا تو بائیکاٹ کا فیصلہ مسلمانوں کے خلاف ہونا چاہیے تھا۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب کا اس میں کیا قصور نکلتا ہے۔ مقاطعہ پورے دو خاندانوں کا کیوں کیا گیا؟۔

سید **ابو الاعلیٰ مودودی** (۸) اور **راجا محمد شریف** (۹) نے بھی اسی انداز میں ذکر کیا ہے جو کسی طرح درست نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں بائیکاٹ مسلمانوں کا ہونا تھا' بنو ہاشم اور بنو مطلب (پورے دو قبیلوں) کا نہیں جن میں کافر بھی شامل تھے۔

شواہدُ النّبوّت میں مقاطعے کے اس عہد نامے کی تیاری کا سبب حضرت ابو طالبؓ کی حمایت کو قرار دیا ہے۔ "جب قریشِ مکّہ حضرت ابو طالب کی حمایت کی وجہ سے حضور ﷺ سے بحث و تکرار میں لڑنے جھگڑنے میں عاجز آ گئے تو انھوں نے مل کر ایک عہد نامہ تحریر کیا"۔ (۱۰) اگر یہی اصل حقیقت ہوتی تو سارے بنی ہاشم + بنی مُطّلب کو دشمن بنانا کیا ضروری تھا۔ **غلام احمد پرویز** نے بھی اسی طرح کی مبہم بات کی ہے۔ "جب حضرت ابوطالب نے قریشِ مکہ کے سامنے حضور

ﷺ سے کہا' جانِ عَم! جاؤ' کوئی تمھاری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ تو قریشِ مکہ نے مجلسِ مشاورت میں بیٹھ کر ابو طالب کے جواب پر غور کیا۔ بالآخر فیصلہ کیا کہ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے خاندان کو محصور کر کے فاقوں مار دیا جائے"۔ (۱۱) حالانکہ جب تک بنو ہاشم حضور ﷺ کی حمایت کی بات نہ کرتے' ان کے خلاف اتنا بڑا فیصلہ ممکن نہ تھا۔

محمد باقر مجلسی اور ڈاکٹر **نصیر احمد ناصر** نے بنو ہاشم اور ابو طالبؓ کی حمایت کو "تفصیلاً" بیان نہیں کیا۔ **حیات القلوب** میں ہے کہ نجّاشی (شاہِ حبشہ) کے رویّے' حضرت حمزہؓ کے قبولِ اسلام' اسلام کے پھیلنے اور حضرت ابو طالبؓ کی حمایت کی وجہ سے حَسد و بُغض کی آگ نے کفّارِ مکّہ کو گھیر لیا اور سب نے اتفاق کیا کہ رسولِ پاک ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو سخت تکلیف دو۔ چنانچہ عہد نامہ تیار کیا گیا (۱۲)۔ مُلّا مجلسی نے ایک تو حضرت عمرؓ کا نام نہیں لیا' دوسرے بنو ہاشم اور ابو طالبؓ کی حمایت کو "تفصیلاً" بیان نہیں کیا۔

پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ میں ہے کہ "تحریکِ اسلام کے روح و رواں اور قائد چونکہ آپ ﷺ تھے' اس لیے قریش نے آپ ﷺ کی آواز کو دبانے اور خاندانِ بنی ہاشم کی حمایت سے محروم کرنے کے لیے ایک سفاکانہ منصوبہ بنایا" (۱۳)۔ مؤلّف نے "بنی ہاشم کی حمایت" کی توضیح نہیں کی۔

ڈاکٹر محمد **حمید اللہ** نے لکھا ہے کہ حبشہ کے مشن میں ناکامی کے بعد کُفّارِ مکّہ نے ابوطالب پر دباؤ بڑھانا شروع کیا کہ اپنے بھتیجے کا ساتھ چھوڑ دیں۔ وہ نہ مانے۔ تو "اب کفارِ مکہ نے مشاورت کی اور جنگ کا خطرہ مول لیے بغیر ایک حل

ڈھونڈ نکالا (بائیکاٹ)" (۱۴)۔ اگر محض اس وجہ سے یہ فیصلہ کیا گیا ہوتا تو یہ صرف حضورِ اکرم ﷺ یا زیادہ سے زیادہ حضرت ابوطالبؓ کے خلاف ہوتا' یا صحابہؓ بھی مقاطعے میں شامل ہوتے۔ بنو ہاشم کے غیر مسلموں کے ساتھ مقاطعہ کیوں ہوتا۔

خطباتِ بہاولپور میں ڈاکٹر صاحب نے اس قصے کا یوں ذکر کیا ہے:

"جب حبشہ بھیجی ہوئی مشرکینِ مکہ کی جماعت اپنے مقصد یعنی مسلمان مہاجرینِ حبشہ کو واپس مکہ لانے میں ناکام ہوئی تو وہ لوگ مقیمِ مکہ بقیّہ مسلمانوں کو زیادہ سختی سے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنانے لگے۔ اور باتوں کے علاوہ انھوں نے ایک قرارداد منظور کی کہ رسول ﷺ اور آپ کے خاندان کے دوسرے لوگوں سے نہ کوئی شخص شادی بیاہ کے تعلّقات رکھے ...." (۱۵) یہاں انھوں نے حضرت ابوطالبؓ کا ذکر بھی نہیں کیا اور گویا مقاطعے کے عہد نامے کو صرف مسلمانوں کے خلاف قرار دیتے ہوئے تأثُّر دیا ہے کہ حضور ﷺ کے خاندان کے سب لوگ ایمان لا چکے تھے۔ جو درست نہیں۔

جعفر سُبحانی نے بھی تمام زورِ بیان اس بات پر صَرف کر دیا ہے کہ مخالفت مسلمانوں کی تھی اور مسلمانوں ہی کے خلاف معاہدہ ہوا تھا۔ حتّٰی کہ انھوں نے معاہدے کی شقوں میں بھی بنو ہاشم کے بجائے لکھا ہے "مسلمانوں کے ساتھ ہر قسم کا لین دین ممنوع ہوگا"۔ (۱۶) ظاہر ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔

پیر **محمد کرم شاہ** لکھتے ہیں کہ کُفّار نے حضور ﷺ کے قتل کا مصمّم ارادہ کر لیا۔ حضرت ابو طالب نے بنو ہاشم کے تمام افراد کو جمع کیا اور حفاظت کا پُختہ وعدہ لیا اور' محصور ہو گئے۔ اس محصوری کے بعد سوشل بائیکاٹ کا پروگرام بنا

(۱۷) یعنی محصوری پہلے' بائیکاٹ بعد میں۔ کیا مطلب؟

مخدوم **محمد ہاشم سندھی** نے نئی بات نکالی ہے کہ کافروں نے انھیں گھاٹی میں قید کر دیا تھا۔ لکھتے ہیں: "قریش نے جب دیکھا کہ ان کا دین دن بدن (۱۸) سمٹتا اور محمد ﷺ کا دین یوما" فیوما" پھیلتا جا رہا ہے...... ادھر ابو طالب اور ان کی برادری بنو ہاشم اور بنو مُطّلب آنحضرت ﷺ کی نُصرت و مدافعت پر کمر بستہ ہیں تو قریش کا باہمی معاہدہ ہوا کہ بنو ہاشم اور بنو مطّلب کا مقاطعہ کیا جائے اور انھیں بیرونِ شہر ایک گھاٹی میں محصور کر دیا جائے" (۱۹) شعبِ ابی طالب کا "بیرونِ شہر" ہونا بھی درست نہیں' اور کفار کا حضور ﷺ کے خاندانوں کو محصور کرنا بھی غلط ہے۔

لیکن **ابو الکلام آزاد** نے تو اور بڑھ کر بات بنائی ہے۔ "اب یہ تدبیر سوچی گئی کہ رسول اللہ صلعم (ﷺ) اور آپ ﷺ کے خاندان کو محصور کر کے تباہ کیا جائے چنانچہ قریش کے تمام قبیلوں نے ایک معاہدہ مرتّب کیا" (۲۰)

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کی کتاب میں ہے۔ "**ابنِ اسحاق** لکھتے ہیں کہ ہر قبیلے نے اپنے میں سے ایمان لانے والے کو سخت ترین عذاب میں مبتلا کیا..... اللہ نے ابو طالب کے ذریعے حضور ﷺ کو محفوظ رکھا۔ ابو طالب نے قریش کو صحابہؓ پر مظالم ڈھاتے دیکھا تو انھوں نے بنو ہاشم اور بنو مُطّلب کو رسولؐ اللہ ﷺ کی حمایت اور حفاظت پر آمادہ کر لیا....." (۲۱) اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ صحابہؓ پر ظلم و ستم دیکھ کر حضور ﷺ نے اپنی جان بچانے کی کوشش کی اور دوسرے صحابۂ کرامؓ کو ظلم و ستم کا نشانہ بننے کے لیے چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ معاف

فرمائے' یہ حضور ﷺ پر اتہام ہے۔

ابنِ سعد نے یوں گول مول بات کی ہے کہ "قریش کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ جب بنی ہاشم (۲۲) نے رسول اللہ ﷺ کو قریش کے حوالے کرنے سے انکار کیا تو قریش نے باہم ایک عہد نامہ لکھا۔" (۲۳) **ابنِ سعد** نے بنی ہاشم کے انکار کا واقعہ بیان نہیں کیا۔

سیرت نگاروں کی محولہ بالا آرا سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کے پھیلنے' حبشہ میں مسلمانوں کی پذیرائی اور امن و سکون کے ساتھ سکونت اور جلیل القدر اور جری اشخاص کے ایمان لانے کی وجہ سے کفارِ قریش نے مقاطعہ کیا۔ کہیں یہ بھی کہا گیا کہ حضرت ابو طالبؓ کے حضور ﷺ کی سرپرستی اور محافظت پر اصرار نے انھیں اس اقدام پر انگیخت کیا۔ کہیں یہ کہا گیا کہ حضور ﷺ کی جان کو خطرہ تھا' اس لیے انھیں شعبِ ابی طالب میں چھپا لیا گیا۔

حالانکہ اگر صرف اسلام کو مقاطعے کی وجہ قرار دیا جائے تو مقاطعہ یا محصوری یا قید صرف مسلمانوں کی ہونی چاہیے تھی' اس کا رُخ بنو ہاشم اور بنو مطلب کی طرف کیوں ہوا۔ اگر حضور ﷺ جان کے خطرے سے تین سال اپنے خاندان کی حفاظت میں کہیں چھپے رہے تھے تو اس سے آپ ﷺ کی کیا تصویر پینٹ کرنا مطلوب ہے۔ حضرت عمر اور حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہما) کی جرأت اور بہادری تو ضرب المثل کہی جاتی ہے' تین سال تک اسے کیوں گھن لگا رہا۔ دوسری طرف' صحابہؓ کی جانثاری کی داستانیں تو قیامت تک لوگوں کو ایمان کی حرارت عطا کرتی رہیں گی۔ یہاں ان کی معاونت کی بات بھی سامنے نہیں آتی۔ بلکہ حضور ﷺ اور ان کے

خاندان کے "بھوکوں مرنے" کی حالت میں بھی کسی صحابیؓ کی معاشی مدد کی کوئی شکل دکھائی نہیں دیتی۔ اگر اسلام کی وجہ سے کفارِ قریش ایسے سخت فیصلے پر پہنچے تھے تو مخالفت کا رُخ مسلمانوں کی طرف ہونا چاہیے تھا' حضور ﷺ کے ان قبیلوں کی طرف کیوں ہوا جن میں زیادہ تر کافر تھے۔ اس قسم کے سوالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان محترم سیرت نگار حضرات نے جو کچھ لکھا ہے' اصل حقیقت صرف اتنی ہی نہیں ہے۔

اس معاملے میں جن سیرت نگاروں نے پوری بات لکھی ہے' ان میں **ابراہیم میر سیالکوٹی** (۲۴) **عبدالصمد رحمانی** (۲۵) **مصباح الدین شکیل** (۲۶) **صفی الرحمان مبارکپوری** (۲۷) **جعفر پُھلواروی** (۲۸) **نعیم صدیقی** (۲۹) اور ڈاکٹر **نثار احمد** (۳۰) شامل ہیں۔ البتہ شاہ **مصباح الدین شکیل** کا یہ کہنا کہ "بنی ہاشم' بنی مطّلب اور بنی عبدِ مناف تینوں گھرانے آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لیے متحد ہو گئے" (۳۱) یوں درست نہیں کہ بنی عبدِ مناف باقی دو گھرانوں کے ساتھ تیسرا گھرانا نہیں ہے بلکہ بنو عبدِ مناف جن چار خاندانوں پر مشتمل تھا' ان میں بنو ہاشم' بنو عبدِ شمس یا بنو اُمیّہ' بنو المطّلب اور بنو نوفل شامل تھے (۳۲) **جعفر شاہ پھلواری** نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اس طرح کفارِ قریش تحریکِ اسلام کی عالمگیریت پر ضرب لگاتے ہوئے اسے قبیلوی تحریک ثابت کرنا چاہتے تھے۔ نیز اگر سارے مسلمانوں سے مقاطعہ کرتے تو دشمنی کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا۔ لیکن دوسرے تفصیل نگار اہلِ سیَر کی طرح پھلواروی بھی یہی لکھتے ہیں: کہ حضرت ابو طالب نے یہ دیکھتے

ہوئے کہ کُفّار قریش مخالفتِ رسولؐ اللہ ﷺ میں آگے بڑھتے جاتے ہیں، اپنے قبیلے بنو ہاشم اور بنو المطّلب (یہ دونوں خاندان ایک دوسرے سے قریب تر بلکہ ایک دوسرے کے حلیف، دوست اور برادر تھے، اور بنو عبدِ مناف میں بنو ہاشم اور بنو عبد المطّلب دوسروں کی بہ نسبت زیادہ باہمی الفت و یگانگت رکھتے تھے) کے افراد کو جمع کیا(۴۴) اور ان میں قبائلی عصبیت ابھاری کہ حضورِ اکرمؐ میں یہ یہ خصوصیات ہیں۔ اور اتنی خصوصیات کی حامل ہستی ہم میں سے ہے۔ قریش کے دوسرے قبیلے ان کی مخاصمت و مخالفت میں اِس حد تک چلے گئے ہیں کہ انھیں قتل ہی کر دیں۔ کیا تم اپنے اس بطلِ جلیل کو قتل ہونے دو گے؟ اس پر پورا قبیلہ (یا دونوں قبیلے) یک زبان ہو کر حضورِ اکرم ﷺ کی حمایت اور حفاظت پر کمربستہ ہو گیا۔

اِس بات نے کفارِ قریش کو ان کے مقاطعے کی سُجھائی۔ اس مقاطعے کا شکار مسلمان اور کافر سبھی تھے۔ لیکن قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ دو یا تین سال کے عرصے میں مقاطعے کے شکار کسی ایک کافر نے بھی حضور ﷺ کے خلاف کوئی سازش نہیں کی کیونکہ انھیں کُفّارِ قریش کے حوالے کرنے سے وہ مقاطعے سے بچ سکتے تھے۔ یہ دوسری عجیب بات ہے کہ مقاطعے کے اس سارے عرصے میں بنو ہاشم اور بنو مُطّلب کا کوئی ایک آدمی بھی ایمان نہیں لایا۔

حواشی

۱۔ القسطلانی۔ **المواہبُ اللّدنیہ** جلد اول (اردو ترجمہ از محمد عبد الجبار خان آصفی نظامی)۔ محمد علی، کارخانہ اسلامی کتب کراچی۔ س ن۔ ص ۲۳۸

۲۔ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب۔ مختصر سیرت الرسول ﷺ۔ (اردو ترجمہ از حافظ محمد اسحاق) جامعہ العلوم الاثریہ، جہلم۔ طبع اول محرم ۱۴۱۱ھ / اگست ۱۹۹۰۔ ص ۱۸۳

۳۔ اشرف علی تھانوی۔ حبیبِ خدا ﷺ۔ المعروف نشر الطّیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ۔ مکتبہ عالیہ، لاہور۔ ۱۹۷۸۔ ص ۳۰، ۳۱

۴۔ حفظ الرحمان سیوہاروی۔ نور البصر فی سیرتِ خیر البشر ﷺ۔ نعمان پبلشنگ کمپنی گوجرانوالا۔ س ن۔ ص ۵۸

۵۔ عنایت احمد کاکوروی، مفتی محمد۔ سیرتِ رسولِ اعظم ﷺ۔ مکتبہ مہریہ رضویہ، ڈسکہ ضلع سیالکوٹ۔ س ن۔ ص ۳۲

۶۔ ابنِ ہشام۔ سیرت النبی ﷺ کامل۔ جلد اول (اردو ترجمہ از عبد الجلیل صدیقی)۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔ س ن۔ ص ۳۸۴

۷۔ ظفر حسن امروہوی، سید۔ سیرت الرسول ﷺ۔ جلد اول۔ ظفر شمیم ٹرسٹ کراچی۔ س ن۔ ص ۲۹۱

۸۔ ابو الاعلیٰ مودودی، سید۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ادارہ ترجمان القرآن۔ لاہور۔ اشاعتِ دوم اگست ۱۹۷۹۔ ص ۷۳

۹۔ محمد شریف، راجا۔ حیاتِ رسالت مآب ﷺ۔ زاہد اکیڈمی، جوہر آباد۔ طبع دوم مارچ ۱۹۸۸۔ ص ۳۵

۱۰۔ عبد الرحمان جامی، نور الدین۔ شواہد النبوت۔ مکتبہ نبویہ، لاہور۔ بار دوم مارچ ۱۹۷۵۔ ص ۱۰۶

۱۱۔ پرویز (غلام احمد)۔ معراجِ انسانیت۔ ادارہ طلوعِ اسلام، لاہور۔ دوسرا ایڈیشن مئی ۱۹۶۸۔ ص ۱۳۵

۱۲۔ باقر مجلسی، مُلّا محمد۔ حیات القلوب۔ جلد دوم (اردو ترجمہ) میرے پاس جو نسخہ ہے، اس پر مترجم اور ناشر کا نام بھی نہیں، سِنِ اشاعت تو کیا ہوتا۔ ص ۳۰۹

۱۳۔ نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر۔ پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ۔ فیروز سنز لاہور۔ بار اول ۱۹۸۸۔ ص ۳۲۷

۱۴۔ نقوش (ماہنامہ) لاہور۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۵۵۸ (محمدؐ رسول اللہ ﷺ۔ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ اردو ترجمہ از نذیر حق)

۱۵۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد۔ خطباتِ بہاولپور۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد۔ اشاعت سوم ۱۹۹۰۔ ص ۳۰۵

۱۶۔ جعفر سبحانی۔ فروغِ ابدیت (اردو ترجمہ از نصیر حسین)۔ امامیہ پبلی کیشنز، لاہور۔ بار اول۔ س ن۔ ص ۲۲۴، ۲۲۵

۱۷۔ محمد کرم شاہ، پیر۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔ بار اول ۱۴۱۳ھ۔ ص ۳۸۱۔ ۳۸۳

۱۸۔ مترجم کی اردو دانی قابلِ توجہ ہے۔ "روز بروز" ہونا چاہیے۔

۱۹۔ ہاشم سندھی، مخدوم محمد۔ عہدِ نبوت کے ماہ و سال (اردو ترجمہ از محمد یوسف لدھیانوی)۔ دار الاشاعت کراچی۔ ۱۹۹۰۔ ص ۴۶، ۴۷

۲۰۔ ابو الکلام آزاد۔ رسولِ رحمت ﷺ (مرتبہ غلام رسول مہر) شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔ س ن۔ ص ۳۶۹

۲۱۔ مختصر سیرت الرسول ﷺ۔ ص ۱۸۳

۲۲۔ ترجمے میں یہاں بنی ہاشم کے بجائے صرف "ہاشم" لکھا ہے جو ظاہر ہے کسی طرح درست نہیں۔

۲۳۔ ابن سعد البصری، ابو عبد اللہ محمد۔ **طبقات ابن سعد**۔ حصہ اول۔ اخبار النبی ﷺ۔ (اردو ترجمہ از عبد اللہ العمادی) نفیس اکیڈمی، کراچی۔ طبع ششم۔ ستمبر ۱۹۸۷۔ ص ۲۸۹

۲۴۔ ابراہیم میر سیالکوٹی، محمد۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ جلد دوم۔ مکتبہ اہلحدیث سیالکوٹ۔ جون ۱۹۷۳۔ ص ۲۹۵

۲۵۔ عبد الصمد رحمانی۔ حیاتِ پیغمبرِ اعظم ﷺ۔ مکتبہ عالیہ، لاہور۔ ۱۹۸۷۔ ص ۱۳۲

۲۶۔ مصباح الدین شکیل، شاہ۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ: ظہورِ قدسی سے مسجدِ قبا تک۔ (جلد اول)۔ پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی لیمٹڈ۔ کراچی۔ طبع سوم مئی ۱۹۹۶۔ ص ۵۲۱

۲۷۔ صفی الرحمان مبارکپوری۔ الرحیق المختوم۔ المکتبۃ السلفیہ، لاہور۔ طبع ششم اپریل ۱۹۹۰۔ ص ۱۸۹

۲۸۔ جعفر شاہ پھلواروی، محمد۔ پیغمبرِ انسانیت ﷺ۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور۔ ص ۱۵۴

۲۹۔ نعیم صدیقی۔ محسنِ انسانیت ﷺ۔ اسلامک پبلی کیشنز، لاہور۔ گیارھویں اشاعت اکتوبر ۱۹۸۲۔ ص ۱۸۸

۳۰۔ نقوش (ماہنامہ) لاہور۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۲۶۱ (مضمون "شعبِ ابی طالب" از ڈاکٹر نثار احمد)

۳۱۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۵۲۷

۳۲۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۵۔ ص ۴۲۰ تا ۴۲۱ ("عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست و حکومت" از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی)

۳۳۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۵۔ ص ۴۱۹

عہد نامہ

شعبِ ابی طالب میں حضورِ پُرنور ﷺ اور آپؐ کے خاندان اور قبیلے کا دو یا تین سال گزارنے کا ذکر اس حوالے سے کیا جاتا ہے کہ کفارِ قریش کے تمام سرکردہ لوگوں نے مشترکہ دستخطوں سے ایک عہد نامہ جاری کیا جس کی رُو سے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے سب لوگوں (مسلمان اور کافر) سے قطعِ تعلق کیا گیا۔ دیکھنا چاہیے کہ یہ معاہدہ کیا تھا، اس میں حضور ﷺ کے قتل کی بات تھی یا نہیں، مقاطعے کا یہ فیصلہ کہاں کیا گیا، یہ معاہدہ کب لکھا گیا، کون لوگ اس فیصلے میں شامل تھے اور یہ اقدام مسلمانوں کے خلاف کیوں نہیں تھا۔ صرف بنو ہاشم کے خلاف کیوں تھا جس میں کفار بھی شامل تھے۔

معاہدہ کیا تھا؟

یہ معاہدہ آخر کار دیمک نے چاٹ لیا اور بچا کھچا ہشام، زُہیر، زمعہ وغیرہ نے پھاڑ ڈالا اس لیے تاریخ میں محفوظ نہ رہا۔ چنانچہ کتبِ سِیَر میں اس کی شقیں متعیّن اور یقینی صورت میں دستیاب نہیں ہیں۔

ابنِ ہشام نے شادی بیاہ اور خرید و فروخت کی پابندی کا ذکر کیا ہے۔ مولانا **ابوالحسن علی ندوی** نے بھی یہی لکھا ہے (۱) **ابنِ سید الناس** اور صاحب **عیون الاثر** کے بیان کے مطابق مقاطعہ میں شادی بیاہ، خرید و فروخت کی پابندی کے علاوہ قریش نے یہ بھی طے کیا کہ ان کی طرف سے کبھی

صلح کو قبول نہ کیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی نرمی اور مہربانی کا سلوک بنو ہاشم سے روا رکھا جائے گا (۲) **ابنِ کثیر** نے بھی لکھا "سب نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست نہیں کریں گے' ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہیں کریں گے' ان کے گھروں میں قدم نہیں رکھیں گے" (چند صفحات کے بعد مزید لکھا کہ) "نہ وہ اپنی بچی کا رشتہ انھیں دیں گے اور نہ ان کی بچیوں کا رشتہ لیں گے' نہ انھیں کوئی چیز فروخت کریں گے اور ان سے کوئی چیز خریدیں گے"۔۔۔۔۔جب تک یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو قتل کے لیے ان کے حوالے نہ کردیں اور بنو ہاشم کے ساتھ ہرگز صلح نہیں کریں گے اور ان پر ذرا ترس نہیں کھائیں گے۔" (۳)

برہان الدین حلبی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ یہ بھی طے کیا گیا کہ بنو ہاشم کو بازاروں میں آنے سے روکا جائے گا اور **تاریخ زمبی** میں یہ اضافہ بھی ہے کہ بنو ہاشم کو قریش اپنے محلوں میں نہ بٹھائیں گے (۴) **ابنِ سعد** نے یہ بھی کہا ہے "اور نہ ان سے بولیں گے" (۵)

ڈاکٹر محمد **حمید اللہ** نے بھی شادی بیاہ اور خرید و فروخت کے ساتھ لکھا ہے "حتیٰ کہ ان سے بات چیت بھی نہ کرے" (۶) **مختصر سیرت الرسول** ﷺ میں پہلی دو باتوں کے ساتھ صرف یہ اضافہ ہے کہ نہ ان سے صلح کریں تاوقتیکہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کے لیے ان کے حوالے نہ کردیں (۷) **عبدالصمد رحمانی' محمد ابراہیم میر سیالکوٹی** اور **غلام احمد حریری** نے پہلی دو باتوں کے علاوہ میل

جول نہ رکھنے کی بات کی ہے۔ حریری نے البتہ ساتھ یہ لکھا ہے "تاوقتیکہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی تحویل میں نہ دے دیں" (۸) **محمد سعید شبلی** نے لکھا ہے: "شعبِ ابی طالب میں رہنے والوں سے تعلق' بیاہ شادی' لین دین' میل ملاپ اس وقت تک نہ کرو جب تک حضرت محمد ﷺ کو ہمارے حوالے نہ کردیں" (۹) اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ بنو ہاشم حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کو لے کر پہلے شعب میں جا چھپے' بعد میں ان کے خلاف بائیکاٹ کا فیصلہ کیا گیا۔ اگرچہ شعب کے کہیں باہر ہونا اور اس میں بنو ہاشم کا جا چھپنا بھی محلِ نظر ہے اور بائیکاٹ کا فیصلہ بعد میں ہونا بھی درست نہیں۔

شاہ **مصباح الدین شکیل** نے **ابنِ ہشام' ابنِ اسحاق' ابنِ کثیر' ابنِ خلدون** اور **قسطلانی** کے حوالے سے مقاطعے کی "اہم شرائط" یہ لکھی ہیں:

۱۔ کوئی ان کے ساتھ لین دین اور خرید و فروخت نہیں کرے گا (تاکہ ذریعۂ معاش تباہ ہو)

۲۔ کوئی نہ ان کی لڑکیوں سے عقد کرے گا اور نہ اپنی بیٹی دے گا (تاکہ صلۂ رحمی باقی نہ رہے)

۳۔ ان سے بات چیت بھی نہیں ہوگی (تاکہ تعلقات منقطع ہو جائیں)

۴۔ انھیں اپنی مجلسوں میں بھی بیٹھنے نہ دیا جائے گا (تاکہ کوئی متاثر نہ ہو)

۵۔ ان کے پاس کوئی حمایتی خوراک پہنچانا چاہے تو وہ بھی نہ پہنچنے دی جائے (تاکہ بھوک سے تنگ آجائیں)

۶۔ انھیں گلی، بازاروں میں گھومنے پھرنے نہ دیا جائے (تاکہ سب سے روابط ختم ہو جائیں) (۱۰)

ڈاکٹر **نصیر احمد ناصر** نے مذکورہ بالا شقوں میں سے تیسری شق کا ذکر نہیں کیا لیکن لکھا ہے کہ "اگر بنو ہاشم محمد ﷺ کو قتل کے لیے ہمارے حوالے نہ کریں تو ان کا مکمل معاشرتی مقاطعہ کیا جائے"۔ (۱۱)

محمد جعفر شاہ پھلواروی نے ایک ہی فقرے میں بات مکمل کر دی ہے۔ "سلام، کلام، خرید، فروخت، اعانت، امداد، مناکحت، رشتے داری" غرض ہر چھوٹے بڑے معاملے میں کامل ترکِ تعلّق کر لیا جائے (۱۲)

لیکن آقائے **جعفر سبحانی** نے ایک تو "بنو ہاشم" کے بجائے "مسلمانوں" لکھا ہے جو بالکل غلط ہے۔ دوسرے، شق نمبر ۴ بھی انھوں نے خود گھڑلی ہے۔ بہرحال ان کی تحریر یہ ہے: "انھوں نے حلف اٹھایا کہ ملّتِ قریش آخری سانس تک ذیل کے مطابق عمل کریں گے (۱) مسلمانوں کے ساتھ ہر قسم کا لین دین ممنوع ہو گا (۲) ان کے ساتھ ارتباط و معاشرت قطعاً حرام ہو گا (۳) کوئی شخص حق نہیں رکھتا، مسلمانوں کے ساتھ ازدواجی روابط قائم کرے (۴) تمام معاملات میں محمد ﷺ کے مخالفوں کی حمایت کی جائے" (۱۳)

ہم سمجھتے ہیں کہ معاہدے میں تو شادی بیاہ، خرید و فروخت اور میل ملاپ نہ کرنے کی بات ہو گی۔ بعد میں ہمارے سیرت نگاروں نے مقاطعے میں مزید زور پیدا کرنے اور اسے بنو ہاشم کی محصوری اور قید ثابت کرنے کے لیے اس میں اضافے کر دیے ہوں گے۔

ایک بات بہرحال طے ہے کہ کفّارِ قریش کی یہ تحریر غیر معیّنہ مدّت کے لیے تھی۔ مقصد یہی رہا ہو گا کہ کسی طرح حضور ﷺ کی طرف سے پیش کردہ دینِ حنیف کی راہ میں روڑے اٹکائے جائیں اور کوشش کی جائے کہ مزید لوگ اپنے آبائی راستے سے نہ ہٹیں۔

معاہدے میں حضور ﷺ کے قتل کی بات

اوپر بیان کیے گئے اقتباسات میں سے بعض میں مقاطعے کے خاتمے کی صورت یہ رکھی گئی ہے کہ بنو ہاشم اور بنو مُطّلب کے ساتھ بائیکاٹ اسی صورت میں ختم ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کو قتل کے لیے کفارِ قریش کے حوالے کر دیں۔ یہ بات عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب، **غلام احمد حریری** اور ڈاکٹر **نصیر احمد ناصر** نے کہی ہے۔ **محمد سعید شبلی** نے صرف یہ لکھا ہے کہ جب تک بنو ہاشم حضور ﷺ کو ہمارے حوالے نہ کریں، اس وقت تک بائیکاٹ جاری رہے گا۔

طبقاتِ ابنِ سعد کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ **ابنِ جریر طبری** نے بھی معاہدے میں حضور ﷺ کے قتل کی بات نہیں کی (۱۴) **شبلی نُعمانی** نے لکھا ہے کہ قتل کے لیے حوالے کرنے کی بات صرف **المواہب اللّدُنّیہ** (۱۵) میں مذکور ہے۔ (۱۶) لیکن **محمد ابراہیم میر سیالکوٹی** نے کہا ہے کہ اس کے علاوہ حافظ **ابنِ کثیر** نے **البدایہ والنّھایہ** میں اور شیخ **محمد خضری مصری** نے بھی اسے ذکر کیا ہے (۱۷)

بعد کے سیرت نگاروں میں سے مُلّا معین واعظ کاشفی (۱۸) **شیخ محمد رضا مصری** (۱۹) اور اردو میں لکھنے والوں میں سے محمد ادریس کاندھلوی (۲۰) **صفی الرحمان مبارکپوری** (۲۱) پیر **محمد کرم شاہ** (۲۲) **نعیم صدیقی** (۲۳) اور **ظفر حسن امروہوی** (۲۴) نے قتل کی بات دہرائی ہے **ابنِ حزم ظاہری** (۲۵) عبدالرحمان جامی (۲۶) شاہ **نقی علی خاں** بریلوی (۲۷) **عبدالرؤف دانا پوری** (۲۸) پرویز (۲۹) اور ڈاکٹر محمد **حمیداللہ** (۳۰) قتل کی بات نہیں کرتے۔ **محمد باقر مجلسی** نے قتل کے ساتھ اتفاق کے الفاظ کا اضافہ بھی کیا ہے "یہ بھی اتفاق کیا کہ جب محمد ﷺ پر قابو حاصل ہو گا' قتل کر دیں گے" (۳۱) ڈاکٹر **نثار احمد** کے مضمون میں ہے کہ "قریش کے اس مقصد کی توضیح اس معاہدے میں موجود ہے جس کے ذریعے انھوں نے بنو ہاشم کو یہ سزا دی تھی اور خاص طور پر یہ بات کہ یہ معاہدہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ بنو ہاشم نبی ﷺ کو قتل کے لیے قریش کے حوالے نہ کر دیں" (۳۲) حاشیے میں ڈاکٹر **نثار احمد** نے لکھا ہے کہ "معاہدے کے الفاظ میں الٹ پھیر اور مؤرخین نے اختلاف کیا ہے مگر مضمون و معنی کے اعتبار سے کاملاً" اتفاق پایا جاتا ہے"۔ ہمیں ڈاکٹر صاحب کے اس تجزیے سے اتفاق نہیں ہے جس کا سبب اوپر درج شدہ اختلافات ہیں۔

معاہدہ کب لکھا گیا

ابنِ سعد اور **ابنِ عبدالبَر** کا بیان ہے کہ عہد نامہ لکھنے کا واقعہ یکم محرم سن ۷ بعد بعثت کا ہے (۳۳) سید **محمد ریاست علی فاروقی**

نے لکھا۔ "نبوت کے ساتویں سال سردارانِ قریش نے اس باہمی معاہدے پر بنی ہاشم کے مقاطعے کا اعلان کر دیا"۔ (۳۴)

عبدالصمد رحمانی نے **طبقاتِ ابنِ سعد** کے حوالے سے لکھا ہے "قریش کے لوگوں نے بنی ہاشم کے خلاف ایک معاہدہ لکھا کہ نہ تو ان سے شادی بیاہ کریں گے' نہ خرید و فروخت کریں گے' نہ میل جول رکھیں گے۔۔۔۔ انھوں نے اس عہد نامے کو کعبہ کے بیچ میں لٹکایا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ وہ عہد نامہ امُّ الجلاس بنت مخرمہ حنظلیہ کے پاس رہا جو ابو جہل کی خالہ تھی۔ محرم سن ۷ نبوی کی چاند رات کو شعبِ ابی طالب میں بنی ہاشم کا محاصرہ کر لیا گیا"۔ (۳۶) پیر **محمد کرم شاہ** نے بھی محاصرے کی بات کی ہے۔ "یہ محاصرہ نُبوّت کے ساتویں سال ماہ محرم میں شروع ہوا" (۳۷)

اگر یہ عہد نامہ بھی یکم محرّم کو لکھا گیا اور اسی تاریخ کو اس پر عمل بھی ہو گیا۔ یعنی شعبِ ابی طالب کا محاصرہ کر لیا گیا تو پھر شعبِ ابی طالب وہی علاقہ ہو سکتا ہے جس میں حضور ﷺ اور بنی ہاشم رہتے ہوں' یہ الگ گھاٹی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ پورے دو قبیلوں کا نقل سکونت کرنا اسی دن ممکن نہیں۔

شمسی تاریخیں لکھنے کا جدید رویّہ

آج کل سیرتِ طیّبہ کے حوالے سے قمری تاریخوں کے ساتھ شمسی تاریخیں لکھنے کا رویہ عام ہو رہا ہے۔ اصل میں اس کی بنیاد **محمود پاشا فلکی** بنا۔ **شبلی نعمانی** نے **فلکی** کے حوالے سے حضور فخرِ موجودات علیہ السّلام و الصلوٰۃ کی ولادت کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول کے بجائے ۹ ربیع

الاوّل لکھ دی۔ چونکہ احادیث مبارکہ کی رُو سے پیر کے دن کی تعیین تو ہے۔ کہا گیا کہ حساب کی رُو سے پیر ۱۲ ربیع الاول کو نہیں، ۹ ربیع الاول کو بنتی ہے۔ اس کے بعد یار لوگوں نے سوچا کہ اگر **محمود پاشا فلکی** حساب لگا سکتا ہے، تو ہم کیوں نہیں لگا سکتے۔ چنانچہ حساب کی رو سے انگریزی سال، مہینا اور دن لکھا جانے لگا۔ **شہناز کوثر** نے اس حوالے سے لکھا: "جس تقویمی حساب کا ذکر **محمود پاشا فلکی** کے حوالے سے کیا جا رہا ہے، اس کی حقیقت تو یہ ہے کہ مکّی کیلنڈر اور مدنی کیلنڈر میں فرق تھا اور سیرت کی کسی قمری تاریخ کے ساتھ اس بات کی وضاحت نہیں ملتی کہ مدنی کیلنڈر کی بات ہے یا مکی کیلنڈر کی۔"

اسحاق النبی علوی نے دونوں کیلنڈروں کے فرق پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ایک جگہ سن ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ ہجری کے مکّی مدنی کیلنڈروں کے فرق پر مشتمل جدول دے کر انھوں نے لکھا ہے کہ اس جدول پر سرسری نظر ڈالنے ہی سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے واقعاتِ سیرت کی توقیتی تشریحات ممکن نہیں (۳۸)

اسحاق النبی علوی نے اس حقیقت کا اظہار سن ہجری کے اجرا کے بعد کے بارے میں کیا ہے۔ اس سے پہلے تو حساب کسی صورت ممکن نہیں کیونکہ اس سے قبل تو عرب میں کوئی باقاعدہ کیلنڈر تھا ہی نہیں۔ وہ اپنی مرضی سے مہینوں میں ردّ و بدل کر لیا کرتے تھے۔ قرآنِ مجید میں ہے: "بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بارہ ہے۔ اللہ کی کتاب میں، جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے۔ ان میں سے چار مہینے حُرمت والے ہیں۔ ان کا مہینے

پیچھے ہٹانا کفر میں اور بڑھنے کے سوا کچھ نہیں"۔ (۳۹)

کفارِ عرب محترم مہینوں یعنی رجب، ذیقعدہ، ذوالحجہ اور محرّم کی حُرمت کے معتقد تھے اور مثلاً" محرّم کی حرمت کو صفر کی طرف ہٹا کر محرم میں جنگ جاری رکھتے اور بجائے اس کے صفر کو ماہ محرم قرار دے لیتے (۴۰) پھر عرب نَسِیُ کی خاطر سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا دیتے تھے (۴۱)

اسحاق النبی علوی کہتے ہیں: "یہ مسئلہ ہنوز تشنہ ہے کہ سن ایک ہجری سے دس ہجری تک نسیُ کا مہینا کن برسوں میں بڑھایا گیا۔ اس سلسلے میں مجھے اعتراف کرنا ہے کہ تلاش و کوشش کے باوجود اوراق تاریخ میں کوئی اشارہ نہ مل سکا جس کی بنا پر کوئی اصول یا قاعدہ کُلیہ پیش کیا جا سکے"۔ (۴۲)

عہدِ حاضر کے مشہور ماہرِ تقویم **ضیاء الدین لاہوری** بھی کہتے ہیں کہ قابلِ اعتماد ذرائع کی غیر موجودگی میں گزشتہ تاریخوں کا تعیّن بھی وثوق کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا اور اگر بالفرض کسی جگہ کی بالکل درست معلومات میسر آ جائیں تو بھی جگہ بہ جگہ اختلاف کے باعث کسی تقویم پر مکمل انحصار نہیں کیا جا سکتا"۔ (۴۳)

لطیفہ یہ ہے کہ ایک طرف تو سیرت نگار کسی ایک بات پر، کسی ایک تاریخ پر مُتفق نہیں، دوسری طرف بعض حضرات نے کارروائی ڈالنے کے لیے مختلف واقعات کے ساتھ مہینہ اور دن بھی لکھ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں یا اگر دلیل ہوگی تو وہی کہ **محمود پاشا فلکی** قسم کے کسی تقویمی حساب کو بنیاد بنا کر سب کچھ کر دیا ہو گا......... انتہا یہ ہے کہ

راجا محمد شریف نے **حیاتِ رسالت مآب** ﷺ" میں ہر
واقعے کے ساتھ حضور ﷺ کی عمر مبارک، سال اور دن کی تعیین کے
ساتھ، اِس اعتماد سے لکھی ہے جیسے بالکل درست ہو۔ حالانکہ مکّی مدنی کیلنڈر کے
اختلاف اور سال کے مہینوں میں اپنی مرضی سے اضافہ کرنے اور اپنی خواہش سے
مہینوں کو آگے پیچھے کرنے کی عرب عادت کے تناظر میں مہینوں اور دنوں کی
تعیین ممکن نہیں۔ لیکن جب **محمود پاشا فلکی** قسم کی تحقیقیں چلتا
ہوا سکہ بن جائیں تو پھر یہی ہو گا۔" (۴۴)

مشہور ماہرِ فلکیات **ضیاء الدین لاہوری** نے اپنی کتاب "جوہرِ
تقویم" میں اِن معاملات میں جو کچھ لکھا، وہ اس موضوع پر لکھنے اور پڑھنے والوں
کو پیش نظر رکھنا چاہیے، تاکہ صحیح صورتِ حال سامنے رہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"متعدد مؤرّخ عہدِ نبوی ﷺ کے بعض مشہور واقعات کے دن
اور تاریخیں ایک دوسرے مختلف بیان کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ حضورِ اکرم
ﷺ کی ولادت اور آپ ﷺ کے وصال کی تاریخوں پر بھی متفق
نہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ تو یہی کہی جا سکتی ہے کہ اس زمانے میں سالوں
کے تعیّن اور تاریخوں کے اندراج کا کوئی قابلِ اعتماد طریقہ رائج نہ تھا یا واقعات کی
تاریخیں محفوظ کرنے پر خاص توجہ نہیں دی جاتی تھی۔ البتہ اس کا ایک سبب یہ
بھی خیال کیا جاتا ہے کہ عرب مشرکین چار حرمت والے مہینوں (ذی قعدہ،
ذوالحجہ، محرّم اور رجب) میں سے کسی ایک یا زائد مہینوں کو جنگی چالوں کے تحت
دوسرے عام مہینوں سے اَدل بدل کر لیتے تھے، اور ممکن ہے کہ بعض تاریخیں

اِس طرح پر تبدیل کردہ مہینوں کے مطابق بیان ہوئی ہوں"۔

دنوں اور مہینوں کے علاوہ مؤرّخین کی بیان کردہ تقابلی عیسوی تاریخوں
میں سالوں تک کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کی ایک اہم وجہ اس دور میں قمری
مہینوں کے دو مختلف نظاموں کی موجودگی بتائی جاتی ہے۔ ان میں سے ایک کیلنڈر
تو خالص قمری تھا جس کا ہر سال بارہ مہینوں کا ہوتا تھا جب کہ دوسرا کیلنڈر، جسے
اصطلاحاً" قمریہ شمسی (luni-solar) کہا جاتا ہے، قمری اور شمسی دونوں اعتبار
سے ترتیب پاتا تھا۔ مؤخّر الذکر میں بنیادی طور پر مہینے تو قمری ہی استعمال ہوتے
تھے مگر اسے شمسی یا موسمی سال کے مطابق کرنے کے لیے خاص خاص سالوں
میں تیرھویں مہینے کا اضافہ کر دیا جاتا تھا جسے لوند کا مہینا یا کبیسہ کہتے ہیں۔ کہا جاتا
ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ کے واقعات کے بیان میں بعض مؤرّخین نے خالص
قمری تقویم کو بنیاد بنایا، جبکہ دوسروں نے قمریہ شمسی تقدیم کے مطابق تاریخیں
بیان کیں ....

سن ۱۰ ہجری سے قبل کون کون سے سال کبیسہ ہوئے، اس کے متعلق
وثوق کے ساتھ کچھ کہنا بہت مشکل ہے۔ اس نظام کی جُزئیات بہرحال تحقیق
طلب ہیں اور یہ کام اس قدر آسان نہیں جس قدر کہ بعض لوگ خیال کرتے
ہیں۔ بڑے نامور محقق بھی اس بارے میں وسیع اختلاف رکھتے ہیں لہٰذا کسی کی
توضیحات کو یکدم حتمی کہنا ممکن نہیں۔ بعضوں کا خیال ہے کہ کبیسہ کے سلسلے
میں کوئی خاص ضوابط مقرّر نہ تھے۔ جب وہ لوگ سمجھتے تھے کہ قمری سال میں
موسمی سال سے ایک ماہ کا فرق پڑ گیا ہے تو وہ یہ تبدیلی کر لیتے تھے اور اس کا فیصلہ

مکہ میں حج کے موقع پر چند ذمّہ دار بزرگ کیا کرتے تھے۔ یوں، کبھی دوسرے سال اور کبھی تیسرے سال بعد یہ اضافہ ہو جاتا تھا۔ اکثریت کی رائے یہ ہے کہ ایک مخصوص مدّت میں ایک متعیّن حساب سے مہینے بڑھائے جاتے تھے۔ **ابنِ اسحاق**، **ابنِ حبیب**، مسعودی، **ابوالفدا**، البیرونی مقریزی، محمد الجرکسی اور حاجی خلیفہ وغیرہ اس کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہیں......

اس دور میں عربوں کے ہاں نظامِ کبیسہ کسی بھی صورت کے مطابق جاری رہا ہو، صرف اس نظام کی تفصیلات طے کرتے ہوئے متعدد سوالات جنم لیتے ہیں۔ کیا ماہِ کبیسہ کو کسی الگ نام سے پکارا جاتا تھا؟ جب اس دور کے واقعات کے بیان میں ہمیں ایک مقام پر بھی بارہ مہینوں کے علاوہ کسی تیرھویں مہینے کا نام نہیں ملتا تو شک ہوتا ہے کہ کیا ان دنوں ایسا نظام واقعی رائج تھا؟ اس پر یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اگر کبیسہ کے مہینوں کو کوئی الگ نام دیا بھی گیا تھا تو اتفاق سے ان مہینوں میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ پیش ہی نہیں آیا۔ بعض محقق بیان کرتے ہیں کہ ماہِ کبیسہ اور اس سے اگلے ماہ، دونوں کو محرّم بولا جاتا تھا۔ یہاں پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ اگر کوئی واقعہ ایسے محرم میں بیان کیا گیا ہے جس کے ساتھ دوسرا المحرّم بھی منسلک تھا تو صحیح تطابُق کیسے کیا جائے؟.......

نظامِ کبیسہ کے اختتام کے بارے میں وہ (قدیم مؤرّخین) یہ کہتے ہیں کہ جب اسلام عرب کے وسیع علاقوں میں پھیلا اور تمام مسلمانوں کا فرائض و عبادات کے معاملے میں خالص قمری تقویم سے براہِ راست اور مستقل رابطہ ہوا، نیز بعد میں حکومتی سطح پر ہجری کیلنڈر کا باقاعدہ استعمال شروع ہوا تو یہ قمریہ شمسی

تقدیم آہستہ آہستہ خود بخود ختم ہو گئی۔

مصری ماہرِ فلکیات **محمود پاشا** (محمود آفندی) کا تو خیال ہے کہ عربوں میں ہمیشہ خالص قمری تقویم ہی زیرِ استعمال رہی اور مہینوں کے بارے میں جس امتناع کا ذکر کیا جاتا ہے، اس کا تعلّق کبیسہ کے مہینوں سے نہیں بلکہ نَسِیُٔ کے تحت حُرمت والے مہینوں کے اُول بدل کیے جانے سے ہے......

مندرجہ بالا سوالات اس موضوع پر کیے جانے والے متعدّد سوالات میں سے چند ایک ہیں جنھیں عہدِ نبوی ﷺ کے زمانے کا تعیُّن کرنے میں پیشِ نظر رکھا جائے تو کیفیت اس قدر گنجلک ہو جاتی ہے کہ ایک مقام پر درست تصوُّر کیے گئے کسی مفروضے کا اگر اسی جیسے دوسرے مقامات پر اطلاق کیا جائے تو نتائج حسبِ منشا نہیں نکلتے اور مزید پیچیدگیاں جنم لیتی ہیں"۔

محمود پاشا فلکی کا محولہ بالا "خیال" اس لیے بھی بے بنیاد اور غلط ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے سُورۂ توبہ میں "بے شک" کے اعلان کے ساتھ سال کے مہینوں کی تعداد بارہ بتائی ہے اور اس میں ہیر پھیر کرنے والوں کو "کفر میں اور بڑھنے والے" فرمایا گیا ہے۔ اگر ایسی کوئی بات نہ ہوتی تو خداوندِ قدّوس جلّ و عُلا اس کی اتنی پُرزور تردید کیوں فرماتا۔

راقم الحروف نے اپنی کتاب **نزولِ وحی** میں لکھا کہ "**محمود پاشا فلکی** کا محولہ بالا "خیال" اس لیے بھی بے بنیاد اور غلط ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں "بے شک" کے اعلان کے ساتھ سال کے مہینوں کی تعداد بارہ بتائی ہے اور اس میں ہیر پھیر کرنے والوں کو "کفر میں اور بڑھنے

والے" فرمایا گیا ہے۔ اگر ایسی کوئی بات نہ ہوتی تو خداوندِ قدوس جَلَّ وعُلا اس کی اتنی پُرزور تردید کیوں فرماتا"۔ (۴۶)

اس پر **ضیاء الدین لاہوری** نے راقم کو لکھا: "آپ کا تجزیہ بالکل درست ہے کہ قمری کے ساتھ شمسی تاریخیں لکھنے کی "بدعت" محض مغالطہ ہے۔ اس بحث میں آپ نے بڑے بڑے نام گنوائے ہیں۔ راقم ان میں عہدِ حاضر کی ایک اور نامور شخصیت کا اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے ڈاکٹر محمد **حمید اللہ** کے بعض مقالوں کا تجزیہ کیا (۴۷)

معاہدہ رکن کے خلاف تھا

کفارِ قریش کے عہد نامے کی نوبت یوں آئی کہ حضرت ابو طالبؓ سرکارِ ابد قرار ﷺ کی سرپرستی سے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔ جب کفر کا دباؤ زیادہ بڑھا تو حضرت ابو طالبؓ نے بنو ہاشم اور بنو مُطّلب کو جمع کر کے حضور ﷺ کی حمایت پر آمادہ کر لیا۔ یہ حمایت قبائلی عصبیت کی بنیاد پر تھی، اس لیے ان دونوں قبیلوں کے مسلمان اور کافر اس میں شریک تھے۔ گزشتہ باب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ **سیرتِ احمدِ مُجتبیٰ** ﷺ میں بنی ہاشم، بنی مُطّلب اور بنی عبدِ مناف کو تین گھرانے لکھا گیا ہے (۴۸) لیکن صحیح صورتِ حال یہ ہے کہ بنو عبدِ مناف میں بنو ہاشم، بنو مُطّلب، بنو عبدِ شمس (بنو اُمیّہ) اور بنو نوفل یہ چار خاندان ہیں۔

ڈاکٹر **یٰسین مظہر صدیقی** نے "قبائلِ عرب اور اسلام" کے عنوان سے جو مواد جمع کیا ہے، اس سے بنو ہاشم اور بنو مُطّلب کے بارے میں

تفصیلی معلومات ملتی ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ بنو ہاشم میں حضورِ اکرم ﷺ کا خاندان تھا، آپ ﷺ کے چچاؤں کے گھرانے تھے۔ بنو ہاشم کا تیسرا گھرانا عبّاسی تھا۔ چوتھا گھرانا حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کا ہاشمی خاندان تھا۔ حارث بن عبد المطلبؓ کا گھرانا بنو ہاشم کا پانچواں اہم گھرانا تھا۔ بنو ہاشم کے بعض اور چھوٹے چھوٹے گھرانے تھے جو حضرت عبد المطلب کے سوا، ہاشم کے دوسرے بیٹوں کی نسل میں چلے تھے لیکن یہ گھرانے یا تو بعثتِ نبوی تک نابود ہو چکے تھے یا اتنے غیر اہم کہ ان کی خاندانی حیثیت جاتی رہی تھی اور ان کے صرف افراد رہ گئے تھے۔

ڈاکٹر **صدیقی** نے حضور ﷺ کی پھوپھیوں کا الگ ذکر کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ ان میں سے کتنوں کو اصولاً ان کے خاوندوں کے خاندانوں میں شمار کیا جانا چاہیے۔

انھوں نے **طبری** کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب حضورِ پُرنور ﷺ نے قریبی رشتہ داروں کو دعوتِ حق دی، اس وقت خاندانِ بنی عبد المطلب کے کُل افراد کی تعداد ۲۴۰، ۲۸۰، ۲۷۰ اور ۳۱۵ کے درمیان رہی ہو گی۔

بنو المطلب کے ذکر میں انھوں نے لکھا ہے کہ ہاشم کی موت کے بعد بنو ہاشم اور بنو مطلب کی مشترکہ قیادت مؤخر الذکر کے سربراہِ خاندان کے ہاتھ میں رہی تھی کیونکہ ہاشم کے تمام فرزند بہت خورد سال (۴۹) تھے۔ اسی طرح مُطّلب کی وفات کے بعد ان کے خاندان میں کوئی ایسی شخصیت نہیں ابھری جو خاندانی

قیادت کی ذمہ داری سنبھال سکتی۔ چنانچہ اس بار عبدالمطلب ہاشمی نے اپنے
خاندان کے علاوہ، اپنے عزیز و مشفق چچا کے خاندان کی کفالت و قیادت کی ذمہ
داری انجام دی۔ ـــــ بنو المطلب کا ایک پورا گھرانا بنو حارث بن مطلب
آغازِ عہدِ مکہ ہی میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اس خاندان کا ایک ذیلی گھرانا عباد بن
مطلب کا تھا۔ بنو مطّلب میں بنو مخرمہ بن مطّلب کا گھرانا بھی شروع ہی سے
اسلام سے متعارف ہوا تھا۔ ایک اور گھرانا ہاشم بن مطلب کا تھا۔ علقمہ بن
مطلب کے گھرانے کے تین بزرگوں ابو نبقہ عبداللہ، ندیم اور جُنادہ کا شمار صحابۂ
کرامؓ میں ہوتا ہے۔ آخر میں انھوں نے لکھا ہے: اندازہ یہ ہے کہ کُل تعداد
ڈیڑھ سو افراد پر مشتمل رہی ہوگی۔ (۵۰)

کفارِ قریش نے بنو ہاشم کے ساتھ بنو مطلب کو بھی مقاطعے کا ہدف بنایا
تھا۔ اس کا باعث یہ تھا کہ عملاً بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہی قبیلے کی صورت
اختیار کر چکے تھے۔ **ابراہیم میر سیالکوٹی** نے بھی لکھا کہ ابو طالب
نے اپنے کنبے کو جمع کیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ آنحضرت کی جان کی حفاظت میں
کھڑے ہو جائیں۔ اس میں مطلب کی اولاد بھی جو ہاشم کے بھائی تھے، ان کے
ساتھ شامل ہو گئی۔ حاشیے میں انھوں نے لکھا کہ اسی لیے آنحضرت ﷺ
نے ایک موقع پر حضرت عثمانؓ اور جُبیر بن مطعم کو فرمایا تھا عربی میں "اِنّما بنو ہاشم
و بنو المطّلب شئ واحد" (۵۱) کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب ایک ہی شے ہیں"۔

مولانا **اشرف علی تھانوی** نے **نشر الطیب فی ذکرِ النبی الحبیب** ﷺ میں لکھا۔ "بنی مطّلب حالتِ کفر میں بھی مثل

بنی ہاشم کے، آنحضرت صلعم (ﷺ) کے ساتھ رہے۔ اسی سبب سے
جناب رسول اللہ ﷺ نے جب حصۂ ذوی القربیٰ کا تقسیم فرمایا، بنی مطلب
کو بھی دیا۔ حضرت عثمانؓ اور جُبیر بن مطعم نے اس باب میں عرض کیا اور کہا کہ
بنی ہاشم کی ترجیح کا ہمیں انکار نہیں، اس لیے کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو ان میں
پیدا کیا ہے۔ مگر بنی مطّلب اور ہم آپ سے ایک سی قرابت رکھتے ہیں۔ ان کی
ترجیح کی کیا وجہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنی مطلب اور بنی ہاشم مثل
ذاتِ واحد کے ہیں"۔ (۵۲)

مقاطعہ بنو ہاشم ہی کا کیوں

محمد جعفر شاہ پھلواروی نے اس پر بحث کی ہے لیکن ان کا
مرکزی خیال یہ ہے کہ اِدھر حضرت ابو طالب نے قبائلی عصبیت کے ذریعے بنو
ہاشم + بنو مُطّلب کو حضور ﷺ کی حمایت پر اکٹھا کیا، اُدھر کفارِ قریش کی بن
آئی اور انھوں نے اس سارے معاملے کو اسلام اور کفر کی لڑائی کے بجائے
قبیلوں کی آپس میں لڑائی کی صورت دے دی۔ پھلواروی نے اس مسئلے پر کہ
"اہلِ کفر نے خاص طور پر بنی ہاشم ہی کو کیوں نشانہ بنایا اور سارے مسلمانوں کو
اس لپیٹ میں کیوں نہ لے لیا" چھے نکات بیان کیے ہیں: (i) حضرت ابو طالب کی
تحریکِ حمایت بربنائے ہاشمیت نے خود ہی اسلام کی عالمگیر حیثیت کو ہاشمی قبیلوی
رنگ دے دیا تھا (ii) مسلمانوں کا دفعتاً "بائیکاٹ" کرنے میں بڑا خطرہ تھا مثلاً
حضرت عمرؓ کے بائیکاٹ کا مطلب آلِ خطّاب اور بنی عدی کی مخالفت مول لینا تھا۔
اسی طرح حضرت عثمانؓ سے مقاطعہ سارے بنی اُمیّہ سے لڑائی ہوتی۔ اس طرح

چونکہ ہر قبیلے کے کچھ لوگ اسلام لا چکے تھے' اس لیے ان سب کا مقابلہ قریش کے بس کی بات نہ تھی (iii) محدود مقاطعے میں ایک مصلحت یہ تھی کہ ایک کی کامیابی کے بعد آہستہ آہستہ اس دائرے کو وسیع کیا جا سکتا تھا (iv) ایک سبب یہ تھا کہ اصل دشمنی تو حضورِ اکرم ﷺ سے تھی۔ جذبہ یہ تھا کہ غیر مسلم ہاشمی بھی ختم ہو جائیں تو ہو جائیں' رسولِ ہاشمی ﷺ کو بے بس کر دیا جائے تو سارا قصّہ خود بخود پاک ہو جائے گا (v) بنی ہاشم کو عام مسلمانوں سے کاٹ کر الگ کر دیا جائے اور (vi) عرب کے قبیلوی دستور کے مطابق حضور ﷺ کو کفارِ قریش کے حوالے کر دینے کی ذمہ داری صرف بنی ہاشم پر آتی تھی۔ (۵۳)

ڈاکٹر **نثار احمد** نے جو چھے وجوہ بیان کی ہیں' وہ یہ ہیں: (i) قریش کی دشمنی کا ہدف اصل میں حضور ﷺ کی ذات تھی۔ پھر جس خاندان سے آپ ﷺ کا تعلّق تھا' وہ بھی ان کی نگاہ میں مبغوض ہو گیا (ii) حضورِ اکرم ﷺ کے بعد دوسرے درجے کی دشمنی حضرت ابو طالب سے تھی جنھوں نے حضور ﷺ کی حمایت کو "ہاشمی وقار" کا مترادف قرار دے کر (ابولہب کے علاوہ) تمام مومن و کافر بنو ہاشم کو اپنا ہم نوا بنا لیا تھا۔ (iii) حضور ﷺ کو کفارِ قریش کے حوالے کرنے کی ذمہ داری بنو ہاشم پر تھی (iv) اگر قریش مسلمانوں کا بیک وقت مقاطعہ کر دیتے تو کس کس سے جنگ مول لیتے (v) اس مقاطعے کے ذریعے وہ عام مسلمانوں کو بنو ہاشم سے (اور اس طرح دراصل حضور ﷺ سے) کاٹ کر الگ کرنا چاہتے تھے (vi) یہ پہلا تجربہ

تھا' پھر اسے دوسرے قبیلوں کی سمت' آگے بڑھایا جا سکتا تھا۔ (۵۴)

راقم کے خیال میں پھلواروی اور ڈاکٹر **نثار احمد** نے ایک بہت بڑی وجہ کی طرف توجہ نہیں دی۔ کفارِ قریش کو بنی ہاشم کی سرداری اور سرکردگی نے پہلے سے پریشان کر رکھا تھا۔ تجارت میں' سیاست میں' خانۂ کعبہ کی تولیت میں' غرض ہر طرح سے بنی ہاشم دوسرے قبائل سے سربلند اور سرفراز دکھائی دیتے تھے۔ اب ان میں ایک ہستی (ﷺ) نے نبوّت کا دعوٰی بھی کر دیا تھا۔ اور وہ ہستی اپنے قریباً ۴۷ سال ان میں گزار کر اپنے آپ کو ہر حیثیت سے منوا بھی چکی تھی۔ یعنی یہ بات کسی شک شُبے کے بغیر کہی اور سمجھی جا سکتی تھی کہ سیرت کے ہر پہلو سے وہ ہستی منفرد اور یگانہ تھی۔ اور مستقبل اسی ہستی کا نظر آتا تھا۔ ایسے میں بنو ہاشم اور حضورِ اکرم ﷺ کے خلاف کوئی متّحدہ محاذ قائم کرنا ہر لحاظ سے فائدہ مند نظر آتا تھا کہ شاید بنی ہاشم کے ہاتھ سے قیادت و سیادت چھن جائے' شاید اس طرح حضرت محمد ﷺ سے چھٹکارا مل جائے جو مستقبل کے قائد نظر آ رہے تھے۔

میں سمجھتا ہوں' **جعفر شاہ پھلواروی** اور ڈاکٹر **نثار احمد** کے تجزیے میں اس ایک نکتے کی کمی تھی جو کفارِ قریش کے حَسَد' کینے اور بُغض کے جذبات سے پیدا ہوا تھا' اور جو انھیں کسی کل چین نہیں لینے دیتا تھا۔

مقاطعے کے فیصلے میں کون کون شامل تھے

معلوم ہوتا ہے کہ بنو ہاشم اور بنو مطّلب کے مقاطعے کے بارے میں جو فیصلہ ہوا' اس میں ان دو قبائل کے علاوہ سبھی شامل تھے۔

شاہ نے لکھا ہے کہ معاہدے پر تمام قبائل کے نمائندوں نے اپنے اپنے دستخط ثبت کیے (۵۵) **عبدالصمد رحمانی** کے الفاظ یہ ہیں کہ "اس باہمی عہد کی مضبوطی کے لیے تمام قبائلِ عرب نے ایک معاہدہ مرتّب کیا" (۵۶) **محمد حسین ہیکل** کے نزدیک بھی "کفّار نے بالاتّفاق ایک دستاویز لکھی جس میں بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے معاشرتی مقاطعے پر سب کے دستخط ہو گئے"۔ (۵۷) **نعیم صدیقی** نے "مکہ کے تمام قبائل کے مل کر معاہدہ کرنے" کی بات کی ہے (۵۸) سیّد ابو الاعلیٰ **مودودی** کی تحریر ہے کہ "آخر کار قریش کی جاہلیت کو اس قدر برا فروختہ کر دیا کہ انھوں نے بالاتّفاق ایک دستاویز لکھی جس میں ......" (۵۹) **جعفر سُبحانی** کی زبان بے احتیاطی کا شاہکار ہے۔ انھوں نے لکھا۔ "روساءِ حکومت نے قریش کی ہیئتِ حاکمہ کے دستخطوں سے ایک عہد نامہ کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا"۔ (۶۰) وہاں "حکومت" کا کوئی تصوّر ہی نہیں تھا اور "ہیئتِ حاکمہ" بھی متعیّن نہیں تھی۔ **جعفر سُبحانی** نے معاہدے کی پہلی شق بھی یہ بیان کی ہے "مسلمانوں کے ساتھ ہر قسم کا لین دین ممنوع ہو گا"۔ حالانکہ یہ معاہدہ مسلمانوں کے خلاف تھا ہی نہیں۔ **مُلّا معین واعظ کاشفی** نے "تمام اشرافِ قریش" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ (۶۱)

"مکہ کے تمام قبائل" "کفارِ قریش" یا "کفّار" کے الفاظ سے تو مکہ کے قبائل ہی مراد ہو سکتے ہیں، مگر **عبدالصمد رحمانی** نے "تمام قبائلِ عرب" لکھ کر زیادہ زور پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جو درست نہیں۔ البتہ عبدالرحمان **ابنِ جوزی** نے اس باب میں "بنی کنانہ" کا اضافہ کر دیا ہے۔ لکھتے

ہیں:

"حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے یومِ نحر (دس ذوالحجہ) جب آپ منیٰ میں قیام فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ ہم کل ان شاء اللہ خیفِ بنی کنانہ میں قیام کریں گے جہاں مشرکینِ مکہ نے کفر و شرک پر برقرار رہنے کا باہم عہد و پیمان کیا تھا یعنی وادیٔ محصّب میں۔ اور اس معاہدے کی تفصیل یہ ہے کہ قریش اور بنی کنانہ نے باہم عہد و پیمان کیا کہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے ساتھ نکاح اور خرید و فروخت اس وقت تک بند رکھی جائے جب تک رسولِ خدا ﷺ کو ہمارے حوالے نہ کر دیں"۔ = (۶۲)

شاہ **مصباح الدین شکیل** نے **الوفا باحوالِ المصطفیٰ** ﷺ کے حوالے سے عہد نامے کی بات کرتے ہوئے لکھا کہ "تمام اسلام دشمن قریشی اور کنانی" خیفِ بنی کنانہ میں جمع ہوئے ..... یہیں بیٹھ کر تاریخ کے پہلے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا گیا اور مقاطعہ کا تحریری عہد نامہ مختصر اور جامع الفاظ میں قلم بند کیا گیا (۶۳) اور کسی سیرت نگار نے مقام متعیّن نہیں کیا کہ یہ عہد نامہ کس جگہ لکھا گیا تھا۔ اگرچہ عام تأثّر یہی ہے کہ قریشِ مکہ اپنے تمام فیصلے دارالندوہ میں بیٹھ کر کرتے تھے، یہ فیصلہ بھی انھوں نے وہیں کیا ہو گا۔ **امیر افضل خاں** (حضورِ پاک ﷺ کا سپاہی) لکھتے ہیں۔ "تمام کام دارالندوہ میں بیٹھ کر مشورہ سے حل کیے جاتے تھے" (۶۴)

شہناز کوثر کی کتاب **حضور** ﷺ **اور مکۂ مکرّمہ** میں "حضور ﷺ اور دارالندوہ" کے عنوان سے ایک باب

ہے' اس میں **زرقانی** کے حوالے سے مرقوم ہے کہ قُصی بن کلاب کو تمام قبائل قریش پر اقتدار حاصل تھا۔ حاجیوں کو کھانا کھلانے' زمزم کا پانی پلانے' مسافروں کی پذیرائی کرنے اور مشورے کرنے کے لیے روساءِ قریش کو دارالندوہ میں طلب کرنے اور قریش کا پرچم لہرانے کے اہم فرائض ان کے سپرد تھے۔ "دارالندوہ میں صرف وہ لوگ شرکت کرسکتے تھے جو کسی نادی کے سردار ہوتے تھے۔ (قریش کے ہر قبیلے کی ایک مجلسِ شوریٰ ہوتی تھی جسے نادی کہتے تھے)۔ آقا حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلبؓ حضور ﷺ کو ان کے بچپن میں اپنے ساتھ "دارالندوہ" میں لے جاتے تھے حالانکہ وہاں صرف وہ لوگ جاسکتے تھے جن کی عمر چالیس برس سے زیادہ ہو۔ کفار نے مسلمانوں اور حضور ﷺ کے خلاف تقریباً تمام سازشیں دارالندوہ میں جمع ہو کر کیں اور پھر ان پر عمل کیا۔ مثلاً ہجرتِ حبشہ دُوم کے بعد کفار نے دارالندوہ میں مل بیٹھ کر غور و خوض کیا اور طے کیا گیا کہ دانشوروں کا ایک وفد نجاشی کے دربار میں روانہ کیا جائے۔۔۔۔"

"ہجرتِ مدینہ کے وقت بھی کفار نے دارالندوہ ہی میں سازش تیار کی تھی۔ **ابنِ خلدون** لکھتے ہیں کہ حکیم بن حزامؓ نے دارالندوہ کو حضرت معاویہؓ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم میں بیچ دیا تھا اور یہ تمام رقم خیرات کر دی تھی"۔
عبدالصمد صارم لکھتے ہیں کہ قریش کے دسوں قبیلوں کی ایک مجموعی مجلسِ شوریٰ ہوتی تھی جسے دارالندوہ کہا جاتا تھا"۔ (۶۵)
امیر افضل خان نے لکھا ہے "قُصی ہی نے دارالندوہ کی بنیاد ڈالی

اور قریش کی ایک مجلسِ شوریٰ بنائی جس کو قبائلی جمہوریت کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ تمام فیصلے ادھر ہی ہوتے تھے یعنی جنگ و صلح سے لے کر لڑکے کے ختنے اور لڑکی کی بلوغت پر پہنچنے کے اعلان تک بھی وہاں ہی ہوتے تھے"۔ (۶۶)
عبدالصمد صارم کے محولہ بالا اقتباس میں "قریش کے دسوں قبیلوں" کا ذکر آیا ہے جبکہ ڈاکٹر **یسین مظہر صدیقی** نے بنو عبدِ مناف' (ان کے چار قبیلے بنو ہاشم' بنو مطلب' بنو عبدِ شمس / بنو اُمیّہ' بنو نوفل) بنو مخزوم' بنو عدی' بنو تیم' بنو سہم' بنو زہرہ' بنو اسد' بنو جمح' بنو عبدالدّار' بنو عامر بن لوی اور بنو حارث بن فہر کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ انھوں نے قریش الظواہر کے بارے میں لکھا ہے کہ قدیم و جدید' دونوں مصنّفین نے پوری طرح سے قریش الظواہر اور ان کے گھرانوں میں تبلیغ و اشاعت کی بحث سے صَرفِ نظر کیا ہے ..... قریش الظواہر میں عام طور پر فہر کی وہ اولاد اور ان کی نسلیں شمار کی جاتی ہے جو فہر کے پوتے کعب بن غالب کے علاوہ تھیں"۔ (۶۷)
بُخاری اور ان کے تتبُّع میں **ابنِ جوزی** کے بیان کے مطابق اگر کفارِ قریش نے خیفِ بنو کنانہ میں جمع ہو کر عہد نامہ لکھا تھا تو مخدوم **محمد ہاشم سندھی** کی یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی کہ "شعبِ ابی طالب' خیفِ بنی کنانہ' ابطح' بطحا' محصب اور معرس کے ناموں سے معروف ہے اور اسی بنا پر آنحضرت ﷺ کو "الابطحی" کہا جاتا ہے"۔ (۶۷۔ الف)
ہم عرض کر چکے ہیں کہ عبدالرحمان **ابنِ جوزی** نے قریش کے قبائل کے ساتھ بنی کنانہ کا اضافہ کیا ہے۔ یہی بات **مصباح الدین شکیل** نے

دُہرائی اور اسی کو ڈاکٹر محمد **حمید اللہ** نے ذکر کیا ہے۔ ”قریش کے سارے قبیلوں نے اور ان کے حلیف ہمسایہ قبائل کنانہ نے (جن کو احابیش یعنی متحالف کا نام دیا جاتا ہے) یہ تحریری عہد کیا......“ (۶۸) **نقوش** کے رسول ﷺ نمبر میں ڈاکٹر محمد **حمید اللہ** کی یہ تحریر ہے۔ ”مکہ کے تمام اسلام دشمن قبائل (اور) ان کے قریبی علاقے کے اتحادیوں خصوصاً احابیش (ان احابیش کو حبشہ کے لوگوں سے کوئی نسبت نہیں۔ یہ حبشی تو تھے مگر ان کا تعلق عرب قبیلہ بنی کنان (۶۹) سے تھا) نے رسولِ خدا ﷺ کے خاندان کا بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا“۔ (۷۰)

احابیش کے بارے میں اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ کے حوالے سے **شہناز کوثر** نے اپنی کتاب **”ہجرتِ حبشہ“** میں لکھا ہے کہ ”احابیش جمع کا صیغہ ہے جس کے معنیٰ یا تو حبشہ کے رہنے والے ہیں اور یہ حبش سے مشتق ہے‘ یا آدمیوں کی ٹولیاں یا جماعتیں جو سب کے سب ایک ہی قبیلے کے نہ ہوں“۔ (۷۱)

ایچ لامانس کا خیال ہے کہ وہ حبشہ کے سیاہ فام تھے لیکن یہ درست نہیں۔ **منٹگمری واٹ** نے رائے ظاہر کی ہے کہ ہو سکتا ہے‘ احابیش زیادہ تر بے قبیلہ لوگوں پر مشتمل رہے ہوں جو بعد میں دوسرے قبیلوں کے حلیف بن گئے ہوں۔

جواد علی کے مطابق بنو کنانہ تہامہ کے ساحلی علاقے میں رہتے تھے۔ یہ علاقہ عرصہ دراز تک حبشہ کے تحت رہا تھا۔ غالباً بنو کنانہ کو حبشہ کی

اطاعت شعاری اور ابتدا زمانہ میں اہلِ حبشہ کے ساتھ ازدواجی تعلقات کے سبب انھیں احابیش کا لقب دیا گیا۔

ڈاکٹر **محمد یُوسف گورایہ** لکھتے ہیں۔ ”بے شک احابیش نے حضور ﷺ کے خلاف قریش کی جنگوں میں حصہ لیا لیکن یہ مغالطہ ہے کہ وہ عسکری قوت تھے۔ **واقدی** کہتے ہیں‘ غزوۂ اُحد میں تین میں سے ایک پرچم احابیش کے پاس تھا۔ سیرتِ **ابنِ ہشام** میں ہے کہ احابیش کا ابو عامر اہلِ مکہ کے غلاموں کے ہمراہ پہلا شخص تھا جس کا سامنا دشمن سے جنگِ اُحد میں ہُوا۔ طلوعِ اسلام کے وقت ابن الدغنہؓ احابیش کا لیڈر تھا۔ **تاج العروس** کے مطابق الحُلیس بن زبّان جنگِ اُحد میں سید الاحابیش تھا اور اس نے ابو سفیان کو حضرت حمزہؓ کی لاش مسخ کرنے پر ٹوکا تھا۔ **تاریخِ طبری** میں ہے کہ حُدیبیہ میں قریش نے الحُلیس کو ایلچی بنا کر حضور ﷺ کے پاس بھیجا تھا۔ فتحِ مکہ کے وقت حضرت خالد بن ولیدؓ سے احابیش ہی نے جھڑپ کی اور شکست کھائی تھی۔ **منٹگمری واٹ** کے نزدیک احابیش حبشی غلام نہیں تھے“۔ (۷۲)

ابنِ اسحاق کے بیان کے مطابق بنو حارث بن عبد مناف بن کنانہ‘ الہون بن خزیمہ۔ بنی بدر کہ اور خزاعہ میں بنو المصطلق ”احابیش“ کہلاتے تھے۔ **ابنِ ہشام** کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے آپس میں معاہدہ کیا تھا۔ چونکہ یہ معاہدہ احبش نامی وادی میں ہوا تھا جو مکہ معظمہ کے نشیب میں ہے‘ اس لیے یہ لوگ احابیش کہلائے (۷۳)

ازرقی نے ”اخبارِ مکہ“ میں حربِ فُجّار کے حوالے سے لکھا ہے کہ انھوں

نے جس پہاڑ پر قسم کھائی تھی' اس کو "حبشی" کہا جاتا ہے۔ اس مناسبت سے انھیں احابیش کہا جاتا ہے (۷۴)

عہد نامے کی کتابت کس نے کی

شاہ مصباح الدین شکیل کا کہنا ہے کہ "مقاطعے کا تحریری عہد نامہ مختصر اور جامع الفاظ میں قلم بند کیا گیا۔ اسے چمڑے کے ورق پر لکھا گیا۔ اس کے کاتبوں میں چار نام ملتے ہیں۔ محمد **ابن سعد** نے منصور بن عکرمہ العبدری (۷۵) **ابنِ کثیر** نے **واقدی** کے حوالے سے طلحہ ابن ابی طلحہ (۷۶) **ابنِ ہشام** نے نضر بن حارث (۷۷) اور حافظ **ابنِ قیم** نے "زاد المعاد" میں بغیض بن عامر کو ترجیح دی ہے (۷۸) عام مؤرخین کا رُجحان منصور بن عکرمہ کی جانب ہے۔ اس ظالمانہ تحریر کے لکھنے والے کے حق میں حضور ﷺ نے بددعا فرمائی تھی۔ **ابنِ سعد** کا قول ہے کہ یہ منصور بن عکرمہ تھا جس کا ہاتھ شل ہو گیا"۔ (۷۹)

مُلّا **معین واعظ کاشفی** نے لکھا ہے "کہتے ہیں کہ اس تحریر کا کاتب منصور بن عکرمہ بن عامر تھا۔ وہ بدبخت اس تحریر کی وجہ سے شل ہو گیا تھا۔ ایک روایت کی رو سے نضر بن حارث اور ایک روایت میں طلحہ بن ابی طلحہ عبدری تھا۔ سیرت کی بعض روایات میں ہے کہ اس نامہ کو انھوں نے ابوجہل کی خالہ اُمّ الجلاس کے سپرد کیا تاکہ حفاظت سے رکھے۔ ان روایات میں جمع اس طرح ہے کہ عہد نامے کئی لکھے گئے ہوں گے۔ بعض کعبہ کے دروازے پر اور بعض امینوں کے سپرد کیے گئے"۔ (۸۰)

کاشفی نے روایات کی تطبیق کے سلسلے میں جو رائے قائم کی ہے' اس کی تائید کسی اور ماخذ سے نہیں ہوتی۔ البتہ بعض کتابوں میں یہ ضرور کہا گیا ہے کہ پہلے کچھ دن یہ معاہدہ ابوجہل کی خالہ کے پاس رہا' بعد میں خانہ کعبہ میں رکھا گیا۔

حواشی

معاہدہ کیا تھا؟

۱۔ ابو الحسن علی ندوی' سید۔ نبیِ رحمت ﷺ۔ مجلس نشریات اسلام' کراچی۔ بار دوم ۱۹۸۱۔ ص ۱۳۱

۲۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۲۹۳

۳۔ سیرت ابن کثیر۔ جلد دوم۔ ص ۴۴' ۴۸ (بحوالہ ضیاء النبی ﷺ از پیر محمد کرم شاہ الازہری۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۴)

۴۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۲۹۳

۵۔ طبقات ابن سعد۔ حصہ اول۔ ص ۲۵۹

۶۔ خطبات بہاولپور۔ ص ۴۰۵

۷۔ مختصر سیرت الرسول ﷺ۔ ص ۱۸۳

۸۔ حیات پیغمبر اعظم ﷺ۔ ص ۱۳۷ / ابراہیم میر سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۲۹۶ / غلام احمد حریری۔ سیرت سرور انبیاء ﷺ۔ کتاب مرکز' فیصل آباد۔ س ن۔ ص ۸۲

۹۔ سعید شبلی' محمد۔ اسح المطالب فی شعب ابی طالب۔ مرکزی مجلس رضا' لاہور۔ بار اول جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ۔ ص ۲۸

۱۰۔ سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۵۳۰

۱۱۔ پیغمبر اعظم و آخر ﷺ۔ ص ۳۲۷

۱۲۔ پیغمبر انسانیت ﷺ۔ ص ۱۵۸

۱۳۔ فروغ ابدیت۔ ص ۲۲۵

معاہدے میں حضور ﷺ کے قتل کی بات

۱۴۔ طبری' ابی جعفر محمد بن جریر۔ تاریخ الامم و الملوک: تاریخ طبری۔ جلد اول۔ سیرت النبی ﷺ۔ (اردو ترجمہ از سید محمد ابراہیم ندوی)۔ نفیس اکیڈمی' کراچی۔ طبع ششم جون ۱۹۸۷۔ ص ۱۰۰

۱۵۔ المواہب اللدنیہ۔ (اردو ترجمہ بنام سیرۃ محمدیہ ﷺ)۔ جلد اول۔ ص ۲۳۸

۱۶۔ شبلی نعمانی۔ سیرت النبی ﷺ۔ عنوان "محرم سن ۷ نبوی: شعب ابی طالب میں محصور ہونا" (یہ کتاب بہت سے ناشرین نے شائع کی ہے۔ الفیصل ناشران 'لاہور کے مارچ ۱۹۹۱ کے ایڈیشن میں صفحہ ۱۵۶ پر اور نیشنل بک فاؤنڈیشن 'اسلام کے ۱۹۸۵ کے تیسرے ایڈیشن میں صفحہ ۲۳۱ پر یہ بات درج ہے)

۱۷۔ ابراہیم میر سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۲۹۵ (یہ اگرچہ "جلد دوم" ہے لیکن کتاب اکٹھی ہے اور صفحہ نمبر مسلسل ہیں۔ اس لیے ہم آیندہ صرف صفحہ نمبر دیں گے 'جلد نمبر نہیں لکھیں گے)

۱۸۔ معین واعظ کاشفی 'ملا۔ معارج النبوت فی مدارج الفتوت (اردو ترجمہ از حکیم محمد اصغر فاروقی)۔ لاہور۔ ۱۹۸۳۔ ص ۳۰۶

۱۹۔ محمد رضا 'شیخ۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ (اردو ترجمہ از محمد عادل قدوسی)۔ تاج کمپنی لمیٹڈ۔ س ن۔ ص ۲۰۳

۲۰۔ ادریس کاندھلوی 'محمد۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ مکتبہ عثمانیہ لاہور۔ اکتوبر ۱۹۸۵۔ ص ۲۶۴

۲۱۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۸۹

۲۲۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۱

۲۳۔ محسن انسانیت ﷺ۔ ص ۱۸۸

۲۴۔ ظفر حسن امروہوی 'سید۔ سیرت الرسول ﷺ۔ ص ۲۹۱

۲۵۔ ابن حزم ظاہری اندلسی 'حافظ۔ جوامع السیرۃ (اردو ترجمہ از محمد سرور احمد) مجلس نشریات اسلام ' کراچی۔ ۱۹۹۰۔ ص ۹۳

۲۶۔ شواہد النبوت۔ ص ۱۰۶

۲۷۔ نقی علی خاں بریلوی 'شاہ (مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے والد)۔ انوار جمال مصطفیٰ ﷺ۔ شبیر برادرز 'لاہور۔ س ن۔ ص ۱۱۴

۲۸۔ عبد الرؤف دانا پوری۔ اصح السیر۔ محمد سعید اینڈ سنز 'کراچی۔ س ن۔ ص ۴۹

۲۹۔ معراج انسانیت۔ ص ۱۳۵

۳۰۔ حمید اللہ 'ڈاکٹر محمد۔ رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ دار الاشاعت کراچی۔ اشاعت ہفتم ۱۹۸۷۔ ص ۸۹ / خطباتِ بہاولپور۔ ص ۳۰۵

۳۱۔ حیات القلوب۔ جلد دوم۔ ص ۳۰۱

۳۲۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۳۶

معاہدہ کب لکھا گیا

۳۳۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۶۱۳

۳۴۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۸۔ ص ۵۸۲ (مضمون "سرورِ عالم ﷺ نازک ترین لمحات کی میزان پر" از سید محمد ریاست علی فاروقی)

۳۵۔ حفظ الرحمان سیوہاروی۔ سیرتِ نبوی: رسولِ کریم ﷺ۔ نفیس اکیڈمی 'کراچی۔ طبع اول ۱۹۸۶۔ ص ۷۳ (یہی کتاب "نور البصر فی سیرتِ خیر البشر ﷺ" کے نام سے گوجرانوالا سے چھپی ہے۔ یہ بات اس ایڈیشن کے صفحہ ۵۹ پر درج ہے)۔

۳۶۔ حیاتِ پیغمبر اعظم ﷺ۔ ص ۳۷ '۳۸ '۳۸

۳۷۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۷

شمسی تاریخیں لکھنے کا جدید رویہ

۳۸۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۷۵ (مضمون "سیرتِ نبوی ﷺ توقیت کی روشنی میں" از اسحاق النبی علوی)

۳۹۔ التوبہ۔ ۹۔ ۳۶ '۳۷

۴۰۔ تفسیر الحسنات۔ جلد دوم۔ ص ۸۱۳ / مفتی احمد یار خاں نعیمی۔ تفسیر نور العرفان۔ ص ۹۸۴

۴۱۔ تفسیر خازن۔ جلد اول۔ / ابو الاعلیٰ مودودی 'سید۔ تفسیر تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۲

۴۲۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۱۳

۴۳۔ ضیاء الدین لاہوری۔ جوہرِ تقویم۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ 'لاہور۔ طبع اول ۱۹۹۳۔ ص ۲۳

۴۴۔ شہناز کوثر۔ حضور ﷺ کا بچپن (اس کتاب پر ۱۹۹۳ کا صدارتی ایوارڈ ملا)۔ اختر کتاب گھر 'لاہور۔ اشاعتِ اول ۱۶ مئی ۱۹۹۴۔ ص ۳۴۷۔ ۳۵۰

۴۵۔ جوہرِ تقویم۔ ص ۲۵۷۔ ۲۵۹ '۲۶۱۔ ۲۶۳

۴۶۔ رشید محمود 'راجا۔ نزولِ وحی۔ اختر کتاب گھر 'لاہور۔ ۱۹۹۸۔ ص ۲۱

۴۷۔ نعت (ماہنامہ) لاہور۔ مئی ۱۹۹۸۔ "ہجرتِ حبشہ"۔ ص ۱۰۵

معاہدہ کن کے خلاف تھا

۴۸۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۵۲۷ '۵۲۹

۴۹۔ فخرِ دو سال

۵۰۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۵۔ ص ۳۱۰۔ ۳۲۰

۵۱۔ ابراہیم میر سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۲۹۵

۵۲۔ اشرف علی تھانوی۔ حبیب خدا ﷺ۔ ص ۳۰

مقاطعہ بنو ہاشم ہی کا کیوں

۵۳۔ پیغمبر انسانیت ﷺ۔ ص ۱۵۶۔۱۵۸

۵۴۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۲۴۳

مقاطعے کے فیصلے میں کون کون شامل تھے

۵۵۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۳

۵۶۔ حیات پیغمبر اعظم ﷺ۔ ص ۱۳۷

۵۷۔ ہیکل، محمد حسین۔ حیات محمد ﷺ (اردو ترجمہ از ابو یحییٰ امام خان نوشہروی) ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔ بار چہارم ۱۹۸۸ء۔ ص ۱۹۷

۵۸۔ محسن انسانیت ﷺ۔ ص ۱۸۸

۵۹۔ سیرت سرور عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۶۱۳

۶۰۔ فروغ ابدیت۔ ص ۲۲۵

۶۱۔ معارج النبوت فی مدارج الفتوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۰۷

۶۲۔ ابن جوزی، عبدالرحمان۔ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ۔ (اردو ترجمہ از محمد اشرف سیالوی)۔ فرید بک سٹال، لاہور۔ س ن۔ ص ۲۴۷ (یہ حدیث بخاری میں منقول ہے کتاب المغازی۔ حدیث نمبر ۳۹۹۰)

۶۳۔ سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۵۳۰، ۵۳۱

۶۴۔ امیر افضل خاں (حضور پاک ﷺ کا سپاہی)۔ حضور پاک ﷺ کا جلال و جمال۔ راولپنڈی۔ اشاعت اول نومبر ۱۹۹۳ء۔ ص ۱۵۲

۶۵۔ شہناز کوثر۔ حضور ﷺ اور مکہ مکرمہ۔ اختر کتاب گھر، لاہور۔ اشاعت اول ۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ۔ ص ۳۲۔۳۸

۶۶۔ حضور پاک ﷺ کا جلال و جمال۔ ص ۱۱۰

۶۷۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۵۔ ص ۲۱۰۔۲۳۱،

۶۷(الف)۔ عہد نبوت کے ماہ و سال۔ ص ۴۷

۶۸۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ص ۸۹

۶۹۔ یہاں غلطی سے "بنو کنعان" لکھا گیا ہے

۷۰۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۵۵۸ ("محمد رسول اللہ ﷺ" از ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ اردو ترجمہ از نذیر حق)

۷۱۔ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ۔ "حبشہ" ص ۸۷۷۔ بحوالہ ہجرت حبشہ از شہناز کوثر۔ اختر کتاب گھر، لاہور۔ ص ۸۱

۷۲۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۵۹۳۔ ۵۹۸ ("عہد نبوی ﷺ میں عدلیہ اور انتظامیہ" از ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ۔ اردو ترجمہ از محمود عالم قریشی)

۷۳۔ سیرت النبی ﷺ کامل۔ مرتبہ ابن ہشام۔ جلد اول۔ ص ۳۰۷

۷۴۔ الازرقی، ابی الولید محمد بن عبداللہ بن احمد۔ عربی میں اخبار مکہ وما جاء فیہا من الآثار۔ دارالاندلس، بیروت۔ عربی میں الطبعۃ الثانیۃ۔ ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ (الجزء الاول)

عہد نامے کی کتابت کس نے کی

۷۵۔ طبقات ابن سعد۔ حصہ اول۔ ص ۲۷۸

۷۶۔ ابن کثیر، ابو الفدا عماد الدین۔ البدایہ والنہایہ۔ حصہ سوم۔ ص ۱۳۲

۷۷۔ سیرت النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۳۸۳

۷۸۔ ابن قیم، حافظ۔ زاد المعاد۔ حصہ دوم۔ (اردو ترجمہ از رئیس احمد جعفری)۔ ص ۱۰۲

۷۹۔ سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۵۳۱

۸۰۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۰۸

شعبِ ابی طالب

کوہِ ابو قُبیس کی گھاٹیاں

سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ میں ہے کہ عربی میں شعب کے لغوی معنی گھاٹی یا وادی کے ہیں۔ پہاڑیوں کا ایسا درمیانی خلا جو درّہ کی طرح ہو اور آگے سے بند ہو۔ کوہِ ابو قُبیس میں ایسی کئی گھاٹیاں تھیں جیسے شعب المطلب، شعب بنی ہاشم، شعبِ بنی اسد، شعبِ بنی عامر، شعبِ بنی زیاد، شعبِ بنی کنانہ، شعبِ آل عمرو وغیرہ، جس میں بنی قریش کے مختلف قبائل آباد تھے۔ مکہ کی ابتدائی آبادی انھی گھاٹیوں سے شروع ہوئی، چونکہ بیت اللہ کے احترام کی خاطر اس کے قریب مکانات نہیں بنائے جاتے تھے۔ قُصَیّ بن کلاب نے حرم کے اطراف عمارتیں بنانے کی ابتدا کی۔ (۱)

ڈاکٹر **نثار احمد** مکہ کی گھاٹیوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مکہ کی آبادی جن محلوں میں بٹی ہوئی تھی، اس میں سے بیشتر پہاڑی دروں اور گھاٹیوں ہی میں واقع ہیں۔ اس لیے تاریخ میں شعبِ ابی طالب کے علاوہ دوسرے بیسیوں شعب کے نام پائے جاتے ہیں۔ مثلاً" شعبِ آل الاقنس یا شعب الخوارج، شعب المطّلب، شعب ابی زیاد، شعب ابن ابی ربیع، شعبِ آل عمروؓ، شعبِ بنی کنانہ، شعبِ بنی عبداللہ، شعبِ بنی اسد، شعبِ بنی عامر، شعب الحضارمہ، شعب الخوز، شعب القنارت، شعبِ ابی دب وغیرہ۔" (۲)

ابنِ حجر عسقلانی نے سعد بن ابی وقاصؓ (مالک) کے ذکر میں

دعوتِ اسلام کے ابتدائی دنوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "حضور ﷺ کے صحابہؓ مکہ میں چھپ چھپ کر نمازیں ادا کرتے تھے۔ اس دوران سعدؓ صحابہؓ کی جماعت کے ساتھ مکہ کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں تھے کہ ....." (۳) مطلب یہ مکہ کی آبادی گھاٹیوں ہی میں تھی اور یہ کئی تھیں۔

"شعبِ ابی طالب" کیا تھی

شاہ **مصباح الدین شکیل** کی تحریر اوپر دی جا چکی ہے کہ پہاڑوں کا ایسا درمیانی خلا جو درّہ کی طرح ہو اور آگے سے بند ہو، شعب کہلاتا ہے۔ پیر **محمد کرم شاہ** لکھتے ہیں کہ "دو اونچے پہاڑوں کے درمیان جو گھاٹی یا تنگ میدان ہوتا ہے، اسے عربی میں شِعب کہتے ہیں۔" (۴)

ڈاکٹر **محمد حمید اللہ** شعبِ ابی طالب کو "مکہ سے الگ تھلگ ایک نواحی علاقہ" قرار دیتے ہیں (۵) پروفیسر **سعید اختر** لکھتے ہیں۔ "یہ گھاٹی مکہ سے مشرقی جانب پہاڑی چٹانوں میں گھرا ہوا مقام ہے" (۶) **عبدالصمد رحمانی** کے نزدیک یہ پہاڑ کا ایک درّہ ہے جو خاندانِ بنو ہاشم کا موروثی تھا" (۷) پیر **محمد کرم شاہ** کہتے ہیں۔ "یہ گھاٹی حضرت ابوطالب کو ورثے میں ملی تھی اور آپ کی ملکیت تھی۔" (۸) **محمد سعید شبلیؒ زرقانی** (جلد ا۔ ص ۲۷۸) کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ شعبِ ابی طالب حضور نبیٔ کریم ﷺ کی جدّی جائیداد تھی۔ آپؐ کے دادا عبدالمطلبؓ نے اپنے آخری ایام میں آپؐ کے نام کردی تھی۔ (۹) **امیر افضل خاں** نے کہا "مکہ میں الگ الگ گھروں میں رہنے کی بجائے اپنے میراث کے پہاڑ کی ایک

گھاٹی میں منتقل ہو گئے۔" (۱۰)

جوامعُ السّیرۃ کے حاشئے میں، مترجم محمد سردار احمد نے لکھا ہے۔

"اس مقام کا نام شعب بنی ہاشم تھا جو بعد میں شعبِ ابی طالب کے نام سے مشہور ہو گیا۔" (۱۱) **ابوالکلام آزاد** بھی اسے "بنی ہاشم کا موروثی درّہ" قرار دیتے ہیں (۱۲) قاضی محمد سلیمان **سلمان منصور پوری** نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ ابوطالب مجبور ہو کر مع خاندان کے، مکہ کے قریب ایک پہاڑی کے درّہ میں پناہ گزین ہوئے۔ (۱۳) ہم ان شاء اللہ ثابت کریں گے کہ نہ یہ بنی ہاشم کے مکانات سے علیٰحدہ کوئی درہ تھا، نہ یہ شہر سے دور تھا اور نہ اس میں محصوری یا پناہ گزینی کی کوئی کیفیت تھی۔

بہر حال **محمد حسین ہیکل** بھی اسے "مکہ سے باہر پہاڑ کی گھاٹی" لکھتے ہیں (۱۴) جسٹس امیر علی نے تو ایک تنگ گلی کہہ دیا ہے۔ "مکہ کے مشرقی مضافات کی ایک لمبی اور تنگ گلی"۔ (۱۵) **جعفر سبحانی** شاید بنیادی طور پر خطیب تھے، عموماً تحریر میں بھی خطیبانہ مبالغے سے کام لیتے ہیں حالانکہ حضور سیّدُ الانبیاء حبیبِ کبریا علیہ الصّلوٰۃ والثناء کے معاملے میں قلم و زبان کو استعمال کرتے ہوئے بے حد مؤدّب اور محتاط رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں۔ "درّہ جو مکہ کے پہاڑوں کے درمیان تھا جہاں حقیر، گھٹیا (۱۶) سے مکان، مختصر سے جھونپڑے تھے۔" (۱۷) پہلے تو اہلِ سیر نے حضورِ اکرم ﷺ اور سارے بنو ہاشم اور بنو مطّلب کو مکہ مکرمہ سے نکال باہر کیا اور اس عمل کے لیے انھیں کوئی وقت بھی نہ دیا۔ کسی نے شعبِ ابی طالب کو شہر

سے باہر درّہ قرار دیا، کسی نے مکہ سے مشرق جانب پہاڑی چٹانوں میں گھرا ہوا مقام کہا، کسی نے مضافات کی ایک لمبی اور تنگ گلی بنائی۔ **جعفر سبحانی** نے سوچا کہ جتنی جلدی انھیں مکہ سے شہر بدر کیا گیا ہے، ان کے شایانِ شان مکانات تو تعمیر نہیں ہو سکتے، چنانچہ انھیں حقیر اور گھٹیا مکانات اور مختصر سے جھونپڑوں پر ایک نئی بستی تعمیر کر دو۔ آخر تین سال کے لیے چھپنا ہے تو کوئی انتظام تو کرنا ہو گا۔ یوں، سارے سیرت نگار بنو ہاشم کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور ہر کوئی نئی بات نکال کر مزا لے رہا ہے۔ ڈاکٹر **نصیر احمد ناصر** نے اس میں یوں اضافہ کر دیا۔ "بنو ہاشم شہر چھوڑنے اور پہاڑ کی گھاٹی میں سکونت پذیر ہونے پر مجبور ہو گئے ..... شہر میں ان کو قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی"۔ (۱۸) **نصیر احمد ناصر** نے سوچا ہو گا کہ مقاطعہ ہے، محصوری ہے، پناہ گزینی ہے، شہر سے دوری ہے، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلنا چاہیے کہ انھیں شہر میں قدم نہ رکھنے دیا جائے۔

مخدوم **محمد ہاشم سندھی** نے شعبِ ابی طالب کو خیفِ بنی کنانہ، ابطح، بطحا، محصب اور معرس کے ناموں سے معروف قرار دیا ہے جس کا ذکر گزشتہ باب میں ہو چکا ہے۔ آروی سی **باڈلے** نے مزید تفصیلات "مرتّب" کی ہیں، اگرچہ اس نے شعبِ ابی طالب کو مکہ سے زیادہ دور نہیں کیا۔ "شعبِ ابی طالب اصل میں قدیم مکہ سے ذرا باہر ایک گھاٹی تھی جس میں بنی ہاشم کے مکانات تھے۔ غالباً اس کے گرد فصیل ہو گی اور یہ گڑھی کا کام دیتی ہو گی۔ یہ اب تک موجود ہے اور اب اسے "شعبِ ابی ہاشم" کہتے ہیں۔ اس سے باہر نکلنے کا

صرف ایک ہی راستہ ہے جو اب شارعِ ارقم پر ہے۔ قریش نے غالباً یہ راستہ بند کر کے انھیں محصور کر دیا تھا"۔ (۱۹)

تاریخِ مکّہ معظمہ میں **غلام دستگیر نامی** لکھتے ہیں:

"شعبِ ابی طالب سُوق اللیل کے سامنے ہے۔ اب یہ ایک بستی ہے تین گھاٹیوں کے درمیان۔ اسے محلہ ہاشمی بھی کہتے ہیں۔ مولد النبی ﷺ، مولدِ علیؑ اور دارِ خدیجۃُ الکبریٰ اسی شعب میں ہے" (۲۰) خلاصہ تواریخ مکّہ معظمہ میں **محمد فخر الدین حسین خان** لکھتے ہیں۔ "اور بیچ معلاۃ یعنی جانبِ شرق کے 'قبر خدیجۃُ الکبریٰؑ کی ہے اور بیچ شعبِ بنی ہاشم کے ہے"۔ (۲۱)

تاریخِ مسجد الحرام مرتبہ حکیم **عبدالشکور پھلواروی** میں ہے۔ "مولد النبی ﷺ۔ مکّہ معظمہ میں یہ قدیم جگہ مشہور ہے اور سڑک سے دو پورش کی مقدار نشیب میں ہے۔ نیچے ایک بہت بڑا دالان جس پر ایک بڑا قُبّہ بنا دیا ہے۔ بیچ میں اس کے جو اصل جگہ آپ ﷺ کی پیدائش کی ہے' اس پر کاٹھ کا قُبّہ مسہری نما' رکھا ہے۔ وہ سب غلافِ ریشمی و زرّیں سے' ڈھکا رہتا ہے اور تمام دالان میں قالین کا فرش ہے۔ بہت سی قندیلیں اور جھاڑ لٹکے ہوتے ہیں۔ بارھویں ربیع الاول کو حرم شریف سے یہاں تک دو رویہ کثرت سے روشنی کی جاتی ہے اور قاضیِ حرم سے درود و سلام اور اخبارِ ولادت پڑھتے ہوئے وہاں تک جاتے ہیں۔ یہ مکان پہلے ہاشم بن عبدِ مناف کا تھا۔ ان سے عبداللہؓ بن عبدالمطلبؓ کے حصّے میں آیا۔ آنحضرت صلعم (ﷺ) کی پیدائش اسی مکان میں ہوئی اور جب تک کہ آپ

ﷺ نے حضرت خدیجۃُ الکبریٰ سے نکاح نہیں کیا' برابر اسی میں سکونت فرمائی ...... جب عقیل بن ابی طالب مشرّف بہ اسلام ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ مکان ہبہ فرمایا...... مولد النّبی ﷺ کے نزدیک سُوق اللیل میں مسجدِ مجتبیٰ نام کی مشہور ہے"۔ ۔ ۔ ۔ "مولدِ علیؑ کے متعلق عبدالشکور پھلواروی لکھتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں شعبِ بنی ہاشم میں ایک جگہ مولدِ علیؑ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مکان بھی بہت نشیب میں ہے۔" (۲۲)

سفرنامہ **ارض القرآن** میں جو کچھ سیّد **ابوالاعلیٰ مودودی** نے دیکھا' اسے **محمد عاصم** نے تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں: آگے بڑھے تو سڑک کے ساتھ ہی ایک پہاڑی سلسلہ ملا جو حرم سے بھی حجرِ اسود کے رُخ سے نظر آتا ہے۔ اسے جبلِ ابی قُبیس کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانے میں بنو ہاشم اسی طرف آباد تھے...... آگے بڑھے تو سڑک کی دائیں طرف زرد رنگ کی ایک خوبصورت عمارت میں لڑکیوں کا مدرسہ آیا۔ اس کے متعلق بتایا گیا کہ یہ عمارت نبی ﷺ کی جائے پیدائش پر واقع ہے (آج کل وہاں لائبریری ہے۔ محمود) اس سے کچھ پہلے' سڑک کی دائیں جانب چند گلیاں اور ان میں لوگوں کے مکانات اور دکانیں ہیں۔

کہتے ہیں کہ شعبِ ابی طالب اسی جگہ تھی۔ اب پہاڑوں کو صاف کر دیا گیا ہے اور لوگوں نے صاف زمین پر دکانیں اور مکانات تعمیر کر لیے ہیں۔ انھی گلیوں میں ایک جگہ کو حضرت علیؑ کی جائے پیدائش کہا جاتا ہے۔ "شعبِ ابی طالب" جبلِ ابی قُبیس سے ملی ہوئی پہاڑیوں کے درمیان ایک گھاٹی تھی جہاں

ہجرت سے پہلے نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ بنو ہاشم تین سال تک محصور رہے اور کفارِ مکہ نے حضور ﷺ کے پورے قبیلے کا معاشی و معاشرتی مقاطعہ کیے رکھا"۔ (۲۳)

شاہ **مصباح الدین شکیل** نے **قسطلانی** کی تحریروں کی بنا پر لکھا ہے کہ یہ شعبِ بنی ہاشم کی موروثی ملکیت تھی۔ چونکہ ان سے بیت اللہ کے زائرین کی خدمتِ سقایہ یعنی خورّ و نوش متعلّق تھی، اس لیے یہ جگہ کعبہ سے زیادہ دور نہیں تھی۔ یہ مقام بنی ہاشم کے رہنے کے مکانوں کے سوا تھا اور شعبِ ابنِ یُوسُف سے مشہور تھا۔ ہاشم کی ملکیت تھا۔ عبدالمطّلب نے اپنی بینائی ضائع ہونے کے بعد اپنے لڑکوں میں تقسیم کر دیا۔ حضور ﷺ کا حصہ اپنے والد کی طرف سے اس میں ہو گیا تھا (۲۴)۔

مصباح الدین شکیل نے "**سیرتُ النبی** ﷺ **البم**" میں مقامِ پیدائشِ سرورِ عالم ﷺ کے ذکر میں لکھا: "عام طور پر مکانِ ولادت کو مولد کہا جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ میں مسجدِ حرام کے باب السّلام سے تین گز (۲۵) کے فاصلے پر محلہ سُوق اللّیل تھا۔ اس سے متّصل گلی میں حضرت عبداللہ بن عبدالمطلبؓ کا گھر تھا۔ یہی رسول اللہ ﷺ کی جائے پیدائش ہے۔ حضور ﷺ کی ہجرت کے بعد حضرت عقیلؓ بن ابی طالب نے جو بنی ہاشم کے بڑے تھے، اسے بیچ دیا......" (۲۶) **سلمان منصور پوری** مولد النبی ﷺ کو شعبِ بنی عامر میں بتاتے ہیں (۲۷)

ازرقی نے **اخبارِ مکہ** میں یاقوت کے حوالے سے ایک کنوئیں

کے بارے میں لکھا ہے کہ بُذّر مکہ میں بنو عبدالدّار کا کنُوّاں ہے۔ ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ یہ کنواں خطم الخندمہ کے پاس ہے اور شعبِ ابی طالب کے مُنہ پر واقع ہے۔ **ازرقی** لکھتا ہے، ہمارا خیال ہے کہ شاید یہ وہ مشہور کنواں ہے جو آج کل خطم الخندمہ کے نیچے بیرُ الحمام کے نام سے مشہور ہے۔ اسے ہاشم نے کھُدوایا تھا۔ (۲۸)

ہم دیکھتے ہیں کہ سیرت نگاروں کے نزدیک شعبِ ابی طالب کی تعریف بھی مختلف ہے۔ کہیں یہ ایک درّہ ہے جو آگے سے بند تھا، کہیں تنگ میدان نظر آتا ہے۔ کسی نے مکہ سے الگ تھلگ اسے ایک نواحی علاقہ قرار دیا ہے، کسی کے نزدیک یہ پہاڑی چٹانوں میں گھرا ہوا ایک مقام ہے (کعبہ بھی تو پہاڑی چٹانوں میں گھرا ہوا ایک مقام ہی تھا۔ محمود)۔ اسے پہاڑی گھاٹی کہتے ہوئے "مکہ سے باہر" کے الفاظ بعض نے ضروری سمجھے ہیں۔ کوئی اسے مکہ کے مشرقی مضافات میں واقع قرار دیتا ہے اور "تنگ گلی" گردانتا ہے۔ **باڈلے** نے مکہ سے الگ تھلگ، باہر وغیرہ کے نظریات کو تو تسلیم نہیں کیا اور لکھا ہے کہ یہ جگہ "مکہ سے ذرا باہر" تھی مگر محصوری کو قید میں تبدیل کرنے کی خاطر آس پاس فصیل رکھوا دی ہے اور لکھا ہے "کہ شعبِ ابی طالب کا جو ایک راستہ تھا، وہ بھی قریش نے بند کر دیا ہو گا۔ اگر یہ بات کسی طرح بھی حقیقت سے قریب ہوتی تو مقاطعہ دو تین سال تک جاری نہ رہ سکتا، چند دنوں ہی میں کہانی ختم ہو جاتی۔

شعبِ ابی طالب پر بات کرنے والوں نے اسے بنو ہاشم کی موروثی جگہ بتایا ہے۔ کسی نے لکھا ہے کہ ابو طالب کو ورثے میں ملی تھی، کسی نے کہا ہے،

حضور ﷺ کی جدّی جائیداد تھی۔ اسے میراث کے پہاڑ کی ایک گھاٹی اور بنی ہاشم کا موروثی دَرہ گردانا گیا۔ کسی نے کہا، پہلے نام شعب بنی ہاشم تھا، پھر شعبِ ابی طالب ہو گا۔ کسی نے لکھا، پہلے شعب ابی طالب تھا، بعد میں شعبِ بنی ہاشم ہوا۔ ہاشم سندھی واحد آدمی ہیں جنھوں نے خیفِ بنی کنانہ، ابطح، بطحا، محصب اور معرس شعبِ ابی طالب ہی کے نام بتائے ہیں۔

محلِ وقوع کے متعلق کہا گیا کہ سُوق اللیل کے سامنے ہے۔ اسے محلہ ہاشمی کہتے ہیں۔ اس میں مولد النبی ﷺ، مولدِ علیؑ اور دارِ خدیجہؓ ہے۔ اور **تاریخِ مسجد الحرام** میں ہے کہ مولد النبی ﷺ سُوق اللیل کے قریب یا سامنے ہے، مولدِ علیؑ بھی شعبِ بنی ہاشم میں ہے اور یہ مکان نشیب میں ہے۔ یاد رہے کہ خانہ کعبہ بھی نشیب میں ہے۔

"خلاصہ تواریخ مکہ معظمہ" میں ہے کہ قبرِ خدیجہؓ شعبِ بنی ہاشم میں ہے۔

سفرنامہ **ارض القرآن** میں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کے زمانے میں بنو ہاشم یہیں آباد تھے۔ **قسطلانی** کہتے ہیں کہ شعبِ ابی طالب کعبہ سے زیادہ دور نہیں تھی۔ **ازرقی** کا کہنا ہے کہ بذر یا بیرُالخام نامی کنواں شعبِ ابی طالب کے دہانے پر تھا۔

اگر حضور رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے زمانے میں بنو ہاشم شعبِ ابی طالب میں آباد تھے تو پھر کہیں اور جانے کی بات کسی طرح درست نہیں ہو سکتی۔ اگر سُوق اللیل اور شعبِ ابی طالب آمنے سامنے تھے اور مولد النبی ﷺ، مولدِ علیؑ اور دارِ خدیجہؓ بھی شعب میں تھے تو پھر مکہ سے باہر کہیں جا

کر پناہ گزیں یا محصور یا قید ہونے کی بات قرینِ قیاس کیسے ہوئی۔ اگر مولد النبی ﷺ اور مولدِ علیؑ شعب میں تھے اور یہ جگہ نشیب میں تھی تو کعبۃ اللہ بھی تو نشیب میں ہے، دوری کہاں سے پیدا ہو گئی۔ اگر بذّر نامی کنواں شعبِ ابی طالب کے دہانے پر تھا تو یہ بات بے دلیل ٹھہرتی ہے کہ شعبِ ابی طالب بنو ہاشم کی موروثی جگہ تو تھی لیکن وہ وہاں رہتے نہیں تھے۔ جب مکہ سے بھاگنا پڑا تو وہاں چلے آئے۔ مکہ میں پانی کی تو قلت تھی۔ جہاں کنواں ہو، وہاں آبادی نہ ہو، یہ کیسے ممکن ہے۔ اس سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ جہاں بنی ہاشم آباد تھے، جہاں مولد النبی ﷺ، مولدِ علیؑ اور دارِ خدیجہؓ تھا، جہاں سُوق اللیل تھا، اسی کو شعبِ ابی طالب بھی کہتے تھے اور جب قریش نے مقاطعے کا اعلان کر دیا تو بنو ہاشم اور بنو مُطّلب اپنے گھروں ہی میں بائیکاٹ کے فیصلے سے متأثر ہوئے اور رہے۔

شاہ **مصباح الدین شکیل** نے شعبِ ابی طالب کی بحث کے آخر میں لکھا ہے کہ "مؤرخین کے بیانات کو یکجا کیا جائے تو عہد نامے کی شرائط سے کہیں یہ پتا نہیں چلتا کہ قریش نے بنی ہاشم کو ان کے گھروں کو چھوڑنے پر مجبور کیا ہو یا شہر بدر کیا ہو۔ یہ ایک قسم کی معاشی ناکہ بندی اور معاشرتی قطع تعلق تھا۔ بعض سیرت نگاروں کا یہ بیان کہ اطلاقِ معاہدہ کے بعد یہ لوگ خود ڈر کر شعب میں پناہ گزیں ہو گئے، قابلِ غور ہے" (۲۹)

ڈاکٹر **نثار احمد** نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ شعبِ ابی طالب دراصل مکہ معظمہ کے محلے کا نام تھا...... مکہ کے طبعی حالات

جاننے والا ہر شخص اس حقیقت کا علم رکھتا ہے کہ مکہ بجائے خود ایک وادی ہے اور پورا شہر چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے..... یہی وجہ ہے کہ کچھ علوتاً کچھ مجبوراً، مکہ کی آبادی جن محلوں میں بٹی ہوئی تھی، اس میں سے بیشتر پہاڑی دروں اور گھاٹیوں ہی میں واقع تھے۔...... صحیح صورت یہ ہے کہ جبلِ ابو قُبیس کے دامن میں (ایک کنارے پر) شعبِ ابی طالب ایک ایسے مقام کا نام تھا جو مولدِ رسول ﷺ کی نسبت بیتُ اللہ سے زیادہ قریب اور شمال مشرق کی سمت حد سے حد، ایک فرلانگ کی مسافت پر واقع تھا جس کی تصدیق آج کل کے آثار اور مقامی روایات سے بآسانی کی جا سکتی ہے۔ شعبِ ابی طالب کی یہ جائے وقوع اور کعبۃُ اللہ سے قُربت اس لیے بھی قابلِ فہم ہے کہ خانہ کعبہ سے متعلّق سقایہ کی ایک اہم خدمت بنو ہاشم کے سپرد تھی اور اس کی بجا آوری میں ان کا حرم سے قریب سکونت رکھنا ہی زیادہ باعثِ سہولت ہو سکتا تھا۔

ڈاکٹر **نثار احمد** نے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ "اُس زمانے میں جو علاقہ شعبِ ابی طالب کہلاتا تھا، اسے ایک ایسا بڑا محلّہ کہا جا سکتا ہے جس میں مجموعی طور پر شعبِ مولدٗ شعبِ علی اور شعبِ عبدالمطّلب، سب شامل تھے اور اگر شعبِ ابی طالب کو ایک وسیع دائرہ مانا جائے تو شعبِ مولد، شعبِ علی وغیرہ سب مقامات آگے پیچھے اسی میں نظر آئیں گے"۔ آخر میں انھوں نے سب سے بڑی دلیل دی ہے کہ جب کفّارِ قریش نے عہد نامے ہی میں بنو ہاشم کو شہر بدر کرنے کی بات نہیں کی، صرف معاشی اور معاشرتی مقاطعے کا فیصلہ کی تو بنو ہاشم کے کہیں باہر یا الگ جا بسنے کی بات بے جواز ہے۔ جو لوگ یہ لکھتے ہیں کہ حضور

ﷺ کو قتل سے بچانے کے لیے، حفاظت کے خیال سے باہر جا چُھپے تھے، ان کے مؤقف کے خلاف ڈاکٹر **نثار احمد** نے درست طور پر لکھا ہے کہ حضرت ابو طالب کا کفارِ قریش کو مسلسل دلیرانہ جواب دینا، پھر بنو ہاشم کو حضور ﷺ کی معاونت پر آمادہ کر لینا کیا اسی بُزدلی پر منتج ہونا تھا کہ رُوپوشی یا محصوری اختیار کر لی جاتی۔ نیز حضور ﷺ نے دعوتِ اسلام کے پہلے چھے سال میں جتنی تکالیف، جتنے مصائب برداشت کیے تھے، کیا اس کے بعد بھی آپ ﷺ کے کردار میں یہ کمزوری پیدا ہو سکتی تھی۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ کیا اس تین سال کے عرصے میں کارِ نبوّت موقوف رہا(۳۰)۔

راقم کا خیال ہے کہ بنو ہاشم کی قید، محصوری، پناہ گزینی کے بارے میں سب روایات گھڑی ہوئی ہیں۔ ممکن ہے کہ اس سے بنو ہاشم کو بُزدل اور کمزور ثابت کرنا مقصود رہا ہو۔ اس طرح حضور سرورِ کائنات علیہ السّلام و الصّلوٰۃ کی حیاتِ طیّبہ کے مصفّٰی آئینے پر کمزوری کی گرد دکھانا بھی مطلوب ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر **نثار احمد** نے کارِ نبوّت کے معطّل رہنے کی بات کی ہے، اس کا جواب تو کوئی آدمی شاید یوں بھی دے دے کہ حج کے دنوں میں تو حضور ﷺ دعوت و تذکیر کا کام انجام دیتے ہی رہے تھے۔ لیکن میرا سوال یہ ہے کہ اگر شعبِ ابی طالب میں قید یا محصوری یا پناہ گزینی کی کیفیت تھی تو اس دوران کعبۃُ اللہ کی تولیت، خبر گیری، حفاظت اور زائرین اور حُجّاج کے لیے کھانے پینے کی ذمہ داری کون پوری کرتا رہا۔ جب کہ اس کا عرصہ بھی تین سال تک محیط دکھایا گیا ہے۔ اگر یہ سب ذمہ داریاں بنو ہاشم ہی پوری کرتے تھے تو شعب

ابی طالب الگ جگہ بھی نہیں ہو سکتی اور محصوری بھی خیال و خواب ہی ہے۔

شعبِ ابی طالب میں کون کون تھے

سب سیرت نگاروں نے یہی لکھا ہے کہ شعبِ ابی طالب میں جو لوگ مقاطعے کا ہدف تھے' ان میں بنیادی ہستی تو آقا و مولا حضور سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی تھی۔ دوسری شخصیت حضرت ابو طالبؓ کی تھی جنھوں نے سرکارِ والا تبار ﷺ کی ہر موقع پر نہ صرف قصیدوں کی صورت میں تعریف کی تھی بلکہ دشمنانِ اسلام و پیغمبرِ انام ﷺ کی مخالفتوں کے لیے سدِّ راہ بنے رہے تھے۔ ان کی کوششوں سے بنو ہاشم نے بھی قبائلی عصبیت کی بنا پر حضور ﷺ کا ساتھ دینے کا اعلان کر دیا تھا۔ اس لیے ان کا مقاطعہ بھی ہوا اور بنو المطلب چونکہ ہر معاملے میں بنو ہاشم کے ساتھی اور حلیف تھے' اس لیے ساتھ ہی ان کا بائیکاٹ بھی ہوا۔

حضورِ اکرم ﷺ اور حضرت ابو طالبؓ بھی بنو ہاشم سے تھے' اس لیے وہ تو ہوئے۔ کسی سیرت نگار نے ان خواتین و حضرات میں سے کسی ایک کا نام بھی نہیں لکھا جن کا مقاطعہ قریش کے کفار نے کیا تھا۔ صرف مُلّا **محمد باقر مجلسی** نے لکھا ہے کہ حضرت ابو طالب نے بنی ہاشم کو جمع کیا جو چالیس آدمی تھے ....." (۳۱) پتا نہیں' انھوں نے یہ تعداد کہاں سے لی ہے۔ ویسے چالیس کا عدد انھیں پسند بہت ہے۔ عہد نامہ پر دستخط کرنے والوں کی تعداد بھی انھوں نے چالیس ہی لکھی ہے۔ بہرحال' ان کے علاوہ کسی اور نے تو تعداد بھی بتانے کا حوصلہ نہیں کیا۔

ہم نے اس خیال سے کہ اس سلسلے میں کچھ کام ضرور ہونا چاہیے' کوشش کی ہے' جس کا نتیجہ درج ذیل ہے:

بنو ہاشم سے مراد حضرت ہاشم کی اولاد ہے۔ ان کی پانچ بیویاں اور نو بچے تھے۔ **مودودی** حضرت ہاشم کی اولاد میں نضلہ' شفا' خالدہ' ضعیفہ' اسد' حیّہ' ابو صیفی' رقیّہ اور عبد المطلب کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت عبد المطلب کے علاوہ کسی کے حالاتِ زندگی نہیں ملتے۔ صرف رقیّہ بنتِ ابی صیفی کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ انھوں نے طویل عمر پائی۔ اعلانِ نبوت کے وقت بہت بوڑھی ہو چکی تھیں۔ انھوں نے اسلام قبول کیا (۳۲)

ہم صرف حضرت عبد المطلب کی اولاد ہی کو لیں تو وہ بھی اپنے والد کی طرح نہایت کثیر الاولاد تھے۔ ان کی چھے بیویاں تھیں۔ جن سے چھے لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں کے بارے میں "صحیح السیر" میں لکھا ہے کہ ان کی تعداد دس تھی مگر جو نام لکھے ہیں وہ دس سے زیادہ ہیں۔ **ابنِ ہشام** نے حضرت عبد اللہؓ سمیت دس بیٹے لکھے ہیں۔ کچھ نے حضرت عبد اللہ کے علاوہ دس بیٹے لکھا ہے۔ **ابنِ ہشام** نے دس بیٹوں کے نام یہ لکھے ہیں۔ حمزہ' عباس' ابو طالب' ابولہب' زبیر' مقوّم' ضرار' مغیرہ' عبد اللہ' حارث۔ **ابنِ اثیر** نے اس پر عبد الکعبہ' قثم اور الغیداق کا اضافہ کیا ہے۔ **ابنِ ہشام** کہتے ہیں کہ حجل کو کثرتِ مال اور کثرتِ خیرات کی وجہ سے الغیداق بھی کہتے ہیں۔ مگر **ابنِ اثیر** کے مطابق حجل کی والدہ ہالہ اور الغیداق کی والدہ ممتعہ بنتِ عمرو ہے۔ **ابنِ قیّم** نے الغیداق کا نام مصعب یا نوفل لکھا ہے (۳۳)

حضرت عبدالمطلبؓ کی اولاد میں حضورِ اکرم ﷺ کے والدِ گرامی حضرت عبداللہؓ کے علاوہ حضرت زبیر بن عبدالمطلب ہی کو لیں تو ان کی دو لڑکیوں حضرت اُمِّ حکیم اور ضباعہ اور بیٹے عبداللہ کا ذکر ملتا ہے۔ یہ تینوں مسلمان تھے۔

حضرت حارث بن عبدالمطلب کے بیٹوں میں ابوسفیان بن حارث' نوفل' ربیعہ اور عبداللہ شامل ہیں۔

حضرت ابوطالب کی اولاد میں جمانہ اور اُمِّ ہانی کے علاوہ چار بیٹے طالب' عقیل' جعفرِ طیّار اور حضرت علیؓ ہیں۔ یہ تمام کثیرالاولاد تھے۔

حضرت عبّاس بن عبدالمطلب کی چار بیویاں اور ۱۳ بچے تھے۔ جن میں فضل' عبداللہ' مغیرہ' عبیداللہ' قثم' عبدالرحمان' کثیر' تمام' صفیّہ' اُمیمہ' اُمِّ الفضل' اُمِّ حبیبہ اور حارث بن عباس شامل ہیں۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی لڑکیوں میں اُمامہ اور فاطمہ کا ذکر ملتا ہے۔ خولہ بنتِ قیس سے عمّارہ پیدا ہوئے۔ جن کی وجہ سے ان کی کنیت ابو عمارہ تھی اور بنت الملہ کے دو بیٹے یعلیٰ اور عامر کا بھی ذکر ملتا ہے۔ **طالب ہاشمی** لکھتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ کا سلسلہ نسب بیٹوں سے چلا اور نہ بیٹی سے۔

حضرت عبدالمطلب کی بیٹیوں کی اولاد میں نہایت جلیل القدر صحابہ اور صحابیات شامل ہیں۔ ان میں عامر بن کریز' اروی بنتِ کریز' زینب بنتِ جحش' ابو احمد بن جحش' عبیداللہ بن جحش' ابو احمد بن جحش' طُلیب بن عُمیر' زبیر بن عوّام' سائب بن عوّام' عبداللہ بن ابو امیّہ' زہیر بن ابو امیّہ' قریبہ بنتِ ابو امیہ' ابو سلمہ اور ابو سبرہ بن رُہم شامل ہیں۔ (۳۴)

حضورِ اکرم ﷺ کی پھوپھیوں کی شادیاں بنو ہاشم میں نہیں ہوئیں اس لیے وہ شعبِ ابی طالب کے اس واقعے میں شامل نہیں تھیں۔ مگر حضرت ابوطالب کی بیٹی جمانہ کی شادی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب' حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلب کی بیٹی اُمِّ حکیم کی شادی ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب اور ابولہب کی بیٹی دُرّہؓ کی شادی نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے ساتھ ہونے کی وجہ سے یقین ہے کہ یہ اپنے خاندانِ بنو ہاشم کے ساتھ اس مشکل وقت میں ساتھ تھیں۔ (۳۵)

حقیقت تو یہی ہے کہ مقاطعے کا ہدف صرف بنو ہاشم (+ بنو المطلب) تھے۔ لیکن شعبِ ابی طالب کے حوالے سے گُرسنگی کی تکالیف کا ذکر کرنے بلکہ اس کو مزید بڑھا دینے کی کوششوں کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی بھوک کے ایک واقعے نے بنیاد فراہم کی ہے۔ حالانکہ کسی بنیادی کتاب میں شعبِ ابی طالب میں حضرت سعدؓ کی شمولیت کا ذکر نہیں ہے' اور نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان کا تعلق بنو ہاشم سے نہیں' بنو زہرہ سے ہے۔ ہُوا یہ کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جہاد کے دنوں کا ایک واقعہ بیان کیا کہ وہاں کھانے کو کچھ نہ ملا تو انھوں نے سوکھے چمڑے کو جلا کر پانی میں ملایا اور تین دن اسی پر گزارا کیا (۳۶) اس واقعے کو جو جہاد کے حوالے سے مذکور ہے' **سُہیلی** نے **الرّوض الأنف** میں شعبِ ابی طالب کے کھاتے میں ڈال دیا (۳۷) اور پھر یار لوگوں نے اس پر وہ بیل بُوٹے پیدا کیے' ایسی ایسی در فنطنیاں دکھائیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس سارے قضیے کا تفصیلی ذکر تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے باب میں آئے گا' اور

یہ بھی وہیں بیان کیا جائے گا کہ سوکھے چمڑے کا یہ ایک ٹکڑا (جو سعد بن ابی وقاصؓ کو کسی مہم میں ملا تھا) سیرت نگار حضرات کے کس کس طرح کام آیا ہے۔

فی الحال یہ بتانا مقصود ہے کہ سعدؓ شعبِ ابی طالب میں 'شامل ہی نہیں تھے' یا یوں کہیے کہ جن کا مقاطعہ کیا گیا تھا' ان میں سعدؓ کا ذکر کسی بنیادی سیرت نگار نے نہیں کیا۔ رکیا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن آج کل کے لکھنے والوں نے اس کمی کو محسوس کیا کہ تمام سیرت نگار **سُہیلی** کو بنیاد بنا کر شعبِ ابی طالب کی سختیوں میں تو سعدؓ کو گھسیٹ لاتے ہیں' ویسے یہ نہیں کہتے کہ وہ بھی شامل تھے۔

چنانچہ **طالب ہاشمی** نے لکھا: "شعبِ ابی طالب کی محصوری اگرچہ بنی ہاشم اور بنو مُطّلب سے مخصوص تھی لیکن حضرت سعدؓ نے ہاشمی اور مُطّلبی نہ ہونے کے باوجود محض اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خاطر بنو ہاشم اور بنو مطلب کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ تین سال تک ہولناک مصائب برداشت کرتے رہے.... (۳۸)۔ **امیر افضل خاں** نے بات کو اور آگے بڑھا دیا۔ "جناب ابو طالبؓ نے باقی قبائل کے مسلمانوں کو بھی اس جگہ پناہ دی۔ ان میں حبشہ سے واپس آنے والے جناب ابو سلمہؓ اور ان کی زوجۂ محترمہ اُمّ سلمہؓ بھی شامل تھے۔ یہ بڑا مشکل کام تھا کہ جناب ابو سلمہؓ کا قبیلہ مخزوم اس وجہ سے بہت سٹپٹایا۔ علاوہ ازیں جناب ابو طالبؓ نے بنو زہرہ کے جناب سعد بن ابی وقاصؓ کو بھی اس شعب میں پناہ دی"۔ (۳۹)

حقیقت یہ ہے کہ شعبِ ابی طالب کوئی الگ قید خانہ یا پناہ گاہ نہیں تھی۔ بنو ہاشم اور بنو المطلب کے مکانات یہیں تھے اور یہ سب لوگ یہیں رہے'

کہیں نہیں گئے۔ صرف کُفّارِ قریش نے ان کا بائیکاٹ کر دیا تھا۔ اس بائیکاٹ کا شکار نہ سعد بن ابی وقاصؓ تھے' نہ ابو سلمہؓ اور اُمّ سلمہؓ بنے۔ سعدؓ کا ذکر تو **سہیلی** کی روایت کو مضبوط کرنے کے لیے کچھ لوگ کرنے لگے ہیں۔ ابو سلمہؓ (۴۰) اور اُمّ سلمہؓ (۴۱) کے شعبِ ابی طالب میں ہونے کا ذکر تو کسی نے بھی نہیں کیا۔ یہ سعادت صرف **امیر افضل خاں** کے حصے میں آئی۔

شعبِ ابی طالب میں خیمے تھے یا مکان

آقا حضور ﷺ کی سیرتِ طیّبہ لکھنا بہت بڑی سعادت سہی لیکن جو طریقہ یار لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے' اس کے خلاف آواز اٹھانے کی ضرورت ہے۔ دو چار کتابیں سامنے رکھ لیتے ہیں اور الفاظ اور فقرے تبدیل کرتے ہوئے کام کی "تکمیل" تک پہنچنے کا اعلان کر دیتے ہیں۔ تحقیق و تدقیق کی راہ تو ہمیشہ سے دشوار گزار ہی رہی ہے اور اس میں آبلہ پائی کبھی آسان نہیں ہوئی۔ لیکن "بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیبِ داستاں کے لیے" کے پیشِ نظر جہاں تک پہلے سیرت نگار پہنچے ہیں' ان سے بڑھ کر بات کرنے کا "ذوقِ نالطیف" عجیب رنگ دکھاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہم شعبِ ابی طالب میں رہائش کے حوالے سے دو نمونے دکھاتے ہیں۔

اہلِ سِیَر نے لکھ دیا کہ شعبِ ابی طالب الگ گھاٹی تھی' بنو ہاشم وہاں جا کر "محصور" یا "پناہ گزین" ہو گئے۔ بعد کے لکھنے والوں نے سوچا کہ ایک دم سے وہاں جا کر رہنے لگے اور تین سال تک یہی صورت رہی۔ وہاں ان کی رہائش کا اہتمام پہلے سیرت نگاروں نے نہیں کیا تو ہم کر دیتے ہیں۔ چنانچہ "فروغِ ابدیت"

میں لکھا گیا۔ "جنابِ ابو طالب نے اپنے تمام خویش و اقارب، اولادِ ہاشم و مُطّلب کو ایک دعوت میں جمع کیا، پیغمبر (ﷺ) کی حمایت کی ذمہ داری ان کے کندھوں پر ڈالی۔ فیصلہ کیا کہ قبیلہ بنو ہاشم کے تمام افراد مکہ کے شہر سے باہر جا کر اس درّہ میں جو مکہ کے پہاڑوں کے درمیان تھا، اور شعبِ ابی طالب کے نام سے مشہور تھا، جہاں حقیر و گھٹیا سے مکان، مختصر سے جھونپڑے تھے، ان میں جا کر سکونت اختیار کرلیں اور مشرکوں کی زندگی کے ماحول سے دور ہو جائیں"۔ (۴۲)

پروفیسر **غلام ربانی عزیز** (ایم اے پی ایچ ڈی) کی پروازِ فکر کو دیکھیں"۔ یہ بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے کہ نقلِ مکانی سے پہلے وہاں رہائش کا کوئی بندوبست کر لیا ہو گا۔ کیونکہ اس زمانے کے تمدّن کی روشنی میں ایسی سہولتوں کا تصوّر غیر متعلّق سی بات ہے۔ اس لیے قیاس چاہتا ہے کہ اولاً "خیموں اور جھونپڑوں میں سر چھپایا گیا ہو گا۔ وقت گزرتا گیا ہو گا اور کچے پکے مکانات بنتے گئے ہوں گے"۔ (۴۳)

اگر ہماری سوچ کی سمت راست ہوتی تو اس قسم کی فکروں میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ہمارا سیرت نگاری کا مجموعی رویّہ بس ایسا ہی ہے۔

حواشی

کوہ ابو قُبیس کی گھاٹیاں

۱۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ ۔ جلد اول۔ ظہورِ قدسی سے مسجدِ قُبا تک۔ ص ۵۳۳
۲۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۲۹۳
۳۔ عسقلانی، ابن حجر۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہؓ جلد ۲۔ (مطبوعہ مصر) ص ۳۳

۴۔ ضیاء النبی ﷺ ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۲

"شعبِ ابی طالب" کیا تھی

۵۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۵۵۸
۶۔ سعید اختر۔ سید المرسلین ﷺ ۔ مکتبہ کارواں لاہور۔ طبع اول ستمبر ۱۹۷۶۔ ص ۶۵
۷۔ حیاتِ پیغمبرِ اعظم ﷺ ۔ ص ۳۷
۸۔ ضیاء النبی ﷺ ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۲
۹۔ اصح المطالب فی شعبِ ابی طالب۔ ص ۲۱
۱۰۔ حضورِ پاک ﷺ کا جلال و جمال۔ ص ۱۹۰
۱۱۔ جوامع السیرت۔ ص ۹۳ (حاشیہ)
۱۲۔ رسولِ رحمت ﷺ ۔ ص ۱۳۹
۱۳۔ سلمان منصور پوری، قاضی محمد سلیمان۔ سیدُ البشر ﷺ ۔ (مرتبہ قاضی حبیب الرحمان الطارق)۔ مکتبہ تعمیرِ انسانیت، لاہور۔ ایڈیشن دوم۔ س ن۔ ص ۳۱
۱۴۔ حیاتِ محمد ﷺ ۔ ص ۲۱۵
۱۵۔ امیر علی، جسٹس۔ روحِ اسلام۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور۔ ۱۹۸۴۔ ص ۱۸
۱۶۔ مترجم نصیر حسین کا کمال ہے۔ "گھٹیا" فارسی کا لفظ نہیں لیکن "حقیر" کے ساتھ اس کا "واؤ" کے ذریعے پیوند لگا دیا ہے۔
۱۷۔ فروغِ ابدیت۔ ص ۲۲۶
۱۸۔ پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ ۔ ص ۳۲۸
۱۹۔ باڈلے، آر وی سی۔ محمد رسول اللہ ﷺ ۔ (اردو ترجمہ از سید محمد امین زیدی)۔ مکتبہ عالیہ، لاہور۔ ۱۹۷۸۔ ص ۱۵۸ (حاشیہ)
۲۰۔ غلام دستگیر نامی۔ تاریخِ مکہ معظمہ۔ پروگریسو بکس، لاہور۔ س ن۔ ص ۴۷
۲۱۔ فخر الدین حسین خاں، حاجی محمد۔ خلاصہ تواریخِ مکہ معظمہ۔ مطبع منشی نول کشور، کانپور۔ س ن۔ ص ۱۴
۲۲۔ عبد الشکور پھلواروی عظیم آبادی، حکیم۔ تاریخِ مسجد الحرام۔ مطبع خیر خواہِ اسلام، آگرہ۔ ۱۳۲۳ھ۔ ص ۸۶، ۸۷
۲۳۔ سفرنامہ ارض القرآن (رودادِ سفر مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی) مرتبہ محمد عاصم۔ اسلامک پبلشنگ لمیٹڈ، لاہور۔ اشاعتِ دوم۔ جنوری ۱۹۷۰۔ ص ۱۵۳
۲۴۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ ۔ جلد اول۔ ص ۵۳۳

۲۵۔ یہاں کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کی غلطی معلوم ہوتی ہے "تین گز" کا فاصلہ تو ممکن ہی نہیں۔ باب السلام سے ہٹ کر ابو جہل کا مکان تھا' جہاں آج کل غسل خانے بنے ہوئے ہیں اور ان سے ذرا فاصلے پر حضور پُرنور ﷺ کی ولادتِ پاک کا مقام ہے۔

۲۶۔ مصباح الدین شکیل' شاہ۔ سیرت النبی ﷺ ایم۔ پی ایس او' کراچی۔ ۱۹۹۳۔ ص ۳۱

۲۷۔ سلمان منصور پوری' قاضی محمد سلیمان۔ سفرنامۂ حجاز (تاریخ الحرمین)۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور۔ اشاعت ثانی ۱۹۸۶/ ۱۴۰۲ھ۔ ص ۸۳

۲۸۔ اخبارِ مکہ وما جاء فیہا من الآثار۔ الجزء الاول۔ ص ۲۱۹' ۲۲۱

۲۹۔ سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۵۳۵

۳۰۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۲۶۳' ۲۶۴

شعبِ ابی طالب میں کون کون تھے

۳۱۔ حیات القلوب۔ جلد دوم۔ ص ۳۰۱

۳۲۔ طالب الہاشمی۔ تذکارِ صحابیات۔ البدر پبلی کیشنز' لاہور۔ چودھواں ایڈیشن نومبر ۱۹۹۴۔ ص ۱۵۳/ شہناز کوثر۔ حضور ﷺ کا بچپن۔ ص ۱۰۰

۳۳۔ اصح السیر۔ ص ۲

۳۴۔ شہناز کوثر۔ حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین۔ اختر کتاب گھر' لاہور۔ اشاعت اول ۱۴۱۴ھ۔ ص ۴۴۔ ۹۳' ۹۷۔ ۱۱۹

۳۵۔ ایضاً۔ ص ۷۲' ۸۴' ۸۹

۳۶۔ ابن اثیر۔ اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہؓ۔ الجزء الثانی۔ المکتبۃ الاسلامیہ۔ طہران۔ ۷۷ ۱۳ھ۔ ص ۲۹۰/ اردو ترجمہ از عبد الشکور فاروقی۔ جلد چہارم مکتبہ نبویہ' لاہور۔ نقش ثانی جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ۔ ص ۱۰۰

۳۷۔ سہیلی۔ الروض الانف۔ الجزء الاول۔ المطبعۃ الجمالیہ' مصر۔ ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ع۔ ص ۲۳۲

۳۸۔ طالب الہاشمی۔ رحمتِ دارین ﷺ کے سو شیدائی۔ البدر پبلی کیشنز' لاہور۔ بار چہارم جولائی ۱۹۸۸۔ ص ۵۳

۳۹۔ حضور پاک ﷺ کا جلال و جمال۔ ص ۱۹۰

۴۰۔ معین الدین احمد ندوی' شاہ۔ سیر الصحابہؓ: مہاجرین (حصہ اول)۔ ادارہ اسلامیات' لاہور۔ س ن۔ ص ۳۳۶/ نواز رومانی۔ جرنیل صحابہؓ۔ مکتبہ نبویہ' لاہور۔ طباعت اول جولائی ۱۹۹۰۔ ص ۷۸

۴۱۔ سعید انصاری ندوی و عبد السلام ندوی۔ سیر الصحابیاتؓ مع اسوۂ صحابیاتؓ۔ دار الاشاعت کراچی۔ س ن۔ ص ۵۳/ تذکارِ صحابیاتؓ۔ ص ۷۳/ افروغ حسن' حافظ۔ ازواجِ مطہرات۔ حصہ دوم۔ مکتبہ اردو ڈائجسٹ' لاہور۔ س ن۔ ص ۷/ شہناز کوثر۔ حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۳۹/ شہناز کوثر۔ ہجرتِ حبشہ۔ ص ۳۵/ اسد الغابہ (اردو ترجمہ) جلد ۱۰۔ ص ۲۹۳' ۳۰۶

شعبِ ابی طالب میں خیمے تھے یا مکان

۴۲۔ جعفر سبحانی۔ فروغِ ابدیت۔ ص ۲۲۶

۴۳۔ ربانی عزیز' غلام۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد اول۔ مکتبہ نبویہ لاہور۔ ۱۹۸۰۔ ص ۱۳۱

قید، محصوری یا بائیکاٹ

بنو عبدِ مناف کے چار قبیلوں میں سے دو، بنو عبدِ شمس / بنو اُمیّہ اور بنو نوفل دوسرے دو قبیلوں بنو ہاشم اور بنو المطّلب کے مقابلے میں اکٹھے تھے۔ بنو ہاشم کے خلاف عہد نامہ لکھتے ہوئے ان کے ساتھ بنو مخزوم، بنو عدی، بنو تیم، بنو سہم، بنو اسد، بنو جمح، بنو عبدالدار، بنو عامر بن لوی اور بنو حارث بن فہر، سب اکٹھے تھے۔ بعض سیرت نگاروں کے مطابق ان کے ساتھ بنو کنانہ (جنھیں ڈاکٹر **محمد حمید اللہ** الاحابیش قرار دیتے ہیں۔ الاحابیش کی بحث ہم پہلے کر چکے ہیں۔ محمودؔ) بھی شامل تھے۔ انھوں نے جس عہد نامہ پر اتفاق کیا، اس میں بنو ہاشم کے معاشی اور معاشرتی مقاطعے کا ذکر ہے، محصوری، نظر بندی یا قید کی بات نہیں۔

یہ تو **سُہَیلی** نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی جہاد کے سلسلے میں ایک گھاٹی میں پیش آنے والی روایت کو شعبِ ابی طالب سے منسوب کر دیا، تو سب نے مسلمانوں کی وہاں قید یا محصوری پر زور دینا شروع کر دیا۔ جن سیرت نگاروں کے نزدیک شعبِ ابی طالب میں بنو ہاشم نے خود حضور ﷺ کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا، انھوں نے ایک الگ گھاٹی میں پناہ گزینی کے تصوُّر کو فروغ دینا شروع کر دیا۔ معاشی بائیکاٹ کا لازمی نتیجہ یہ نکالا گیا کہ بنو ہاشم کے بچے آہ و بُکا کرتے تھے، لوگوں کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملتا تھا۔ سعد بن ابی وقاصؓ کے

چمڑا کھانے کی واحد روایت جب شعبِ ابی طالب میں قید کی گئی تو بعد کے لکھنے والوں نے سب بنو ہاشم کو چمڑا کھلانے کا تذکرہ شروع کر دیا، بلکہ اللہ معاف کرے، **محمد سعید شبلی** کے بقول کسی مصنّف نے تو جوتوں کے چمڑے تک بات پہنچا دی۔ "آپ ﷺ کے خاندان کے بچے بھوک پیاس کی شدت سے بلکتے تھے اور جوتوں کے چمڑے چبا چبا کر ان دنوں گزارا کرتے تھے"۔ (۱)

قید

جب شعبِ ابی طالب کو مکّہ سے دور سمجھ لیا گیا، جب اپنے گھروں سے نکل کر وہاں چلے جانے کی بات کی گئی، جب اسے ایسا درّہ یا تنگ گلی قرار دیا گیا جس کا راستہ صرف ایک ہی طرف تھا۔ معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ تو تھا ہی، اس سے لکھنے والوں کو شعبِ ابی طالب میں بنو ہاشم کو قید کرنے میں آسانی محسوس ہوئی۔ اور کسی نے انھیں وہاں قید لکھ دیا، کسی نے محبُوس قرار دیا، اور کچھ نہیں تو محصُوری تو بن ہی گئی تھی۔

سید **ظفر حسن امروہوی** کا زورِ بیان دیکھیے: "باتّفاقِ جمہور (تاریخ و حدیث) رسولُ اللہ ﷺ اور ان کے تمام خاندان نے شعبِ ابی طالب میں کامل تین برس تک جن (جس) مصیبت و شدّت میں دن کاٹے اور راتیں گزاریں، ان کا بیان دشوار ہے۔ اور کیوں کر نہ ہو، کھانا پینا بند، آنا جانا ترک، خرید و فروخت موقوف، شعب سے قدم باہر نکالنا دشوار۔ یہ ترکِ موالات کاہے کو تھی، حبسِ دوام کی پوری سزا تھی"۔ "قریش کسی کو نہ باہر نکلنے دیتے تھے، نہ اندر جانے دیتے تھے"۔ (۲)

اندازہ فرمائیے' اگر کھانا پینا بند ہو تو کوئی آدمی کتنے دن نکال سکتا ہے' آنا
جانا ترک ہو اور قدم شعب سے باہر نکالنا دشوار ہو تو تین سال کیسے گزر سکتے
ہیں۔ یہ 'مصائب بیان کرنے میں مظلومیت کے تاثّر کو گہرا کرنے کی کوشش ہے
یا دوسروں سے بڑھ کر بات کرنے کی کاوش ہے یا تاریخ کو مسخ کرنے کی
سازش۔ مگر افسوسناک حقیقت یہی ہے کہ یہ سچ ہرگز نہیں۔ درجِ بالا اقتباس تو ایک
شیعہ مصنّف کا ہے' شاید وہ مقرر یا ذاکر بھی ہوں' انھیں تو مظلومیت کو بڑھا چڑھا
کر بیان کرنے کی مشق ہو سکتی ہے' **عبدالصّمد رحمانی** کو دیکھیے' جو
شیعہ نہیں ہیں' لکھتے ہیں۔ "آپ سوچتے ہوں گے کہ آپ ﷺ کے
پورے خاندان کو آپ کی حمایت اور حفاظت کے عہد کے جرم میں شہربدر کر دیا
گیا اور ان پر ان کی زندگی بھاری کر دی گئی اور موت کے کھوہ میں پناہ لینے پر
مجبور کر دیا گیا"۔ (۳)

قاضی عبدالنّبی کوکب جیسا محقّق آدمی اور ذمّہ دار
شخص بھی اسی سیلاب کی نذر ہو گیا' لکھتے ہیں "حضورِ اکرم ﷺ' ابو طالب
اور خاندانِ ہاشم کے دوسرے افراد ایک گھاٹی میں قید رہے۔ اس گھاٹی کا نام
شعب ابو طالب تھا"۔ (۴)

ڈاکٹر **نصیر احمد ناصر** نے کفّارِ قریش کے عہد نامے کی شقیں
بھی بیان کی ہیں۔ اگرچہ ان میں ایسا اضافہ بھی کیا ہے جو اور کہیں نہیں ملتا۔ پھر
بھی ان میں ایسی کوئی شق نہیں بنی جس میں بنو ہاشم کی "شہربدری" کا اندازہ ہوتا
ہو' مگر ڈاکٹر **ناصر** نے اس عہد نامے کی بنیاد پر نتیجہ یہ نکالا ہے: "قریش نے

آپ ﷺ کی آواز کو دبانے اور خاندانِ بنی ہاشم کی حمایت سے محروم کرنے
کے لیے ایک سفّاکانہ منصوبہ بنایا۔ اس منصوبے کا مقصد آپ ﷺ اور
آپ کے خانوادے بنو ہاشم کو شہربدر اور محصور کر کے ان کا معاشرتی مقاطعہ کرنا
تھا"۔ (۵) **عبدالوہاب حجازی** نے عنوان ہی "زندانِ شعبِ ابی طالب"
باندھا ہے (۶)

صفی الرّحمان مبارکپوری نے بھی لکھا ہے کہ "سارے
افراد خواہ مسلمان رہے ہوں یا کافر' سمٹ سمٹا کر شعبِ ابی طالب میں محبوس ہو
گئے"۔ (۷)

ہم گزشتہ باب میں یہ عرض کر چکے ہیں کہ اگر خدانخواستہ یہ قید ہوتی
اور شہربدری کی صورت ہوتی تو کہیں سے' کسی کتابِ تاریخ و سیرت سے' یہ خبر
بھی ملتی کہ اس تین سال کے دورانیے میں کعبۃُ اللہ کی تولیت اور زائرین اور
حاجیوں کی خدمت کا کام ان زندانیوں کے علاوہ کس نے کیا تھا۔ حقیقت یہی ہے
کہ بنو ہاشم اپنے گھروں ہی میں رہے' یہی علاقہ شعبِ ابی طالب کہلاتا تھا اور شہر
بدری اور قید محض تصوّراتی چیزیں ہیں۔

محمد سعید شبلی نے مصنّف کا نام نہیں لکھا' لیکن لکھا ہے
کہ "۱۹۷۸ء میں ایک ۴۸ صفحات کا رسالہ بنام "فلاحِ دارین" ایک بہت بڑے
عالم کا تالیف کردہ پاکستان کے ایک بہت بڑے محکمے نے' حکومت کے اخراجات
سے شائع کیا ہے۔ اس میں شعبِ ابی طالب کا واقعہ ایسے الفاظ اور ایسے طریق
سے بیان کیا گیا ہے جس میں حضور ﷺ کی کسرِ شان' بے ادبی' غلط بیانی

وغیرہ وغیرہ کی گئی ہے۔ ..... ("فلاحِ دارین" کے مؤلف نے بھی شاید مبالغے کو
ایمان کا حصہ سمجھا ہو' اس نے "تین سال کی بامشقت قید" لکھ دی۔ محمودؔ) قید کا
تخیّل اور کلمہ مؤلفِ فلاحِ دارین کی اپنی اختراع ہے۔ مشرکینِ مکہ نے قید کرنے
کا کوئی خیال نہیں کیا تھا اور نہ ہی وہ قید کر سکتے تھے ... آپ ﷺ اپنے رفقا
کو اپنے موروثی مملوکہ علاقے شعبِ ابی طالب میں لے جا کر (ہمارے نزدیک
"لے جا کر" والی بات درست نہیں۔ محمودؔ) بحفاظت رہنے لگ گئے۔ اسے قید
اور قید بامشقت وہی کہے گا جو ہوش و حواس باختہ ہو یا جس کے عقاید میں خرابی
ہو ..... عیاذاً باللہ فرضی خود ساختہ اصطلاح "قید بامشقت" تحریر کر دی"۔ (۸)

محصوری / نظربندی / پناہ گزینی

طبقاتِ ابنِ سعد میں ہے: "قریش نے باہم یہ عہد لکھا تھا تو بنی
ہاشم تین سال تک اپنے شعب میں (جو مکے کے قریب ایک مقام ہے) محصور
رہے" آخر میں جب عہد نامہ ختم کیا جا رہا تھا' اس موقع پر "ابو طالب یہ کہتے
ہوئے شعب واپس آئے کہ اے گروہِ قریش! ہم لوگ کس بنا پر محصور و مقید
ہیں' حالانکہ حقیقت امر واضح ہو گئی ہے"۔ (۹)

محمد ادریس کاندھلوی نے لکھا: "حافظ **ابنِ کثیر** فرماتے ہیں کہ اسی
عرصہ میں جب نبیٔ اکرم ﷺ اور بنو ہاشم شعبِ ابی طالب میں محصور تھے
...."۔ **فتح الباری** اور **البدایہ و النّہایہ** کے حوالے سے بھی انھوں
نے یہی فقرہ دہرایا ہے (۱۰)

ڈاکٹر **شیخ مصطفیٰ سباعی** (سابق پرنسپل شریعت کالج' شام)

کے بقول بھی "رسول اللہ ﷺ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ہمراہ
شعبِ ابی طالب میں محصور رہے" (۱۱)

بات چل رہی ہے کہ کن سیرت نگاروں نے بنی ہاشم کو شعبِ ابی طالب
میں محصور قرار دیا ہے۔ محصوری کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو یہ کہ حالات سے
مجبور ہو کر' یا ڈر کر' یا حضور ﷺ کی حفاظت کے خیال سے بنی ہاشم نے
اپنے آپ کو ایک مضبوط حصار میں محفوظ کر لیا۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ کفّارِ قریش
نے انھیں ایک جگہ محصور کر دیا۔ چونکہ بیشتر سیرت نگاروں نے "محصوری"
فرض کر لی ہے اس لیے آگے تفصیلات میں جاتے ہوئے کسی نے ایک پہلو اور
کسی نے دوسرے پہلو کو اختیار کر لیا ہے۔

قاضی محمد سلیمان **سلمان منصور پوری** نے لکھا ہے۔ "نبی
ﷺ اور ان کا قبیلہ مجبور ہو گئے۔ گھر بار چھوڑ کر پہاڑ میں محبوس و محصور
ہو کے رہنے لگے"۔ (۱۲) سیّد **ابوالاعلیٰ مودودی** نے بھی یہی پہلو اختیار
کیا ہے۔ "... اور اس کے بعد دونوں خاندان ابو طالب کی ہدایت پر شعبِ ابی
طالب میں محصور ہو کر بیٹھ گئے" (۱۳) محمد **جعفر شاہ پھلواروی** کا بھی
یہی خیال ہے۔ "تمام قبائل قریش کے اس اعلانِ مقاطعہ کے بعد بنی ہاشم اپنا
سامان خورد و نوش وغیرہ لے کر ایک تنگ گھاٹی میں محصور ہو گئے۔" (۱۴)

جن سیرت نگاروں کا یہ خیال ہے کہ محصوری بنی ہاشم پر مسلط کی گئی
تھی' ان میں مُلّا **معین واعظ کاشفی** لکھتے ہیں "جب کفّار کو خبر ہوئی تو
انھوں نے اس عہد کو قسم کے ساتھ پختہ کیا اور اس گھاٹی میں ان کا محاصرہ کر لیا"

(۱۵) شیخ **محمد رِضا مصری** نے عنوان ہی یہ باندھا ہے۔ "شعبِ ابی طالب کے محاصرہ اور عہد نامہ کا بیان" (۱۶) **محمد حسین ہیکل** نے "مکہ سے باہر پہاڑ کی گھاٹی میں محصور" اور "مسلمانوں اور ہاشمیوں کے شعبِ ابی طالب میں حصار پر" وغیرہ کے الفاظ لکھے ہیں (۱۷)

غلام دستگیر نامی نے بھی لکھا کہ "..... اب ایک علاج باقی رہ گیا ہے کہ محمد ﷺ و ہوا خواہانِ محمد ﷺ سے متارکہ (بائیکاٹ یا نانِ وُرْتن) کیا جائے اور ان کو محصور کر دیا جائے کہ نہ وہ کسی سے ملیں، نہ ان سے کوئی آکر ملے۔" (۱۸) پیر **محمد کرم شاہ** بھی کہتے ہیں "یہ محاصرہ نبوّت کے ساتویں سال ماہِ محرّم میں شروع ہوا۔" (۱۹) ہم گزشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں کہ اگر یکم محرّم سن ۷ نبوی کو عہد نامہ لکھا گیا اور اسی وقت "محصوری" شروع ہو گئی تو پھر شعبِ ابی طالب کا کسی اور جگہ، شہر سے باہر ہونا محلِّ نظر ہے۔ کیونکہ دو قبیلوں کے تمام مسلمان اور کافر حضرات و خواتین اور بچوں کا نقلِ سکونت کرنا فوری طور پر کس طرح ممکن ہے جبکہ پہلے سے اس باہر کے مقام پر مکانات بھی نہ ہوں۔

عبدالصمد رحمانی نے بھی کُفّارِ قریش ہی کو محاصرہ کرنے والے قرار دیا ہے۔ "یہ محاصرہ تین سال تک جاری رہا اور قریش اپنے معاہدے کی پوری نگرانی کرتے رہے کہ ان سے نہ کوئی ملے جُلے، نہ باہر سے ان کے پاس کوئی چیز پہنچے"۔ (۲۰)

محمد سعید شبلی نے **سیرۃِ حلبی** (جلد اوّل۔ ص

۳۷۰) کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے ایمان لانے پر، مشرکین حضور ﷺ کو (خاکم بدہن) شہید کرنے پر مُتّفق ہوئے، اس وقت بھی مشرکوں کو قید کرنے یا محصور کرنے کا خیال تک نہ تھا۔ **سعید شبلی** نے شعبِ ابی طالب کے حوالے سے لکھا ہے کہ "نہ یہ قید کی صورت ہے، اور نہ محاصرہ ہے۔ قید کرنا تو سرے سے ہی غلط ہے" "شعبِ ابی طالب کے قیام کو محاصرہ تحریر کرنے والو! غور کرو یقین کر لو کہ وہ محاصرہ قطعاً نہ تھا"۔ (۲۱)

بعض سیرت نگار حضرات نے اس عمل کو شعبِ ابی طالب میں بنو ہاشم کی "نظر بندی" قرار دیا ہے۔ غلام احمد **پرویز** نے "معراجِ انسانیت" میں لکھا ہے۔ "تین برس تک نبیِٔ اکرم ﷺ اور ان کے ساتھ خاندانِ بنو ہاشم نظر بندی کی سی حالت میں رہے"۔ (۲۲) **محمد حسین ہیکل** نے بھی حرمت کے مہینوں میں دعوتِ اسلام کے ذکر میں لکھا ہے کہ "جناب محمد صلعم (ﷺ) بھی نظر بندی کے حصار سے نکل کر....." (۲۳) **سلام اللہ صدّیقی** نے حضرت عبداللہ بن عبّاسؓ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ "ہجرت سے تین یا پانچ سال قبل مکّہ کی گھاٹی شعبِ ابن طالب میں پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں بنو ہاشم کو اس گھاٹی میں نظر بند کر دیا گیا تھا"۔ (۲۴)

نیّر نعیم نے اس کیفیت کو "قریش کی ناکہ بندی" کہا ہے۔ "یہ واقعہ بتاتا ہے کہ شعبِ ابی طالب میں محصور افراد کن سختیوں کو جھیل رہے تھے اور قریش کی ناکہ بندی کس درجہ سخت تھی"۔ (۲۵)

کچھ سیرت نگاروں نے ان تین برسوں کو بنی ہاشم کی شعبِ ابی طالب

میں پناہ گزینی قرار دیا ہے۔ **شبلی نُعمانی** نے لکھا "ابو طالب مجبور ہو کر تمام خاندانِ ہاشم کے ساتھ شعبِ ابو طالب میں پناہ گزین ہوئے" (۲۶) **نعیم صدّیقی** کا کہنا بھی یہی ہے۔ "بنو ہاشم بے بس ہو کر شعبِ ابی طالب میں پناہ گزین ہوئے" (۲۷) طالب ہاشمی نے بھی یہی رُخ اختیار کیا ہے۔ "چنانچہ وہ ہاشم اور ان کے بھائی مُطّلب کی تمام اولاد و اخلاف کو ساتھ لے کر شعبِ ابی طالب میں پناہ گزین ہو گئے"۔ (۲۸)

اصل میں قید، محصوری، نظر بندی، پناہ گزینی --- کسی کو کچھ، کسی کو کچھ اس لیے کہنا پڑا کہ بنو ہاشم کو شہر بدر کرنا تھا۔ حالانکہ یہ فی الواقعہ اپنے اپنے گھروں ہی میں تھے اور انھیں صرف بائیکاٹ (معاشی و معاشرتی مقاطعے) کا سامنا تھا۔

بائیکاٹ

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ کُفّارِ قریش نے بنو ہاشم کے سلسلے میں جو عہد نامہ لکھا اور سب نے اسے تسلیم کیا، اور وہ عہد نامہ آخر کار کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا، اس میں بنو ہاشم کے ساتھ معاشرتی اور معاشی مقاطعے کی شقیں تھیں۔ ڈاکٹر **مُصطفیٰ سباعی** نے لکھا ہے کہ "یہ مقاطعہ دو یا تین سال تک جاری رہا"۔ (۲۹) **حفظ الرّحمان سیوہاروی** نے بھی مقاطعے اور معاہدۂ مقاطعہ کا ذکر کیا ہے (۳۰) **اشرف علی تھانوی** نے بھی کہا ہے کہ "کفّار نے آپ ﷺ سے اور بنی ہاشم و بنی مطّلب سے برادری قطع کر دی"۔ (۳۱)

ڈاکٹر **نثار احمد** نے اس سلسلے میں قرار دیا ہے کہ "شعبِ ابی طالب

کی جائے وقوع کا تعیّن بڑی حد تک مقاطعے کی اس نوعیت کو واضح کر دیتا ہے کہ یہ مقاطعہ محض معاشی و معاشرتی بائیکاٹ تھا، اور ہمارے اس مؤقف کی تائید اس ظالمانہ معاہدے کے مضمون سے بھی ہوتی ہے جس کے تحت یہ مقاطعہ نافذ کیا گیا تھا"۔ (۳۲)

امیر افضل خاں کا خیال ہے کہ بنو ہاشم ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ میں آسانی کے ساتھ شریک ہونے کے لیے اکٹھے ہو گئے تھے اور "جناب ابو طالبؓ نے باقی قبائل کے مسلمانوں کو بھی اس جگہ پناہ دی"۔ (۳۳)

ہمارے نزدیک کسی اور قبیلے کے کسی فرد کو پناہ دینے کی بات تو جبھی ہو سکتی ہے جب شعبِ ابی طالب الگ جگہ ہو اور وہاں بنی ہاشم جا بسے ہوں، اور یہ بات درست نہیں ہے۔ لیکن **امیر افضل خاں** کی بات سے یہ نیا پہلو سامنے آیا ہے کہ بنو ہاشم پناہ گزین نہیں تھے بلکہ یہ دوسرے لوگوں کو پناہ دینے کے قائل تھے۔

حواشی

قید، محصوری یا بائیکاٹ

۱۔ اسح المطالب فی شعبِ ابی طالب۔ ص ۱۸

قید

۲۔ ظفر حسن امروہوی، سید۔ سیرۃ الرسول ﷺ۔ ص ۲۹۶، ۲۹۳

۳۔ حیاتِ پیغمبرِ اعظم ﷺ۔ ص ۱۳۹

۴۔ عبدالنبی کوکب، قاضی۔ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔ ٹیکنیکل پبلشرز، لاہور۔ طبع دوم ۱۹۸۷۔ ص ۳۹

۵۔ پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ۔ ص ۳۲۷

۶۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۸۔ ص ۶۰۰ ("سرور عالم ﷺ نازک لمحات کی میزان پر" از عبدالوہاب حجازی)

۷۔ الرحیق المختوم ------ ص ۱۹۰

۸۔ اصح الطالب فی شعب ابی طالب۔ ص ۱۸، ۲۹

محصوری / نظربندی / پناہ گزینی

۹۔ طبقات ابن سعد۔ جلد اول۔ ص ۲۵۹، ۲۶

۱۰۔ ادریس کاندھلوی، محمد۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۹۸

۱۱۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۱۲۔ ص ۳۸۷ ("سرور انسانیت ﷺ: بطرز چند نصائح" از ڈاکٹر شیخ مصطفیٰ سباعی۔ اردو ترجمہ از نور الٰہی ایڈووکیٹ)

۱۲۔ سلمان منصور پوری، قاضی محمد سلیمان۔ رحمۃ للعالمین ﷺ۔ حصہ اول۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔ س ن۔ ص ۷۳

۱۳۔ سیرت سرور عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۷۳

۱۴۔ پیغمبر انسانیت ﷺ۔ ص ۱۵۹

۱۵۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۰۹

۱۶۔ محمد رضا شیخ۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ ص ۲۰۳

۱۷۔ حیات محمد ﷺ۔ ص ۲۱۵

۱۸۔ تاریخ مکہ معظمہ۔ ص ۷۳

۱۹۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۷

۲۰۔ حیات پیغمبر اعظم ﷺ۔ ص ۱۳۸

۲۱۔ اصح الطالب فی شعب ابی طالب۔ ص ۲۱، ۲۴

۲۲۔ معراج انسانیت۔ ص ۱۳۵

۲۳۔ حیات محمد ﷺ۔ ص ۲۱۵

۲۴۔ سلام اللہ صدیقی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ مکتبہ میری لائبریری، لاہور۔ ۱۹۶۹۔ ص ۱۳

۲۵۔ نیر مدیم۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ۔ نفیس اکیڈمی، کراچی۔ طبع اول اگست ۱۹۸۴۔ ص ۹۵

۲۶۔ شبلی نعمانی۔ سیرت النبی ﷺ۔ جلد اول۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد۔ ص ۲۳۲

۲۷۔ محسن انسانیت ﷺ۔ ص ۱۸۹

۲۸۔ طالب ہاشمی۔ سیرت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ قومی کتب خانہ، لاہور۔ ایڈیشن دوم اکتوبر ۱۹۸۱۔ ص ۲۶

بائیکاٹ

۲۹۔ مصطفیٰ سباعی، ڈاکٹر۔ سیرت نبوی ﷺ۔ القمر انٹرپرائزز، لاہور۔ ۱۹۸۹۔ ص ۵۸ (اردو ترجمہ از مزمل حسین فلاحی)

۳۰۔ نور البصر فی سیرت خیر البشر ﷺ۔ ص ۵۸

۳۱۔ حبیب خدا ﷺ۔ ص ۳۱

۳۲۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۲۹۳

۳۳۔ حضور پاک ﷺ کا جلال و جمال۔ ص ۱۹۰

شعب سے باہر کے لوگ

یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کے علاوہ مکّہ کے تمام قبائل "شعبِ ابی طالب" سے باہر تھے۔ شعب سے باہر کا مطلب یہ قطعاً نہیں ہے کہ شعب میں محصور، محبوس، مقیّد یا نظر بند اور پناہ گزین لوگوں میں اور کوئی نہیں تھا۔ مقصد یہ ہے کہ کُفّارِ قریش کے مقاطعے کا شکار صرف بنو ہاشم ہی تھے۔ (بنو المطلب اور بنو ہاشم تو ایک ہی ٹھہرے) جب ہم یہ قرار دیتے ہیں کہ شعبِ ابی طالب کوئی الگ جگہ نہیں تھی اور بنی ہاشم کے مکان اسی محلے میں تھے تو یہ بات غلط نہیں کہ کُفّار بھی ساتھ ہی رہتے تھے۔ ابن الاصدا ہذلی بقولِ **ابنِ اسحاق** حضورِ اکرم ﷺ کے گھر کے اندر اذیّت دیا کرتا تھا۔ آپ ﷺ اس کی حرکتوں پر دروازے پر کھڑے ہو کر صرف اس قدر فرماتے، اے بنی عبدِ مناف! یہ کیسی ہمسائگی ہے (۱) ابولہب بھی حضور ﷺ کا ہمسایہ تھا(۲) اور یہ تو تھا ہی بنی ہاشم میں سے۔ بدقسمتی سے اس نے قبیلے کا ساتھ نہ دیا اور کفارِ قریش کے ساتھ مل کر مقاطعے کے عہد نامے میں شریک ہوا۔ **روضۃ الاحباب** میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ کے ارشادِ گرامی کے مطابق ابولہب اور عُقبہ بن ابی مُعیط، دو بد ترین ہمسائے تھے۔ عُقبہ بن ابی مُعیط کی بیوی اروی بنتِ کریز ہیں جو حضورِ اکرم ﷺ کی پھوپھی اُمِّ حکیم بنتِ عبدالمطلب کی بیٹی ہیں اور حضرت عثمانِ غنیؓ

کی والدہ ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کی سمدھن بھی ہیں۔ (۳) **صفی الرّحمان مبارکپوری**، **ابنِ اسحاق** کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جو ہمسائے گھر کے اندر بھی حضور ﷺ کو اذیتیں دیتے تھے، ان میں عدی بن حمرا ثقفی بھی شامل ہے۔ (۴)

ابنِ سعد حضور ﷺ کو اذیت دینے، دشمن رکھنے اور فساد کرنے والوں میں عدی بن حمرا ثقفی کے علاوہ ابوجہل بن ہشام، اسود بن عبد یغوث، ولید بن مغیرہ، ابی خلف، عاص بن وائل، منبّہ بن الحجاج، سائب بن صیفی بن عابد، عاص بن سعید بن العاص، عُقبہ بن ابی مُعیط، حکم بن ابی العاص، ابولہب، حارث بن قیس، امیّہ، ابو قیس بن الفاکہ بن المغیرہ، نضر بن الحارث، زُہیر بن ابی امیّہ، اسود بن عبدالاسد، عاص بن ہاشم اور الاصدا ہذلی کو شامل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ سب قریش کے ہمسائے تھے۔ اس کے علاوہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابوسُفیان بن حرب بھی عداوت رکھتے تھے مگر یہ لوگ حضور ﷺ کی بدگوئی نہیں کرتے تھے (۵)

اس طرح حضورِ پُرنُور ﷺ کے یہ سب کافر ہمسائے، حضور ﷺ سے دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ لیکن زیرِ نظر باب میں ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ دشمنی کرنے والے تو اپنی حد تک مقاطعے سے پہلے بھی اپنی سی کرتے رہے اور مقاطعے کے بعد بھی جو کچھ اُن سے بن پڑا، انھوں نے مخالفتِ ختمی مرتبت ﷺ میں کیا۔ لیکن مقاطعے کے دوران میں ان لوگوں کا کیا کردار رہا جو اگرچہ دوسرے قبیلوں سے تھے لیکن اسلام لا چکے

تھے۔

اُس وقت تک کتنے آدمی مسلمان ہو چکے تھے

حتمی صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مقاطعے کے اعلان تک کتنے لوگ خدا اور رسولِ خدا (جلّ جلالہٗ و صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم) پر ایمان لا چکے تھے لیکن ڈاکٹر **یاسین مظہر صدّیقی** نے اسلام کی خفیہ تبلیغ کے زمانے کے تین برسوں میں اسلام لانے والوں کی تعداد سو کے قریب لکھی ہے (۶) سید **ابوالاعلیٰ مودودی** نے خفیہ دعوت کے پہلے تین سالہ دور میں اسلام قبول کرنے والے ۱۳۳ خواتین و حضرات کی فہرست مرتّب کی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ **الاستیعاب** اور **اُسُد الغابہ** میں حضرت عبّاسؓ کی بیوی اُمّ الفضل کے متعلق لکھا ہے کہ یہ پہلی عورت تھیں جو حضرت خدیجہؓ کے بعد مسلمان ہوئیں۔ اگر یہ قول صحیح ہے تو تعداد ۱۳۴ ہو جاتی ہے (۷)

ان ۱۳۴ مسلمانوں میں سے بنو ہاشم اور بنو المطّلب کے صاحبِ ایمان لوگوں سے قطع نظر دوسرے قبائل کے چند بہت اہم نام ہم ذیل میں درج کرتے ہیں: ابو حُذیفہؓ، عثمان بن عفّانؓ، خالد بن سعید بن العاص، عبداللہ بن جحشؓ، ابو احمد بن جحشؓ، عبید اللہ بن جحش، (بنو امیّہ اور حُلفاءِ بنو امیّہ)۔ عبید اللہ بن جحش بعد میں مرتد ہو کر مرا)۔ طلحہ بن عبید اللہ، حارث بن خالدؓ۔ (بنی تیم)۔ زبیر بن العوام۔ خالد بن حزام، اسود بن نوفل اور عمرو بن امیّہ (بنی اسد)۔ عبد الرحمان بن عوف، سعد بن ابی وقّاص، عُمَیر اور عامر بن ابی وقاص، مطّلب اور طُلَیب بن ازہر، عبداللہ بن شہاب، عتبہ اور عبداللہ بن مسعود، مقداد بن عمروؓ، شرجیل جابر

اور جُنادہ بن حسنہ (بنی زہرہ اور حُلفاءِ بنی زہرہ) سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، زید بن خطّاب۔ عامر بن ربیعہ، معمر بن عبداللہ، نُعَیم بن عبداللہ، عدی بن نضلہ، عُروہ بن ابی اُثاثہ، مسعود بن سوید۔ واقد بن عبداللہ اور بُکَیر بن عبد یالیل کے چار بیٹے (بنی عدی اور حلفاءِ بنی عدی) مُصعب اور ابو الرّوم بن عُمَیر، فراس بن النضر، جہم بن قیس (بنی عبد الدّار) عثمان بن مظعون اور ان کے تین بھائی، معمر، حطّاب اور حاطب بن الحارث۔ سفیان بن معمر، نبیہ بن عثمان (بنی جمح) عبداللہ اور خُنَیس بن حُذافہ۔ ہشام بن عاص بن وائل۔ حارث بن قیس اور ان کے دو بیٹے۔ قیس بن حُذافہ۔ عمیر بن رئاب اور الحارث کے چھے بیٹے (بنی سہم اور حُلفاءِ بنی سہم) ابو سلمہ، ارقم بن ابی الارقم، عیّاش بن ابی ربیعہ، ولید بن ولید بن مغیرہ، ہشام بن ابی حُذیفہ، سلمہ بن ہشام، ہاشم بن ابی حُذیفہ، ہبار اور عبداللہ بن سُفیان، (بنی مخزوم) ابو سبرہ بن ابی رُہم، عبداللہ بن سہیل، حاطب، سُلیط اور سکران بن عمروؓ، مالک بن زمعہ۔ ابنِ اُمِّ مکتوم (بنی عامر بن لُوَی) ابو عبیدہ بن الجراح، سہیل بن بیضا، سعد بن قیس، عمرو بن الحارث، عثمان بن عبدِ غنم، حارث بن سعید (بنی فہر بن مالک) طُلَیب بن عُمَیر (بنی عبدِ قُصَی)۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

یاسین مظہر صدّیقی نے مسعود بن القاری، عمرو بن عبسہ اور عمر بن حارث کو، پیر **محمد کرم شاہ** نے مسعود کے علاوہ عمرو بن عتبہ اور عمران بن حصین کو، محمد طاہر القادری نے عفیف کندی کو، معین الدین ندوی نے شجاع بن وہب، شمّاس بن عثمان اور سالم مولیٰ ابی حُذیفہ کو، نور بخش توکّلی اور ڈاکٹر **نصیر احمد ناصر** نے ابوذر غفاری کو اور مخدوم **محمد ہاشم**

سندھی نے انیس بن جُنادہ' معیقیب بن ابی فاطمہ اور عُتبہ بن غزوان کو بھی پہلے ایمان لانے والوں میں شمار کیا ہے۔ **ابُوالاعلیٰ مودودی** کی محوّلہ بالا فہرست میں یہ نام نہیں ہیں۔ اگر انھیں بھی شامل کر لیا جائے تو یہ فہرست ڈیڑھ سو تک جا پہنچتی ہے۔(۸)

معین الدین احمد ندوی نے **سِیَرُالصّحابہؓ** (مہاجرین حصّہ اوّل ودُوُم) میں جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ذکر میں یہ لکھا ہے کہ یہ دارِارقم سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے' ان کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

زبیر بن عوّام۔ طلحہ بن عبیداللہ۔ عبدالرحمان بن عوف۔ سعد بن ابی وقّاص۔ ابو عبیدہ بن الجرّاح۔ سعید بن زید۔ حمزہ بن عبدالمطّلب۔ عمر بن خطّاب۔ جعفرِطیّار۔ زید بن حارثہ۔ مُصعب بن عُمَیر۔ عثمان بن عفّان۔ ارقم بن ابی الارقم۔ مقداد بن اسود۔ عتبہ بن غزوان۔ عامر بن فُہیرہ۔ ابو سلمہ۔ عمّار بن یاسر۔ صہیب بن سنان۔ عبداللہ بن جحش۔ ابوحُذیفہ۔ عُبیدہ بن الحارث۔ شمّاس بن عثمان۔ عُمَیر بن ابی وقاص۔ عامر بن ربیعہ۔ اُسامہ بن زید۔ شرجیل بن حسنہ۔ ابنِ اُمِّ مکتوم۔ خبّاب بن ارت۔ زید بن خطّاب۔ ابو رافع۔ ثوبان۔ عمرو بن عبسہ۔ سلمہ بن ہشام۔ عبداللہ بن سہیل بن عمرو۔ عبداللہ بن حُذیفہ سہمی۔ ہشام بن عاص۔ قدامہ بن مظعون۔ عثمان بن مظعون۔ عبداللہ بن مظعون۔ ابو احمد بن جحش۔ عبداللہ بن جحش۔ عبیداللہ بن جحش (جو حبشہ میں عیسائی ہو کر مرا)۔ مسطح بن اُثاثہ۔ مُرثد بن ابی مُرثد غنوی۔ واقد بن عبداللہ۔ عیّاش بن ابی ربیعہ۔ عبداللہ بن مخرمہ۔ نعیم النحّام۔ معمر بن عبداللہ۔ عمرو بن عوف۔ سہیل

بن بیضا۔ ابو قیس بن حارث۔ سُلیَط بن عمرو۔ ابُو مُرثد غنوی۔ ابو سبرہ بن ابی رُہم۔ خُنیس بن حُذافہ۔ عتبہ بن مسعود۔ سائب بن عثمان۔ عامر بن ابی وقّاص۔ عمرو بن سُراقہ بن معتمر۔ اسد بن نوفل۔ سعد بن خولہ۔ معمر بن ابی سرح۔ محمیہ بن جزء۔ عدی بن نضلہ۔ یزید بن زمعہ۔ سکران بن عمرو۔ فراس بن نضر۔ حاطب بن حارث۔ معمر بن حارث۔ حارث بن خالد۔ مسعود بن ربیع۔ عمرو بن عثمان۔ حطّاب بن حارث۔ عبداللہ الاصغر۔ عاقل بن بُکیَر۔ ایاس بن بکیر۔ خالد بن بکیر۔ عامر بن بکیر۔ قیس بن عبداللہ۔ مالک بن زمعہ۔ حاطب بن عمرو۔ جہم بن قیس۔ ہاشم بن ابوحُذیفہ۔ رضی اللہ عنہم۔

ہم نے **سِیَرُالصّحابہؓ** میں مرقوم تذکرۂ مہاجرین میں سے ایک ایک شخصیت کے بارے میں پڑھ کر یہ نام جمع کیے ہیں۔ قارئینِ کرام دیکھ رہے ہوں گے کہ ان میں سے بیشتر صحابۂ کرامؓ کا نام سیّد **ابو الاعلیٰ مودودی** والی فہرست میں آچکا ہے جو انھیں نے پہلے تین سال میں دعوتِ اسلام قبول کرنے والوں کی مرتّب کی ہے۔ اس سے یہ اندازہ کرنا درست نہیں ہو گا کہ پہلے تین برسوں میں تو اتنے زیادہ لوگ ایمان لائے اور بعد میں یہ رفتار بہت کم ہو گئی۔ اصل یہ ہے کہ ابوالاعلیٰ **مودودی** کو جو نام ملتا گیا ہے' انھوں نے پہلے تین برسوں کے کھاتے میں ڈال دیا ہے۔ اسی لیے انھوں نے اپنے عمومی انداز کے خلاف ان کا "سورس" نہیں بتایا۔ بہرحال' یہ بات زیرِ نظر موضوع سے متعلّق نہیں ہے۔

دوسرے قبیلوں کے مسلمان مدد کیوں نہ کر سکے

یہاں ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اتنے جلیل القدر، نڈر، جاں نثار قسم کے صحابۂ کرامؓ دوسرے قبیلوں میں موجود تھے۔ اگر حضور رحمتِ ہر عالم ﷺ کو قید یا نظر بند کیا گیا ہوتا اور آپ ﷺ اور آپ کے اہلِ خاندان کفّار کی ستم رانیوں کا شکار ہوتے تو یہ صاحبِ ایمان صحابہؓ خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ حقیقت یہی ہے کہ شعبِ ابی طالب شہر سے دور، الگ کوئی مقام نہیں تھا۔ حضور ﷺ اور بنی ہاشم جہاں جہاں رہتے تھے، وہیں کفّار کے مقاطعے کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس دوران میں حضورِ اکرم ﷺ کے شریکِ تجارت لوگ آپ کا سامانِ تجارت باہر لے جاتے، لاتے رہے (جو عرب تجارت کا طریقہ تھا۔ اس پر تفصیلی گفتگو ہم متعلقہ باب میں کریں گے) اور کھانے پینے میں کوئی خاص دِقت بھی نہیں ہوئی۔ کہیں ایک آدھ بار ایک آدھ دن کے لیے تنگی محسوس ہوئی ہو، تو ہوئی ہو۔ ورنہ پورے قبیلے کو ہر طرح سے اشیاءِ ضرورت پہنچتی رہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بنی ہاشم اور بنی المطلب کے وہ لوگ جو ایمان نہیں لائے تھے، اور ان تین برسوں کی مفروضہ "محصوری" میں بھی حضور ﷺ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چلنے کے لیے آمادہ نہ ہوئے، وہ بھی اپنے بچوں کو بھوکوں نہ مارتے۔ اور تین برسوں میں ایک آدھ بار تو حضور ﷺ کو کفّار کے حوالے کرنے کی کوئی نہ کوئی سازش تیار ہو جاتی۔

اگر سیرت نگار حضرات کی بیان کردہ قید اور محصوری، اور اس میں پیش آنے والی صعوبتوں کو درست مان لیں تو بنو ہاشم کے علاوہ دوسرے قبائل کے اہلِ ایمان کی جُرأت اور بہادری کو کیا کریں گے جس نے بعد میں دنیا سے اپنا لوہا

منوا لیا لیکن وہ اپنے رسولِ مکرم ﷺ کی تین سالہ تکلیف دہ زندگی کو محض ایک "مبصّر" کی طرح دیکھتے رہے۔

سید **ظفر حسن امروہوی** لکھتے ہیں: اس سلسلے میں تعجّب کی بات یہ ہے کہ اس محاصرے سے پہلے تک جو لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، جن میں کئی نامور اور بہادر قسم کے لوگ بھی تھے، تین سال کے اندر ان کا کیا حشر ہوا۔ اگر خاموش گھروں کے اندر دروازے بند کر کے بیٹھ رہے تو جان کے لاگو دشمنوں نے ان کو بے روک ٹوک رہنے کیسے دیا۔ اور اگر انھیں آزادی سے چلنا پھرنا نصیب تھا اور کچھ مقتدر ہستیوں کی پناہ میں تھے تو انھوں نے سرکارِ رسالت ﷺ کی اس مصیبت میں کیا مدد کی۔ کیا کبھی کوئی جنس لے کر چھپے دبے شعبِ ابی طالب کی طرف قدم بڑھائے۔ اگر کفّار کی مزاحمت کا خوف تھا تو ان سے مقابلہ کرتے۔ اگر وہ مارتے تو پٹ لیتے، خوشامد درآمد سے کام لیتے۔ کبھی نہ کبھی تو اس کوشش میں کامیاب ہو ہی جاتے۔ بالفرض مر بھی جاتے تو درجہ شہادت پاتے۔ تین سال کی اس طولانی مدّت میں ان حضرات نے کیا کیا، اس کا تاریخوں سے کچھ پتا نہیں چلتا"۔ (۹)

حضرت فاروقِ اعظمؓ کے بارے میں سب سیرت نگار لکھتے ہیں کہ ان کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کو بہت تقویت حاصل ہوئی۔ انھوں نے کہا کہ ہم چھپ چھپ کر کیوں نمازیں پڑھ رہے ہیں، خانۂ کعبہ میں جا کر عبادت کیوں نہ کریں۔ اور ایسا ہی ہوا۔ پھر اُن کا ان تین برسوں میں کوئی کردار کیوں سامنے نہیں آتا۔ اسی طرح اسلام کے وہ جلیل القدر نڈر اور دلیر جرنیل جنھوں

نے اپنی بہادری اور شجاعت کا لوہا ساری دنیا سے منوایا' اور اس وقت تک مسلمان بھی ہو چکے تھے' وہ کیوں منقار زیرِ پر رہے۔

سعد بن ابی وقاص تھے' عبداللہ بن جحش تھے' عمیر بن عدی تھے' زید بن حارثہ تھے' ابو سلمہ تھے' مرثد بن ابی مرثد تھے' ابو عبیدہ تھے' عبدالرحمان بن عوف تھے' عمرو بن امیہ تھے' اور بہت سے ---- اور' ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ جو حضورِ اکرم ﷺ کے غار و قبر و حشر کے ساتھی تھے۔ اولین ایمان لانے والوں میں شامل' معراج کی تصدیق کرنے والے' سفرِ ہجرت کے ہمراہی اور زندگی کے تمام اہم موڑوں پر ساتھ نبھانے والے ---- شعبِ ابی طالب میں اگر سب کچھ سیرت نگار حضرات کے مطابق ہی ہو رہا ہوتا تو کہیں نہ کہیں وہ بھی دکھائی دیتے۔ مگر ایسی کوئی پریشانی تھی ہی نہیں کہ جانثار صحابہؓ چھپے چھپے پھرتے نظر آتے۔

جو کچھ شعب ابی طالب کے حوالے سے کتبِ سیرت میں منقول ہے' اس سے پہلا نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی جان بچانے کے لیے محصوری یا پناہ گزینی کو اختیار فرمایا۔ دوسرا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی جان کی پروا تھی' خدانخواستہ ان لوگوں کا کچھ خیال نہیں تھا جو دوسرے قبیلوں سے متعلق تھے اور حضور ﷺ پر ایمان لا چکے تھے۔ جب آپ خود ہی چھپتے پھرتے ہوں تو آپ کو ماننے والوں کا پرسانِ حال کون ہو گا۔ اور اگر' یہ مفروضہ درست ہوتا تو حضور ﷺ کی (نعوذ باللہ) خوف کی اس حالت کے پیشِ نظر اور اس فکر کے باعث کہ ہمارے رسولِ مکرم ﷺ تو

اپنی جان بچاتے پھرتے ہیں' ہماری سرپرستی کا کیا کریں گے' بہت سے لوگ مرتد ہو جاتے' اپنے آبائی مذہب کو اختیار کر لیتے۔ لیکن ایسا کوئی ایک واقعہ بھی ان تین برسوں میں نہیں ہُوا۔

ایک نتیجہ دوسرے رُخ سے' یہ بھی نکلتا ہے کہ دوسرے قبیلوں کے مسلمان جو بہت بڑی تعداد میں تھے اور بڑے جری اور شجاع بھی تھے' وہ قبیلے والوں سے کبھی نہ ڈرتے اور اپنے نبی ﷺ اور ان کے خاندان کو تکلیف میں کبھی نہ رہنے دیتے۔ وہ تو جانیں نثار کرنے والے لوگ تھے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح نہیں تھے۔ لیکن ہمارے سیرت نگاروں نے تو انھیں چوری چھپے سامان خور و نوش پہنچاتے ہوئے بھی نہیں دکھایا۔ اتنی بزدلی تو آج کا حضور ﷺ کا ادنیٰ گنہگار نام لیوا بھی شاید نہ دکھائے۔ وہ تو صحابہؓ تھے جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ پر ان کے راضی ہونے کا اعلان فرمایا۔

سیرۃ النبی ﷺ لکھنے کا یہ کیسا رویہ ہے جس میں نہ ہم مقامِ سرورِ کائنات (علیہ السلام والصلوٰۃ) کا لحاظ کرتے ہیں' نہ صحابۂ کرامؓ کو بخشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

کفارِ قریش کے قبائل

آج تک سیرتِ طیبہ کے بارے میں لکھنے والوں نے کبھی یہ تردد نہیں کیا کہ دوسرے قبائل کے اس وقت تک ایمان لانے والوں کا تذکرہ کریں۔ اگر ان کا مفروضۂ محصوری درست ہے تو پھر دوسرے قبائل کے صحابۂ کرامؓ کا کردار

کیا بنتا ہے۔ اسی طرح کسی نے اس طرف بھی توجّہ نہیں دی کہ جن کُفّار نے مقاطعے کا فیصلہ کیا اور پھر جو لوگ ان کے فیصلے پر کار بند ہوئے، کون تھے۔ اس میں شک نہیں کہ انھی میں سے بعض نے بعد میں اسلام قبول کر لیا لیکن اسلام قبول کرنے سے حالتِ کفر میں کی گئی حرکتوں پر اللہ کے ہاں وہ قابلِ مواخذہ تو نہیں رہے لیکن تاریخ کے صفحات سے ان کے سابقہ کردار کو کھُرچا تو نہیں جا سکتا۔

کُفّارِ قریش میں بنو امیّہ میں سے بنو ابی العاص بن امیّہ میں حکم بن العاص کا خاندان مخالفتِ رسولِ کریم ﷺ میں پیش پیش تھا۔ البتہ بنو عفّان میں حضرت عثمانؓ ایمان لا چکے تھے۔ بنو حرب بن امیّہ کی تین اہم شاخیں تھیں: بنو ابوسُفیان بن حرب، بنو عقبہ بن ابوسفیان اور بنو حنظلہ بن ابوسفیان۔ نیز بنو ابی عمرو بن امیّہ میں عقبہ بن ابی معیط وغیرہ حضور ﷺ کے سخت دشمن تھے۔
بنو عاص بن امیّہ میں ابو اُحیحہ سعید بن عاص کا گھرانا۔ اس کے دو بیٹے عبیدہ اور العاص غزوۂ بدر میں زبیر بن عوّام اور علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہما) کے ہاتھوں مارے گئے۔ خالد بن سعید غالباً اوّلین اُموی مسلم تھے۔ ابان اور حکم نے صلحِ حُدَیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ اس کے علاوہ بنو حبیب بن عبدِ شمس، بنو عبد امیّہ، بنو نوفل بن عبدِ شمس، بنو ربیعہ، بنو عبدالعزّیٰ بن عبدِ شمس بھی اُموی خاندان کا حصہ تھے۔

حکم بن ابی العاص نے حضرت عثمانِ غنیؓ کو بہت ستایا۔ بنو حرب بن امیّہ میں سے کسی فرد نے مکّی عہد میں اسلام قبول نہیں کیا۔ ابوسفیان بن حرب اور

ان کی بیوی ہند بنتِ عتبہ بن ربیعہ نے فتحِ مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا۔
عُقبہ بن ابی مُعَیط، ابولہب ہاشمی اور ابوجہل مخزومی کی مانند، اسلام اور پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تیسرا سب سے بڑا مخالف تھا۔ اس کی بیٹی اُمِّ کلثومؓ نے اسلام قبول کیا اور جُرأت مندی کا مظاہرہ کیا۔
بنو عبدالعزّیٰ کے ابوالعاص بن ربیع حضور ﷺ کے داماد تھے۔ ان کے عقد میں حضرت زینب بنتِ رسول اللہ ﷺ تھیں۔ وہ سن ۶ ہجری میں مسلمان ہوئے لیکن اس سے پہلے بھی ان کا رویّہ مخاصمانہ نہیں تھا۔
بنو ابی العیص میں عتّاب بن اُسید فتحِ مکہ کے دن خاندان والوں کے ساتھ اسلام لائے تھے۔ بنو امیّہ کے باقی گھرانے بھی زیادہ تر فتحِ مکہ ہی کے زمانے میں مشرّف بہ اسلام ہوئے تھے۔

بنو نوفل کے کچھ لوگ صلحِ حُدَیبیہ کے قریب اور باقی لوگ فتحِ مکہ کے زمانے میں اسلام لائے۔ حتّٰی کہ جُبَیر بن مطعم بن عدی بھی فتحِ مکہ کے قریب ہی مسلمان ہوئے۔

بنو مخزوم میں ابوجہل عمرو بن ہشام کی اسلام دشمنی تو ضرب المثل ہے۔ اس قبیلے کے ابو سلمہؓ اور ان کے فرزند، عیّاشؓ بن ابی ربیعہ اور ارقمؓ اسلام لا چکے تھے۔ ان کے علاوہ شمّاس، ہبّار بن سفیان، ہشام بن ابی حُذَیفہ، عمر بن سفیان، عبداللہ بن سفیان وغیرہ مسلمان ہو چکے تھے۔ ولید بن ولید، خلد بن ولید، عکرمہ بن ابوجہل بھی بعد میں مسلمان ہوئے۔ اُمِّ ہانیؓ کا شوہر بھی مخزومی تھا، ہبیرہ بن ابی وہب، کافر مرا۔ ہبیرہ کے بھائی اور دیگر کئی مخزومی فتحِ مکہ کے موقع پر اسلام

لائے۔

بنو عدی میں زید بن عمرو بن نفیل کے بیٹے سعیدؓ حضرت عمر بن خطاب کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی تھے۔ یہ قدیم الاسلام ہیں۔ نعیم بن عبداللہ النحامؓ بھی آغاز ہی میں ایمان لے آئے تھے۔ حضرت عمرؓ کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا' وہ بھی اس وقت تک اسلام لا چکے تھے۔ معمر بن عبداللہ' عدی بن نضلہ' نُعمان بن عدی' عُروہ بن ابی اُثاثہ' مسعود بن سوید' عبداللہ بن سُراقہ' خارجہ بن حُذافہ' یہ سب صاحبِ ایمان تھے' ان کے حُلفا میں بنو بُکیر بھی ابتدائی مسلمانوں میں شامل ہیں' ابو جہم بن حُذیفہ' ابو حثمہ' مطیع بن اسود' عبداللہ بن مطیع فتحِ مکہ کے موقع پر راہِ راست پر آئے۔

بنو تیم میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تو آزاد مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے۔ طلحہ بن عبیداللہؓ حضرت ابوبکرؓ کے بہنوئی تھے۔ **ابنِ اسحاق** نے انھیں پہلے آٹھ مسلمانوں میں شمار کیا ہے۔ حارث بن خالد' عمرو بن عثمان اور ریطہ بنتِ حارث مہاجرینِ حبشہ میں شامل تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبدالرحمان نے صلح حُدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا اور والد ابو قُحافہ نے فتح مکہ کے دن۔ حارث بن حارثہ اور ان کے بیٹوں نے بھی فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔

بنو سہم میں عاص بن وائل تو اسلام اور رسولِ اسلام ﷺ کا مذاق اڑانے میں شامل تھا۔ منبہ اور نبیہ حجاج سہمی کے بیٹے اسلام کے سخت مخالف تھے۔ **ابنِ اسحاق** نے دوسری ہجرتِ حبشہ کے مہاجروں میں تیرہ سہمی

حضرات اور ان کے ایک حلیف عمیہ بن مجزز زبیدی کا نام گنوایا ہے ..... صلح حدیبیہ کے بعد عمرو بن عاص سہمی نے قبولِ اسلام کی سعادت حاصل کی۔ فتح مکہ میں بنو سہم کے باقی ماندہ افراد بھی اسلام کے دائرے میں داخل ہو گئے۔

بنو اسد میں ابو البختری' نوفل بن خویلد' زمعہ بن اسود' حضرت خدیجہؓ اور ان کے بھتیجے حکیم بن حزام مشہور تاجر تھے۔ بنو خویلد کے زبیر بن عوّام کو **ابنِ اسحاق** نے پہلے آٹھ مسلمانوں میں شمار کیا ہے۔ حضرت صفیہؓ بنتِ عبدالمطلبؓ قدیم مکی مسلم تھی۔ اسود بن نوفل' صائب بن عوّام' خالد بن حزام' عبدالرحمان بن عوّام بنو خویلد کے مسلمان تھے۔ بنو حارث میں عمرو بن امیّہ اسدی اور بنو اسود کے یزید بن رفعہ اسدی ابتدائی مسلم تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر حکیم بن حزام اور ہشام بن حکیم ایمان لائے۔

بنو جمح میں بنو وہب کے امیّہ بن خلف اور اُبی بن خلف اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔ حضرت عثمان بن مظعون قدیم ترین مکی مسلمانوں میں ہیں' ان کا پورا گھرانا مسلمان ہو گیا تھا۔ بنو معمر بن حبیب بن جمح کا گھرانا بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ بنو احیان بن وہب کے نبیہ بن عثمان بن ربیعہ ہجرتِ حبشہ میں شامل تھے۔ عُمیر بن وہب ہجرتِ نبوی ﷺ کے بعد اور سعید بن عامر بن حذیم صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے۔ فتح مکہ کے زمانے میں صفوان بن امیّہ' اُحیحہ بن امیّہ بن خلف' اُسید بن احیحہ' ابو محذورہ وغیرہ مسلمان ہوئے۔

بنو عبدالدار میں مصعب بن عمیر اور ان کے بھائی ابو الروم ابتدائی مسلمانوں میں شامل تھے۔ مہاجرین حبشہ میں بنو عبدالدار کے تین مختلف گھرانوں

کے متعدد افراد شامل تھے۔ صلحِ حُدیبیہ کے بعد اس قبیلے کے عاقل و فہیم اشخاص اسلام میں داخل ہونے لگے جن میں عثمان بن طلحہ (کلید بردارِ کعبہ) بھی تھے۔ عبدالدار کے بھائی عبدِ قُصَیٰ کی نسل زیادہ نہیں چلی۔

بنو عامر بن لوئی کے ایک گھرانے کے بنو عبدِ شمس کے سلیط بن عمرو اور ان کے بھائی سکران قدیم ترین مسلمان تھے۔ ان کی بیویاں بھی مسلمان ہو گئی تھیں۔ سکران کی وفات کے بعد حضور ﷺ نے حضرت سودہؓ سے نکاح کیا تھا۔ **ابن اسحاق** نے مہاجرینِ حبشہ میں بنو عامر کے مختلف گھرانوں کے آٹھ حضرات و خواتین کو شمار کیا ہے جن میں ابنِ امّ مکتوم' ابو سبرہ' عبداللہ بن مخرمہ' عبداللہ بن سہیل بن عمرو' مالک بن زمعہ' حاطب بن عمرو اور ان کے یمنی حلیف سعد بن خولی شامل ہیں۔ سہیل بن عمرو عامری اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے سخت مخالفوں میں تھے مگر ان کے اہلِ خاندان اسلام کے پیرو بنتے گئے۔ بنو عامر کے وہب بن سعد بن ابی سرح اور ان کے بھائی عبداللہ بھی ابتدائی مسلمان ہیں۔ سہیل بن عمرو فتحِ مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ ان کے علاوہ حُوَیطب بن عبدالعُزّیٰ اور ہشام بن عمرو اور' اور لوگ بھی اس موقع پر ایمان لائے۔

بنو حارث بن فہر میں ابو عبیدہ بن جرّاح قدیم ترین مسلمانوں میں ہیں۔ سہیل بن بیضا کی بھی یہی کیفیت رہی۔ مہاجرینِ حبشہ میں ان کے علاوہ عمرو بن ابی سرح' عیاض بن زُہیر' عمرو بن حارث' عثمان بن عبد غنم' سعد بن عبد قیس اور حارث بن عبد قیس شامل تھے۔ بدری صحابہؓ کی فہرست میں اس خاندان کے پانچ افراد کا نام شامل ہے۔ اس قبیلے میں کوئی ایسا شخص نہیں جو اسلام دشمنی میں

"ناسور" ہو۔ (۱۰)

حضور ﷺ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے والے

زیرِ نظر باب کے آغاز میں حضور سیّد المرسلین ﷺ کے کافر ہمسایوں اور ان کے نامعقول سلوک کا ذکر آ چکا ہے۔ جو لوگ سرکارِ والا تبار ﷺ کو اذیت دیتے تھے' ان میں دوسرے قبیلوں کے لوگ بھی تھے لیکن بنو ہاشم کا ایک اہم آدمی ابولہب بھی تھا۔ یہ وہی بدبخت ہے جس نے شعبِ ابی طالب کے حوالے سے کفارِ قریش کی طرف سے بنو ہاشم کے مقاطعے میں بنو ہاشم کی پوری برادری سے علیٰحدہ ہونا منظور کر لیا تھا لیکن حضورِ پُرنور ﷺ کی حمایت گوارا نہ کی تھی۔ بلکہ مقاطعے کے دو تین سال کے عرصے میں جب بھی اسے موقع ملتا' حضور ﷺ کی مخالفت میں کمربستہ نظر آتا۔ حضور اکرم ﷺ اور بنو ہاشم کے دیگر افراد خرید و فروخت کے لیے جاتے تو باہر سے تجارت کے لیے آئے ہوئے لوگوں کو بھی بنو ہاشم کے ہاتھ سامان بیچنے سے منع کرتا' انھیں راہ دکھاتا کہ اتنی قیمت بتاؤ کہ وہ مال خرید ہی نہ سکیں۔ یہ بھی کہتا کہ اگر تمھارا مال نہ بکا تو میں خرید لوں گا۔

ہمارے آقا حضور ﷺ حج کے موقع پر' یا اور کسی وقت باہر سے آئے ہوئے لوگوں کو دعوتِ اسلام دیتے تو یہ ساتھ ساتھ چلتا اور حضور ﷺ کے خلاف باتیں کرتا تاکہ کوئی شخص آپ ﷺ کے ارشادات پر کان نہ دھرے۔ اس سلسلے میں دوسرے کفّار نے بھی اپنی سی کی ہوگی مگر سب سے زیادہ فعّال یہی شخص نظر آتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ اس کی زندگی کا مقصد

حضور ﷺ کی مخالفت ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں سورۂ لہب نازل ہوئی۔ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ۔ ہم ایک علیحدہ عنوان کے تحت کافروں کی حضور ﷺ کے ساتھ بدتمیزیوں اور مسلمانوں پر ظلم و ستم کے دورانیے پر گفتگو کریں گے کہ کہیں یہ حرکتیں شعب ابی طالب والے مقاطعے کے دوران ہی میں تو زیادہ نہیں ہوئیں۔

ابراہیم میر سیالکوٹی اور ڈاکٹر **محمد حمید اللہ** نے ابولہب کی مخالفت کے اسباب پر بات کی ہے۔ **سیرتُ المصطفیٰ** ﷺ میں ہے: بائیکاٹ میں ابولہب نے اپنے خاندان کے خلاف دیگر قبائل کا ساتھ دیا جو آنحضرت ﷺ کے خون کے پیاسے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی امیّہ اور بنی ہاشم باوجود اس کے کہ ہردو' عبدِ مناف کی اولاد سے تھے' ان میں بہت عرصے سے عداوت اور رقابت چلی آتی تھی (۱۱) ابوجہل کا خاندان بنو مخزوم بھی بنو امیّہ کا طرفدار تھا۔ ابوسفیان اپنے باپ حرب بن امیّہ کی وفات کے بعد اپنے قبیلہ بنی امیّہ کا سردار مانا جاتا تھا۔ اس کی ہمشیرہ اُمِّ جمیل' ابولہب کی بیوی تھی۔ بس یہ رشتہ ابولہب کو اپنے بھتیجے (آنحضرت ﷺ) کے خون کے خلاف کھینچ لے گیا۔ اور ابوسفیان کی بیوی ہند' عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی تھی۔ ہند آنحضرت ﷺ کی دشمنی میں اپنے باپ عتبہ اور اپنے خاوند ابوسفیان سے کم نہ تھی (۱۲) جب ابولہب نے اس مقاطعت یعنی بائیکاٹ میں اپنے خاندان کے خلاف اپنے سسرال والوں کا ساتھ دیا تو اس ہند سے کہنے لگا: اے بنتِ عتبہ! کیا میں نے لات و عُزّٰی کی مدد کی یا نہیں۔ اور جس نے ان کو چھوڑا' اسے میں

نے بھی چھوڑ دیا یا نہیں؟۔ ہند نے کہا ہاں۔ (۱۳)

ڈاکٹر **محمد حمید اللہ** نے بلاذری کی **انساب الاشراف** کے حوالے سے اس نفرت کی وجہ اور بیان کی ہے جو ابولہب کو حضور ﷺ سے تھی۔ لکھا ہے کہ ابولہب اور ابو طالب دونوں بھائی کسی بات پر آپس میں لڑ پڑے۔ پہلے ابولہب نے بھائی کو زمین پر پٹخ دیا اور سینے پر چڑھ کر طمانچے لگائے۔ حضور ﷺ اس وقت بچّے تھے۔ دوڑتے ہوئے آئے اور ابولہب کو اوپر سے ہٹایا۔ اب ابوطالب کو موقع ملا' انھوں نے ابولہب کو دھر لیا۔ اس وقت حضور ﷺ چُپ چاپ تماشا دیکھتے رہے۔ **حمید اللہ** نے لکھا ہے کہ ممکن ہے' یہی وجہ ہو جس کی بنا پر ابُولہب کو رسولُ اللہ ﷺ سے عداوت پیدا ہو گئی۔ (۱۴)

بہرحال اس عداوت کا سب سے زیادہ اظہار شعبِ ابی طالب کے بائیکاٹ کے زمانے میں ہُوا کہ ابولہب نے اپنا خاندان اور قبیلہ چھوڑ دیا' حضور ﷺ کی مخالفت ترک نہ کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اسی مقاطعے کے دوران میں سورۂ لہب نازل فرمادی۔ (۱۵)

حواشی

شعب سے باہر کے لوگ

۱۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۵۲/ مختصر سیرۃ الرسول ﷺ۔ ص ۲۲۰

۲۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۴۳۲/ اصح السیر۔ ص ۵۴/ الرحیق المختوم۔ ص ۱۵۲۔ ۱۵۴

۳۔ شہناز کوثر۔ سیرتِ پاک (گیارہ سال سے چالیس سال تک)۔ اختر کتاب گھر' لاہور۔ اشاعتِ اول یکم اگست ۱۹۹۳۔ ص ۳۱۹'۳۲۵

۴۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۵۲

۵۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ حصہ اول۔ ص ۲۹۸' ۲۹۹

اس وقت تک کتنے آدمی مسلمان ہو چکے تھے

۶۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۵۔ ص ۳۰۲ (اگرچہ ڈاکٹر صاحب چند سطروں کے بعد لکھ بیٹھے ہیں کہ سن ۶ نبوی میں جب حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول کیا' اس وقت تک غالباً کل مسلمانوں کی تعداد تیس چالیس سے اوپر ہو چکی تھی۔ گویا جو تعداد ۳ نبوی میں ایک سو کے قریب تھی' وہ سن ۶ نبوی میں گھٹ کر تیس چالیس رہ گئی)

۷۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۱۵۵۔ ۲۱

۸۔ شہناز کوثر۔ حضور ﷺ کی مکی زندگی کی مسلمان (اس کتاب کو قومی سیرت کانفرنس منعقدہ ۱۹۹۱ میں صدارتی ایوارڈ ملا۔ اس سے پہلے مصنفہ کی پانچ کتابیں صدارتی ایوارڈ حاصل کر چکی تھیں)۔ اختر کتاب گھر' لاہور۔ اشاعت اول ۲۱ جنوری ۱۹۹۸۔ ص ۲۰۔ ۲۱

دوسرے قبیلوں کے مسلمان مدد کیوں نہ کر سکے

۹۔ سیرت الرسول ﷺ۔ ص ۲۹۳

کفارِ قریش کے قبائل

۱۰۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۵۔ ص ۳۲۰۔ ۳۳۰ / حضور پاک ﷺ کا جلال و جمال۔ ص ۱۵۲۔ ۱۵۴ / حضور ﷺ کی مکی زندگی کے مسلمان / ہجرتِ حبشہ / سیرتِ پاک

حضور ﷺ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے والے

۱۱۔ ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی اس نظریے کے خلاف ہیں۔ لکھتے ہیں۔ "عام خیال یہ ہے کہ بنو امیّہ / بنو عبد شمس کو سماجی' سیاسی اور اقتصادی بلند مقام ہاشم اور ان کے فرزند عبدالمطلب کی وفات کے بعد حاصل ہوا تھا اور مکہ کی زمامِ سیادت کلّی طور پر بنو امیّہ کے ہاتھ ابو طالب ہاشمی کی وفات کے بعد آ گئی تھی۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ بنو امیہ اور بنو ہاشم ایک دوسرے کے رقیب و حریف تھے یہ دونوں خیالِ خام اور ان پر تعمیر کردہ نتائج کی دنیا محض مفروضۂ باطل ہے"۔ پھر اس نظریّے یا مفروضے کی تردید میں انھوں نے تفصیلی گفتگو کی ہے۔ (نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۵۔ ص ۳۱۳)

۱۲۔ بلکہ وہ اس باب میں اپنے خاوند سے بھی دو ہاتھ آگے تھی۔ جب اسلامی لشکر نے فتح مکہ کے ارادے سے مرّ الظہران قیام کیا اور ابو سفیان نے لشکر کا جاہ و جبروت دیکھا تو مکہ میں جا کر قریش کو جمع کیا اور انھیں صورتِ حال بتائی۔ "محسنِ اعداء" میں ابو القاسم رفیق دلاوری نے لکھا ہے کہ یہ سن کر ہند اجلاس میں آ گئی۔ اس نے اپنے خاوند کی داڑھی پکڑی۔ داڑھی کو کھینچ کر اجلاس کے شرکا سے کہنے لگی' اے اولادِ غالب! اس بے

وقوف کو چار جوتے لگاؤ تاکہ یہ آئندہ کے لیے ایسی بکواس نہ کرے (اظہر محمود۔ حضور ﷺ داورِیاں نال سلوک۔ اختر کتاب گھر' لاہور۔ ص ۸۷)

۱۳۔ ابراہیم میر سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۲۹۸

۱۴۔ خطباتِ بہاولپور۔ ص ۲۰۱۔ ۲۰۲

۱۵۔ سیرت النبی ﷺ کامل مرتّبہ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۳۸۵

بھوک کی تصویر کشی

جب تین سال کی قید یا محصوری کو تسلیم کر لیا گیا تو لازمی ٹھہرا کہ اس دوران بنو ہاشم کو سامانِ خورونوش کی کمیابی بلکہ نایابی کو یقینی بنایا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ مکّہ کے تمام قبیلوں نے بنو ہاشم کے ساتھ لین دین، دعا سلام بند کر دی تھی لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ انھیں کہیں سے بھی سامانِ خورونوش نہیں ملتا تھا۔ بنو ہاشم اور بنو المطّلب میں سے صرف ابولہب اور اس کی اولاد ہی اس مقاطعے سے مستثنیٰ تھے۔ باقی تو سب لوگ ہدف تھے۔ اتنے بہت سے لوگ تین برس تک کھائے پیے بغیر تو نہیں رہ سکتے تھے۔ لیکن شعبِ ابی طالب کے حوالے سے مختلف کتابوں میں جو لفظی تصویریں یا کارٹون بنائے گئے ہیں، ان سے تو گُرسنگی و تشنگی کی عجیب صورتیں بنتی ہیں۔

بچوں کی آہ و بکا

کُتبِ سیرت میں اس دوران میں بچوں کی آہ و بکا کا خاصا بیان ہے۔ بعد کے لکھنے والے ایک آدھ لفظ، ایک آدھ فقرہ اور بڑھائے جا رہے ہیں۔ بنیادی ماخذات **تاریخِ طبری**، **سیرتِ ابنِ ہشام**، **طبقاتِ ابنِ سعد**، **الوفا باحوالِ المصطفیٰ ﷺ**، **المواہب اللدنیہ**، **مدارج النبوت** میں بچوں کی آہ و بکا کا ذکر نہیں۔ تنگی ترشی کی بات البتّہ کی گئی ہے۔ اور وہ تو ابدی ہے۔ تین برسوں میں کبھی کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک آدھ

دن کے لیے کھانے پینے کی اشیا کی فراہمی میں وقتی تعطّل آ گیا ہو۔ بچّے تو ویسے بھی روتے ہیں، ایک آدھ بار بھوک کی وجہ سے بھی ایسا ممکن ہے۔ لیکن جس طرح اس آہ و بکا میں ہمیشگی کا تاثّر دیا جا رہا ہے، وہ کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

سیرتِ ابنِ اسحاق میں ہے کہ قریش کے لوگ رات کے وقت بنو ہاشم کے بھوکے بچوں کے رونے کی آوازیں شعبِ ابی طالب میں سنتے"۔ (۱) **شبلی نعمانی** نے لکھا "بچے جب بھوک سے روتے تھے تو باہر آواز آتی تھی" (۲)۔ **ضیاء النبی ﷺ** میں **سُہیلی** کے حوالے سے ہے کہ "ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہوتی جس سے وہ اپنے روتے ہوئے بچوں کو بہلا سکتے" (۳)۔ **سلمان منصورپوری** نے بیان کیا "آخر کار قریش کے بعض رحم دل لوگوں کو چھوٹے بچّوں کی گریہ و زاری پر رحم آیا"۔ (۴)۔

ابو الکلام آزاد نے لکھا "بچے بھوک سے روتے تھے تو حصار کے باہر ان کی آواز آتی تھی" (۵)۔ سیّد ابو الاعلیٰ **مودودی** نے **ابنِ سعد** اور **بیہقی** کے حوالے سے لکھا ہے کہ "محصورین کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ ان کے بھوکے بچّوں کے رونے بلکنے کی آوازیں شعبِ ابی طالب کے باہر سنی جاتی تھیں"۔ (۶)۔

اب رونے کے ساتھ "بلکنے" کا اضافہ ہونے لگا۔ **ظفر حسن امروہوی** بھی کہتے ہیں کہ اہلِ شعب کی حالت روز بروز تباہ ہوتی جا رہی تھی۔ ان کے بچے بُری طرح بھوک سے بلکتے تھے (۷)۔ ڈاکٹر **نثار احمد** نے بھی

تائید کی "شدید بھوک کی بنا پر ہی بچے بلک بلک کر روتے تھے" (۸) **محمد** ادریس کاندھلوی اور **ابو الحسن علی ندوی** نے بچّوں کے بِلبلانے کی آواز پھیلائی (۹)۔ **ابراہیم میر سیالکوٹی** نے منظر کشی کی "مَردوں اور عورتوں اور بچوں بوڑھوں کی قوّتِ برداشت میں بہت فرق ہے۔ مصائب سب پر یکساں تھے۔ بچّے بھوک کے مارے ایسے چلاتے تھے کہ ان کی چیخ و پکار (؟) شہر میں سُنی جاتی تھی" (۱۰)۔

شیخ محمد رِضا مصری کی کتاب کے ترجمے میں مزید ایک لفظ کا اضافہ دکھائی دیتا ہے۔ "وادی کے عقب سے بچوں کے بلکنے اور تڑپنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں" (۱۱)۔ شاہ **مصباح الدین شکیل** نے بچوں کے رونے بِلکنے کی وجہ بھی بیان کر دی۔ "نوبت فقر و فاقہ تک پہنچی۔ ماؤں کی چھاتیوں میں دودھ سُوکھ گیا۔ بچے بلک بلک کر رونے لگے" (۱۲)۔ **طالب ہاشمی** نے فقر و فاقہ کو مزید تقویت بخشی "ہاشمیوں کے بچّے جب بھوک سے بے تاب ہو کر روتے تھے تو مشرکین ان کی آوازیں سن سن کر خوش ہوتے تھے۔ عورتوں کی چھاتیوں میں دودھ خشک ہو گیا تھا۔ محصورین کے منہ میں کئی کئی دن تک ایک رکھیل بھی اڑ کر نہ جاتی تھی"۔ (۱۳)۔ "کئی کئی دن تک ایک رکھیل بھی اڑ کر مُنہ میں نہ جانے" کی وجہ سے (اللہ معاف کرے) کون کون بڑا اور بچہ اللہ کو پیارا ہوا' یہ کسی نے نہ بتایا۔

عبداللّٰہ بن محمّد بن عبدالوہّاب اور **صفی الرّحمان مبارکپوری** نے سوچا کہ بچوں کی آہ و بکا کا تو کسی پر اثر ہی نہیں ہو رہا' اس

میں کچھ اضافہ ہونا چاہیے' چنانچہ لکھا۔ "اتنا شدید مقاطعہ کیا کہ بھوک کی وجہ سے ان کی عورتوں اور بچوں کے چیخنے کی آوازیں شعب سے باہر تک سُنی جاتی تھیں"۔ (۱۴) رونے' بلکنے' چیخنے چلانے اور تڑپنے کی آوازیں مطلوبہ اثر پیدا نہ کریں تو **جعفر سُبحانی** کو سُن لیں۔ "بنی ہاشم کے بچّوں کی جگر خراش فریادیں مکّہ کے سنگدلوں کے کانوں تک پہنچتی تھیں لیکن ان کے دل ہرگز نہ پسیجتے تھے۔ مَرد جوان کھجور کا صرف ایک دانہ کھا کر گزارا کرتے تھے' کبھی ایک دانے کو بھی آدھا آدھا کر لیتے تھے" (۱۵)۔ یارو! کَس مپُرسی اور مظلومیت کی تصویر کشی کرتے وقت بھی رنگ تو ڈھنگ کے استعمال کرو۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ایک ایک کھجور پر گزارا ہوتا تھا' یا وہ بھی آدھی آدھی کرنا پڑتی تھی۔

بچوں کے ساتھ ہونے والے ظلم کی اِس دوڑ میں **طَبری' قسطلانی' عبدالرّحمان ابنِ جوزی' ابنِ ہشام' ابنِ سعد** اور **شیخ عبدُالحق محدّث دہلوی** نے حصہ نہیں لیا (۱۶)۔

جن سیرت نگار حضرات نے بچوں کی حالتِ زار کا نقشہ کھینچا ہے' یہ وہی ہیں جو شعبِ ابی طالب کو درّہ' گھاٹی' تنگ گلی وغیرہ جگہ بتاتے ہیں۔ لیکن اگر بچوں کے رونے کی آوازیں شہر میں سنی جاتی تھیں اور کفّار اسے سنتے تھے اور صبح آپس میں اس پر تبصرہ بھی کرتے تھے (یہ بات قریباً" سب نے لکھی ہے) تو کیا شعبِ ابی طالب کا شہر سے دور ہونا اور بنو ہاشم کا "شہربدر" ہونا خود بخود غلط نہیں ثابت ہو جاتا۔

پھر' اگر بچوں' عورتوں اور مَردوں کو بھی اس سنگین صورتِ حال کا سامنا

تھا اور جیسا کہ تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے' اس صورتِ حال میں دوام کی سی کیفیت نظر آتی ہے تو بنو ہاشم کے کفّار کو کیا پڑی تھی کہ اپنے خداؤں کو حضور ﷺ سے بُرا بھلا بھی کہلوائیں' اپنے آباؤ اجداد کو غلط راہوں کے راہی بھی قرار دلوائیں اور جس ہستی سے یہ بات سنتے ہیں' اس کی حفاظت کے لیے اپنی اور اپنے بچوں کی جانیں بھی داؤ پر لگا دیں۔ کیا اُن میں سے کوئی شخص ایسا نہیں نکل سکتا تھا کہ بے بسی اور بے کسی' فاقہ کشی اور بھوکوں مرنے اور اپنے اہل و عیال کو اس صورتِ حال کا شکار ہونے سے بچانے کے لیے حضورِ اکرم ﷺ کے خلاف کوئی سازش کرلیتا۔ مگر ایسا نہیں ہُوا۔

کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت کے قبائلی نظام میں قبیلے کے فیصلے کی وجہ سے لوگ مجبور تھے۔ اور جب بنو ہاشم کے بڑوں نے حضور ﷺ کی حفاظت کا ذمّہ لے لیا تھا تو قبیلے کا کوئی آدمی اسے نبھانے میں کمزوری نہیں دکھا سکتا تھا۔ بظاہر تو یہ بات مضبوط معلوم ہوتی ہے مگر ہے نہیں۔ اس لیے کہ جب بنو ہاشم کے فیصلے کو ابولہب نے نہیں مانا تو اس کا کسی نے کیا کرلیا۔ حتیٰ کہ تین سال کے مقاطعے کے اختتام کے بعد بھی قبیلے کے کسی فرد نے اس مسئلے کو نہیں اٹھایا کہ ایک اجتماعی فیصلے کی پابندی اس نے کیوں نہیں کی تھی۔ اگر واقعی قبیلوی فیصلے کی اہمیت ہوتی تو پھر ابولہب کو قبیلے ہی سے نکال دیا جاتا' مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اسے تو ابو طالب کی وفات کے بعد قبیلے کا سربراہ تک چُنا گیا تھا۔

اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ بنو ہاشم کا حضور ﷺ کا ساتھ دینا صرف ہم قبیلہ ہونے کی وجہ سے یا حضرت ابوطالبؓ کے حکم کے سبب ہی

نہیں تھا' اس میں حضورِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ کے روشن پہلوؤں سے متاثر ہونا بھی شامل تھا۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ جب حضور سیّد و سرورِ عالمیان ﷺ نے کوہِ صفا پر دعوتِ اسلام کا آغاز کرنے سے پہلے اپنا صادق اور امین ہونا منوایا تھا' اس وقت اگرچہ کوئی بھی ایمان نہ لایا مگر بعد میں جب جب لوگ اسلام قبول کرتے رہے' اس کے پیچھے اوّلین دعوتِ اسلام سے پہلے والے کردار کی صداقت کا تسلیم کرنا تھا۔ لوگ کفر میں بھی رہے' اپنے آباؤ اجداد کے رستے سے ہٹنا مشکل بھی سمجھتے رہے' اسلام قبول کرنے والوں پر ہونے والے جور و استبداد کو بھی دیکھتے رہے' مگر کسی لمحے اس حقیقت نے اُن کا پیچھا نہ چھوڑا کہ جو ہستی اپنی چالیس یا ۴۳ سالہ زندگی میں جھوٹ کے نزدیک نہیں جاتی' وہ ایک دم جھُوٹی کیسے ہو سکتی ہے۔ اس سچ نے کہ حضور ﷺ سچّے تھے اور ہیں' لوگوں کو جلد یا بدیر اسلام کے سائے میں پناہ لینے پر انگیخت کیا۔

شعبِ ابی طالب کے مقاطعے سے پہلے بھی بنو ہاشم پر سیرتِ طیّبہ کی خوبیاں تو عیاں تھیں' بائیکاٹ کے دو تین برسوں میں انھیں اس روشن کردار کو مزید نزدیک سے دیکھنے کا موقع ملا۔ گو اس عرصے میں کوئی شخص اسلام نہیں لایا لیکن متاثر ہر آدمی رہا۔ اور بالآخر اسی احساس نے انھیں کفر کے گڑھے سے بچایا۔

لیکن سیرتِ طیّبہ کے ذکر میں اپنی مرضی سے قلم کو بگٹٹ چھوڑنے والے جو چاہتے ہیں' لکھتے چلے جاتے ہیں جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ لکھتے ہیں۔ "بنو ہاشم کے معصوم بچے بھوک سے بلکنے لگے تو ان لوگوں کو اپنی جلد بازی پر سخت

افسوس ہوا، مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ سوائے جلنے اور کڑھنے کے کیا کر سکتے تھے" (۱۷)۔ کسی آدمی کو آج تک یہ سُن گُن نہیں ہوئی کہ بنو ہاشم اپنے اس اقدام پر پچھتانے لگے تھے، جانے پروفیسر صاحب کے جاسوس نے کہاں سے یہ "سیکرٹ" در آمد کیا ہے۔ پھر اگر وہ اتنے ہی پشیمان ہو گئے تھے تو ان کے لیے حضور ﷺ کے خلاف کوئی سازش کرنا کیا مشکل تھا۔ مگر ایسا کچھ نہیں ہُوا۔ خاص طور سے اس صورتِ حال میں، جس کی تصویر کشی مُوئے قلم غلُو سے کی گئی ہے: "بنو ہاشم کا غلّے اور اناج کا ذخیرہ ختم ہو گیا (یہ ذخیرہ انھوں نے کب کیا تھا۔ محمُود) ناچار گھاس اور درختوں کے پتّے کھا کر گزارا کرنا پڑا۔ صحتیں جواب دے گئیں۔ اچھے خاصے کڑیل جوان ہڈیوں کا ڈھانچا بن گئے۔۔۔۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس عرصے میں کتنے بچّے تڑپ تڑپ کر مر گئے اور ممتا کی ماری ماؤں نے پیٹ پیٹ کر حُلیہ بگاڑ لیا۔ شدّتِ گُرسنگی سے کتنے شہ زور جوان، بوڑھے ہو گئے اور کتنے بوڑھے قبل از وقت موت کی گھاٹیوں میں گم ہو گئے" (۱۸)۔

اب بتایئے کہ اس لفّاظی کی بنیاد کیا ہے؟ کیا اس کا مطلب یہی نہیں کہ آپ کوئی کتاب سامنے رکھ کر اس کے ایک آدھ فقرے کو "کلی پُھندنے" لگانے میں منہمک ہو جاتے ہیں اور بات کو بڑھاتے بڑھاتے پہاڑوں سمندروں کو عبور کرتے چلے جاتے ہیں۔ کیا یہی سیرت نگاری ہے؟

ببول یا کیکر کے پتّے اور گھاس

بائیکاٹ کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانے کے لیے لوگوں نے بنو ہاشم کو (حضور محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثنا اور آپؐ کے اہلِ خانہ سمیت) پتّے اور گھاس

تک کھلا دی۔ سیرت کے بنیادی مآخذات میں یہ تو ذکر ہے کہ بنو ہاشم کو بہت تکلیفیں سہنی پڑیں، انھیں سامانِ خورد و نوش پہنچنے میں بھی مشکلات تھیں، لیکن **طبری، ابنِ سعد، ابنِ اسحاق، ابنِ ہشام، ابنِ جوزی، قسطلانی** اور دوسرے لوگوں نے پتّے کھلانے کی بات نہیں چلائی۔

جن سیرت نگاروں نے بنو ہاشم کے "محصورین" کو درختوں کے پتّے کھانے پر مجبور کیا ہے، ان میں **حفظ الرّحمان سیوہاروی، محمد جعفر شاہ پھلواروی**، ڈاکٹر **نصیر احمد ناصر**، ڈاکٹر **نثار احمد**، **نعیم صدّیقی** اور **ظفر حسن امروہوی** شامل ہیں (۱۹)۔

شبلی نعمانی نے کسی کتاب کا حوالہ دیئے بغیر لکھا ہے۔

"حدیثوں میں جو صحابہ کی زبان سے مذکور ہے کہ ہم "طلح" کی پتیاں کھا کھا کر بسر کرتے تھے، یہ اسی زمانے کا واقعہ ہے"۔ (۲۰) یہی الفاظ، بغیر سوچے سمجھے، **ابو الکلام آزاد** نے اپنے طور پر نقل کر دیئے ہیں اور **عبدالصمد رحمانی** نے **شبلی** کے حوالے سے لکھے ہیں (۲۱)۔

ہمیں علم نہیں کہ "طلح" کیا چیز ہے۔ درخت ہے، جھاڑی ہے، بُوٹی ہے۔ اور یہ بھی کہ کس کس کتاب حدیث میں یہ حدیثیں منقول ہیں۔ احادیث کی معروف کتابوں میں تو ہمیں یہ بات کہیں نہیں ملی اور **شبلی** جیسے آدمی نے حوالہ گول کر دیا ہے، اس لیے کچھ پتا نہیں چلتا۔ البتہ یہ بات **شبلی** کے الفاظ ہی سے ظاہر ہے کہ جہاں سے انھوں نے یہ بات لی ہے، وہاں شعبِ ابی طالب کا کہیں دور دور ذکر نہیں ہے۔ یہ انطباق خود **شبلی** نے فرمایا ہے۔ یہ ذکر بھی

صحابہؓ کے کھانے کا ہے' بنو ہاشم کا نہیں۔

محمد ادریس کاندھلوی اور راجا محمد شریف نے "کیکر کے پتے" رکھلائے ہیں (۲۲)۔ **ابو الحسن علی ندوی** نے "ببول کے پتے" بتاتے ہیں اور قاضی محمد سلیمان **سلمان منصور پوری** نے اس چیز کو جس پر بنو ہاشم کو گزر اوقات کرنا پڑی "جھاڑیاں اور ببول کے پتے" بتایا ہے (۲۳) ڈاکٹر **محمد حمید اللہ** نے "جڑی بوٹیاں" کے الفاظ استعمال کیے ہیں (۲۴)۔ اور **مناظر احسن گیلانی** نے پتوں کی اقسام میں سے کچھ چُننے کی بجائے یہ دیکھا ہے کہ وہ پتے بکریوں کے قابل بھی تھے یا نہیں۔ کہتے ہیں "جو پتے بکریاں بھی شوق سے نہ کھاتیں' ان پر ہفتوں بسر کرنا پڑا" (۲۵)۔

پیر **محمد کرم شاہ** نے پتوں کو ناکافی سمجھتے ہوئے گھاس بھی ڈالی ہے۔ "یہ طویل محاصرہ حضور ﷺ کے لیے اور حضور ﷺ کے خاندان کے لیے ازحد تکلیف دہ تھا۔ بسا اوقات درختوں کے پتے اور گھاس کھا کر پیٹ بھرا کرتے" (۲۶)۔ پروفیسر **غلام ربانی عزیز** کا ذکر پہلے بھی آ چکا ہے کہ وہ "ناچار گھاس اور درختوں کے پتے کھا کر گزارا کرنا پڑا" کے قائل ہیں (۲۷)۔ شاہ **مصباح الدین شکیل** نے سوچا کہ اگر درختوں کے پتے کھائے جا سکتے ہیں' تو اس کی چھال نے کیا بگاڑا ہے کہ اسے مستفید نہ کیا جائے۔ چنانچہ لکھتے ہیں "درختوں کے پتے' چھال' خود رَو گھاس کھا کر بھوک مٹائی جاتی' کیکر کے پتوں کو ابال کر کھاتے' جس سے ان کے جسم ہڈیوں کا پنجر بن گئے" (۲۸)۔

صفی الرّحمان مبارکپوری نے محصورین کی بھوک یوں مٹائی۔ "محصورین کی حالت نہایت پتلی ہو گئی۔ انھیں پتے اور چمڑے کھانے پڑتے" (۲۹)۔

"چمڑے کھانے" اور اس طرح بھوک مٹانے کا مفروضہ ابھی ہم زیرِ بحث لائیں گے۔ صرف یہ بات ذہن میں رہے کہ **صفی الرّحمان** نے سب محصورین کو چمڑے "کھلا" دیے ہیں۔

درختوں کے پتے' چھال' جھاڑیاں' جڑی بوٹیاں اور گھاس جس تھوک کے بھاؤ سیرت نگاروں کو دستیاب ہوئی ہے' اس سے مکہ مکرمہ نخلستان لگتا ہے جبکہ قرآنِ مجید اسے وَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ کہتا ہے۔ (۳۰) آج سے کچھ دہائیاں پہلے مکہ خشک پہاڑوں پر مشتمل شہر تھا جس میں سبزہ کہیں کہیں برائے نام تھا۔ پھر' اگر شعبِ ابی طالب ایک الگ گھاٹی تھی اور اس میں بنو ہاشم محصور تھے تو وہاں درخت' درختوں کی چھال اور اس کثرت سے جھاڑیاں' جڑی بوٹیاں اور گھاس کہاں سے آ گئے کہ "محصورین" کے گزارے کے لیے کافی ہوں۔ اور وہ بھی ایک آدھ وقت' یا ایک آدھ دن کے لیے' ایک دو آدمیوں کے لیے نہیں۔ سب کے لیے ہفتوں تک استعمال ہوتے رہے۔ کیا کچھ سوچے سمجھے بغیر سیرتِ طیبّہ پر قلم اٹھانا اور اٹھائے رکھنا' یا اٹھاتے جانا مناسب ہے؟

اصل میں یہ ساری گڑبڑ **سُہیلی** نے پھیلائی ہے۔ **ابنِ اثیر** اور سیرتِ صحابہؓ لکھنے والے دیگر لوگوں نے حضرت سعد بن مالک (ابی وقاصؓ) کے

ذکر میں ان کی روایت بیان کی ہے کہ ہم رسولِ خدا ﷺ کے ہمراہ جہاد میں
شریک ہوتے تھے اور پتّوں کے علاوہ کھانے کی کوئی چیز ہمیں دستیاب نہیں تھی۔
یہاں تک کہ ہم میں سے ہر ایک کی حالت ایسے ہو گئی تھی جیسے بکری (۳۱)
محمد عبدالشکور فاروقی نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے: "بخدا ہم
رسولِ خدا ﷺ کے ہمراہ جہاد کرتے تھے، ہمارا کھانا بجُز انگور کے پتّے اور
صحرائی خاردار درختوں کے، اور کچھ نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہم لوگ مثل بکریوں کی
مینگنیوں کے، خشک پاخانہ پھرتے تھے جس میں رطوبت کا نام تک نہ ہوتا تھا۔"
(۳۲)۔

ابنِ حجر عسقلانی نے تو یہ روایت بھی بیان نہیں کی۔ انھوں
نے صرف وہ واقعہ بیان کیا جو مکّہ کی کسی گھاٹی میں چھُپ کر ان کے نماز پڑھنے
سے متعلّق ہے۔ وہاں مشرک آ نکلے، آپس میں تکرار ہوئی تو حضرت سعدؓ نے
ایک مشرک کا خون بہایا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام میں بہایا گیا (۳۳)۔ یہ واقعہ
ابنِ اثیر نے بھی اور دوسروں نے بھی بیان کیا ہے مگر جہاد کے دوران پتّوں اور
جھاڑیوں پر گزارا کرنے والی روایت کو **سُہَیلی** نے شعبِ ابی طالب کے ساتھ
منسلک کر دیا ہے اور ساتھ ہی بھوک مٹانے کے لیے چمڑا استعمال کرنے کی
روایت لگا دی ہے۔ اس سے بات سیرت نگاروں کے ہتّھے ایسی چڑھی ہے کہ
اسے بانس پر چڑھا دیا گیا ہے۔

کھانے میں چمڑے کا استعمال

ابنِ اسحاق، ابنِ ہشام، ابنِ سعد، طبری، قسطلانی غرض

کوئی بھی اہم سیرت نگار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو شعبِ ابی طالب میں شامل
نہیں گرداننا۔ پہلی وجہ تو یہی ہے کہ یہ بنو زہرہ سے تھے، بنو ہاشم سے نہیں تھے۔
پھر، یہ اکیلے بنو ہاشم کے ساتھ یوں نہیں رہ سکتے تھے کہ ڈاکٹر **یاسین مظہر
صدّیقی** کے بقول، لگتا ہے کہ ان کا پورا گھرانا شروع ہی میں مسلمان ہو گیا
تھا۔ قیاس یہ ہے کہ حضرت سعد و عامر بن ابی وقاص وغیرہ کے گھرانے کی خواتین
بھی مسلمان تھیں اور ان میں سرِ فہرست ان کی والدۂ ماجدہ تھیں (۳۴) اگر یہ بنو
ہاشم سے جا ملتے تو ان کے اہلِ خاندان پر ظلم و ستم کی انتہا ہو سکتی تھی۔

سب سے پہلے **سُہَیلی** نے انھیں شعبِ ابی طالب میں پھنسایا ہے۔
الرّوضُ الأنُف، سیرتِ ابنِ ہشام کی شرح ہے۔ **ابنِ ہشام** میں ایسا
کوئی ذکر نہیں مگر یہاں یوں ذکر ملتا ہے: "نبی پاک ﷺ کے ساتھ مؤمنین
کو شعبِ ابی طالب میں جو صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں، ان کا ذکر نہ تو وہ لین
دین کر سکتے تھے، نہ شادی بیاہ۔ صحیح میں ہے (۳۵) کہ انھیں بہت مشکلات اٹھانا
پڑیں۔ یہاں تک کہ انھیں "خبط" اور "سَمُر" کے پتّے کھانے پڑے۔ ان میں
سے ہر ایک ایسے ہو گیا جیسے بکری ہوتی ہے۔ ان میں سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے
(یاد رہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ اس واقعے کا ذکر جہاد کے سلسلے میں کرتے ہیں)
انھوں نے روایت کی ہے کہ مجھے بھوک لگی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ ایک رات
میں ایسی تر چیز پر لیٹا کہ میں نے اسے اپنے منہ میں ڈال لیا اور اسے نگل لیا۔ اور
مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ کیا چیز تھی، آج تک پتا نہیں چلا"۔ اس کے ساتھ
سُہَیلی نے یہ روایت مزید چلائی: "یُونُسؒ کی روایت ہے کہ سعد کہتے ہیں کہ

میں ایک رات پیشاب کرنے کے لیے نکلا تو پیشاب کے نیچے سے کھڑ کھڑ کی آواز سُنی۔ دیکھا تو وہ اونٹ کی جلد کا ایک خشک ٹکڑا تھا۔ میں نے اسے اٹھالیا' دھویا' پھر اسے جلایا اور پھر اس کا سفوف بنایا اور پانی کے ساتھ تین دن تک اسی پر گزارا کیا" (۳۶)۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ **سُہَیلی** نے جہاد کے سلسلے میں بیان کی گئی روایت کو بھی شعبِ ابی طالب کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور پھر چمڑا کھانے کی ایک اور روایت بیان کر دی ہے جو کسی اور مآخذ میں بیان نہیں ہوئی۔ اگر یہ روایت درست بھی ہے تو جہاد کے سلسلے میں پیش آنے والے کسی مصیبت کا بیان ہے۔ اس کا شعبِ ابی طالب کے ساتھ پیوند ہر طرح بلا جواز ہے۔

معلوم ہوتا ہے' جس طرح **سہیلی** شعبِ ابی طالب کی مجبوریوں کو زیادہ ہولناک بنانے کے خواہش مند تھے' اسی طرح بعد کے لوگ بھی کسی ایسی روایت کے لیے چشم براہ تھے' لے اُڑے۔ کچھ لوگوں نے شعبِ ابی طالب کے ذکر میں یہ لکھنا شروع کر دیا کہ بنو ہاشم کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی محصور تھے۔ حالانکہ **سہیلی** نے صرف عنوان میں "شعبِ ابی طالب" کا ذکر کر کے سعدؓ کی روایتیں بیان کر کے انھیں پھنسایا ہے' خود یہ الفاظ نہیں لکھے کہ وہ بھی شعبِ ابی طالب میں "محصور" تھے۔ **مصباح الدین شکیل** کے علاوہ **طالب ہاشمی "رحمتِ دارین** ﷺ **کے سو شیدائی"** میں سعدؓ کو شعب میں لائے ہیں (۳۷)۔ **امیر افضل خان** نے تو حضرت سعدؓ کے علاوہ حضرت ابو سلمہؓ اور اُمِّ سلمہؓ کو بھی شعب میں کھینچ لیا ہے

(۳۸) جو قطعاً" بلا جواز ہے۔

شبلی نُعمانی نے حضرت سعدؓ والے تکلیف دہ واقعے کو گندگی سے پاک کر کے یوں پیش کیا ہے"۔ حضرت سعدؓ بن وقاصؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کو سُوکھا ہوا چمڑا ہاتھ آگیا۔ میں نے اس کو پانی سے دھویا۔ پھر آگ پر بھُونا اور پانی میں ملا کر کھایا" (۳۹)۔

عبدالصّمد رحمانی نے **شبلی** کا حوالہ دیا ہے۔ **مصباح الدّین شکیل** نے اس کا تو حوالہ نہیں دیا لیکن "الرّوض الأنُف" والا کسی مرطوب چیز کو کھا جانے والا واقعہ محمد ادریس کاندھلوی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (۴۰)

پیر **محمد کرم شاہ' ابو الکلام آزاد' راجا محمد شریف' محمد ادریس کاندھلوی** اور **جعفر سُبحانی** نے بھی صرف حضرت سعدؓ کے اس طرح چمڑا استعمال کرنے کی روایت دُہرائی ہے۔ (۴۱)

لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے منسوب یہ روایت بھی ہمارے سیرت نگاروں کا پیٹ نہیں بھر سکی۔ پتا نہیں' **سُہَیلی** نے حضرت سعدؓ کی روایت بھی کہاں سے لی ہے اور اسے شعبِ ابی طالب سے ٹانک دیا ہے لیکن بعد کے لکھنے والوں نے جن میں بہت مشہور نام بھی شامل ہیں' بعض لوگوں کی ثقاہت بھی ضرب المثل بنتی جا رہی ہے لیکن انھوں نے حضرت سعدؓ کے چمڑے کو دھو کر' جلا کر' سفوف بنا کر پانی کے ساتھ ملا کر پینے کو "چمڑا کھانا" قرار دیا ہے

اور اس کا تعلّق سب کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ ڈاکٹر **حمیدُ اللہ** نے لکھا:
"ابولہب کے سوا سارے افرادِ خاندان، مسلمان بھی غیر مسلم بھی، مصیبت کی شدت کے باعث پشت پناہ رہے۔ ("پشت پناہ" کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ محمُود) تین سال تک وہ آفت رہی کہ لوگ جنگلی جڑی بُوٹیاں بلکہ پرانے چمڑے کے ٹکڑوں کو اُبال کر کھانے پر مجبور ہو گئے"۔ (۴۲)

نعیم صدّیقی جیسے پڑھے لکھے آدمی کو اس مبالغے سے خوف محسوس نہیں ہُوا۔ "اس دور میں جو احوال گزرے ہیں، ان کو پڑھ کر پتھر بھی پگھلنے لگتا ہے۔ درختوں کے پتّے نگلے جاتے رہے اور سُوکھے چمڑے اُبال اُبال کر اور آگ پر بھُون بھُون کر کھاتے جاتے رہے"۔ (۴۳) ڈاکٹر **نثار احمد** کو سنیئے: "یہ پابندی بنو ہاشم پر انتہائی گراں گزری اور انھوں نے مجبور ہو کر درخت کے پتّے حتیٰ کہ چمڑا تک بھگو کر اور بھُون کر کھایا" (۴۴) الرحیق المختوم میں چمڑے کو سب کے لیے جمع کے صیغے میں استعمال کیا گیا۔ "محصورین کی حالت نہایت پتلی ہو گئی۔ انھیں پتّے اور چمڑے کھانے پڑے" (۴۵) **عبدُالوہّاب حجازی** نے بنو ہاشم کے غیر مسلموں کو تو بخش دیا ہے، صحابہؓ پر "کرم فرمائی" کی ہے۔ "اصحابِؓ رسول ﷺ کہتے ہیں کہ ہم سُوکھے چمڑے بھگو کر چُوستے اور پتّے کھا کھا کر اپنی گرسنگی بجُھاتے تھے"۔ (۴۶)

دیکھیے کہ **مناظر احسن گیلانی** کے بات کرنے کا انداز کتنا غیر محتاط ہے۔ "وہی فطرتِ رحیمہ و رؤفہ جو انسان تو انسان، کسی جانور کے دکھ کو بھی دیکھ کر تڑپ جاتی تھی، اس کے لیے آزمائش کی کیسی کڑی گھڑی تھی کہ ننھے ننھے

بچّے اِس لیے بلبلاتے تھے کہ ان کی ماؤں کی چھاتی میں دودھ نہیں ہے۔ آٹھ آٹھ دس دس دن، ان کے منہ میں اُڑ کر کوئی رکھیل بھی نہیں پہنچتی ہے۔ کیا سخت وقت ہے کہ پیشاب سے شرابور خشک چمڑے کو دھو کر بھُون بھُون کر ان کو کھانا پڑا جن کے دانتوں نے شاید سوکھا گوشت بھی نہیں چبایا تھا......" (۴۷)

میرے سامنے تو وہ کتاب نہیں ہے لیکن **محمد سعید شبلی** نے "فلاحِ دارین" کا ذکر کیا ہے جو ان کے بقول ایک بہت بڑے عالم کی تالیف کردہ ہے اور پاکستان کے ایک بہت بڑے محکمے نے حکومت کے اخراجات سے شائع کی ہے۔ اس میں چمڑے کو "جُوتیوں کے چمڑے" لکھ کر اپنی عاقبت زیادہ ہی خراب کر لی ہے۔ "آپ ﷺ کے خاندان کے بچے بھوک پیاس کی شدت سے بلکتے تھے اور جُوتیوں کے چمڑے چبا چبا کر ان دنوں گزارا کرتے تھے"۔ **محمد سعید شبلی** نے اس کے جواب میں بہت کچھ لکھا ہے لیکن وہ سب محقّقانہ نہیں، جذباتی انداز اور خطیبانہ اُسلُوب میں لکھا گیا ہے۔ (۴۸)

لیکن اتنا تو ہم سب دیکھ رہے ہیں کہ ایک ایسی روایت کو، جو کہیں اور نہیں ملتی، **سُہَیلی** نے بیان کیا ہے اور اس کا عنوان شعبِ ابی طالب کے حوالے سے جما کر اس کا رُخ بدلا ہے۔ اس کے بعد کیا کیا مرحلے ہمارے لکھنے والوں نے طے کیے ہیں، وہ بھی ہم نے جمع کر دیے ہیں۔ اب آپ دیکھیے کہ بات کیسے پیدا ہوتی ہے، کس طرح سفر کرتی ہے اور کس سطح پر جا پہنچتی ہے۔ اگرچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ذکر میں **اُسُدُ الغابہ فی معرفتِ**

الصّحابةؓ الاصابہ فی تمییزِ الصّحابةؓ سِیَرُ الصّحابةؓ کسی اہم کتاب میں اس روایت کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچ کہنے اور تحقیق و تفحّص کی بنیاد پر بات کرنے کی توفیق دے۔

شعبِ ابی طالب میں اموات

کسی مآخذ سے تین سال کے مقاطعے کے دوران کسی شخص کے انتقال کی خبر نہیں ملتی لیکن جب اس عرصے میں بھوک نے سب بنو ہاشم کو مسلسل گھیرے میں لیے رکھا تو کسی کا انتقال نہ ہونا قابل برداشت نہ ہُوا۔ چنانچہ پروفیسر **غلام ربّانی عزیز** اور ڈاکٹر **محمد حمید اللہ** نے یہ چوٹی بھی فتح کر لیا۔ **غُلام ربّانی عزیز** کی کتاب کا اقتباس تو پہلے دیا جا چکا ہے جس میں کہا گیا تھا: "کون کہہ سکتا ہے کہ اس عرصے میں کتنے بچے تڑپ تڑپ کر مر گئے .... شدتِ گرسنگی سے کتنے شہ زور جوان، بوڑھے ہو گئے اور کتنے بوڑھے قبل از وقت موت کی گھاٹیوں میں گم ہو گئے"۔ (۴۹)

لیکن اس تحریر میں بھی یقینی بات نہیں تھی، اس لیے **خطباتِ بھاولپور** میں ڈاکٹر **محمد حمید اللہ** نے یہ کسر بھی نکال دی۔ کہا: "یہ بائیکاٹ کئی سال تک جاری رہا۔ اس کے نتیجے میں متعدّد مسلمان فاقہ کشی سے شہید بھی ہوئے"۔ (۵۰) انھوں نے غیر مسلموں کو تو معاف کر دیا لیکن صحابہؓ کرامؓ کو شہادت سے محروم رکھنا انھیں گوارا نہ تھا۔

حواشی

بچوں کی آہ و بکا

۱۔ سیرتِ ابنِ اسحاق (محمد بن اسحاق مُطّلبی کی "کتاب السّیر والمغازی" کا اردو ترجمہ از رفیع اللہ شہاب) مقبول اکیڈمی، لاہور۔ ۱۹۹۳۔ ص ۲۶۱

۲۔ شبلی نعمانی۔ سیرت النبی ﷺ۔ جلد اول۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد۔ ص ۲۳۲

۳۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۵

۴۔ سید البشر ﷺ۔ ص ۳۲

۵۔ رسولِ رحمت ﷺ۔ ص ۱۳۹

۶۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۴۳ (مودودی کے علاوہ شبلی نعمانی اور ابوالکلام آزاد نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے لیکن مجھے طبقاتِ ابن سعد میں ایسی کوئی بات نہیں ملی)

۷۔ ظفر حسن امروہوی۔ سیرت الرسول ﷺ۔ ص ۲۹۳

۸۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۳۲۹

۹۔ ادریس کاندھلوی، محمد۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۴۳ / نبیُ رحمت ﷺ۔ ص ۳۰

۱۰۔ ابراہیم میر سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۲۹۷

۱۱۔ محمد رضا، شیخ۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ ص ۲۰۳ ("تڑپنے کی آوازیں" خوب ہے)

۱۲۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۵۳۶

۱۳۔ سیرتِ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ ص ۲۶، ۲۷

۱۴۔ مختصر سیرۃ الرسول ﷺ۔ ص ۱۸۳ / الرحیق المختوم۔ ص ۱۹۰

۱۵۔ فروغِ ابدیت۔ ص ۲۲۶

۱۶۔ تاریخِ طبری۔ جلد اول۔ ص ۱۰۱ / المواہب اللدنیہ۔ جلد اول۔ ص ۲۳۸، ۲۳۵ / الوفا باحوالِ المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۲۲۵ / سیرت النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۳۸۳۔ ۳۸۷، ۳۱۰۔ ۳۱۸ / طبقاتِ ابن سعد۔ جلد اول۔ ص ۲۵۹، ۲۶۰ / عبدالحق محدث دہلوی، شیخ۔ مدارج النبوت۔ (اردو ترجمہ از مفتی غلام معین الدین نعیمی) مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی۔ س ن۔ ص ۷۳، ۷۵

۱۷۔ غلام ربانی عزیز۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۲

۱۸۔ ایضاً۔ ص ۱۳۲، ۱۳۳

ببول یا کیکر کے پتّے اور گھاس

۱۹۔ نور البصر فی سیرتِ خیر البشر ﷺ۔ ص ۹۰ / پیغمبرِ انسانیت ﷺ۔ ص ۱۵۹ / پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ۔ ص ۳۲۸ / نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۳۶۹ / محسنِ انسانیت ﷺ۔

ص ۱۸۹ / سیرت الرسول ﷺ ۔ ص ۲۹۳

۲۰۔ شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبی ﷺ ۔ جلد اول "شعب ابی طالب میں محصور ہونا"۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن 'اسلام آباد۔ ص ۲۳۲

۲۱۔ رسولِ رحمت ﷺ ۔ ص ۱۳۹ / حیاتِ پیغمبرِ اعظم ﷺ ۔ ص ۱۳۸

۲۲۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ ۔ جلد اول۔ ص ۲۹۵ / حیاتِ رسالت مآب ﷺ ۔ ص ۱۳۶

۲۳۔ نبیِٔ رحمت ﷺ ۔ ص ۱۳۰ / سید البشر ﷺ ۔ ص ۳۲

۲۴۔ رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ص ۸۹

۲۵۔ مناظر احسن گیلانی۔ النبی الخاتم ﷺ ۔ الفیصل ناشران 'لاہور۔ جنوری ۱۹۹۵۔ ص ۷۱

۲۶۔ ضیاء النبی ﷺ ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۶

۲۷۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۲

۲۸۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ ۔ جلد اول۔ ص ۵۳۶

۲۹۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۹۰

۳۰۔ ابراہیم ۱۴: ۳۷ (جس میں کھیتی نہیں ہوتی 'تیرے حرمت والے گھر کے پاس)

۳۱۔ ابن اثیر۔ اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہؓ۔ الجزء الثانی۔ المکتبۃ الاسلامیہ ۔طہران۔ ۱۳۷۷ھ۔ ص ۲۹۰

۳۲۔ اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہؓ۔ جلد چہارم۔ (اردو ترجمہ) نقش ثانی۔ ۱۴۰۷ھ۔ ص ۱۰۰

۳۳۔ ابن حجر عسقلانی۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہؓ۔ جلد ۲۔ (مطبوعہ مصر) ص ۳۳

کھانے میں چمڑے کا استعمال

۳۴۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۵۔ ص ۳۳۲

۳۵۔ اس "صبح" کا کچھ پتا نہیں کہ یہ کیا ہے۔ لغت میں کچھ نہیں ملتا۔

۳۶۔ سہیلی۔ الروض الانف۔ الجزء الاول۔ المطبعۃ الجمالیہ مصر۔ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء۔ ص ۲۳۲

۳۷۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ ۔ جلد اول۔ ص ۵۲۸ '۵۳۶ / طالب ہاشمی۔ رحمتِ دارین ﷺ کے سو شیدائی۔ البدر پبلی کیشنز 'لاہور۔ بار چہارم جولائی ۱۹۸۸۔ ص ۷۶

۳۸۔ حضورِ پاک ﷺ کا جلال و جمال۔ ص ۱۹۰

۳۹۔ شبلی نعمانی۔ سیرت النبی ﷺ ۔ جلد اول

۴۰۔ حیاتِ پیغمبرِ اعظم ﷺ ۔ ص ۱۳۸ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ ۔ جلد اول۔ ص ۵۳۷

۴۱۔ ضیاء النبی ﷺ ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۶ '۳۸۷ / رسولِ رحمت ﷺ ۔ ص ۱۳۹ / حیاتِ رسالت مآب ﷺ ۔ ص ۱۳۹ / سیرت المصطفیٰ ﷺ ۔ جلد اول۔ ص ۲۹۵ / فروغِ ابدیت۔ ص ۲۲۶

۴۲۔ رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ص ۸۹

۴۳۔ محسنِ انسانیت ﷺ ۔ ص ۱۸۹

۴۴۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۳۲۹

۴۵۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۹۰

۴۶۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۸۔ ص ۲۶۱

۴۷۔ النبی الخاتم ﷺ ۔ ص ۷۱

۴۸۔ اصح المطالب فی شعب ابی طالب۔ ص ۱۸ '۳۳۔۳۵

۴۹۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۲ '۱۳۳

۵۰۔ خطباتِ بہاولپور۔ ص ۴۰۵

اذیت پسند کافر

جس وقت سے حضور محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے اعلانِ نبوّت فرمایا تھا‘ کفارِ قریش نے حضور ﷺ کی مخالفت کو شعار کر لیا تھا۔ کسی کی مخالفت یا حمایت میں کوئی تحریک اٹھتی ہے تو اس کی سرکردگی کوئی ایک یا ایک سے زیادہ لیڈر قسم کے لوگ کر رہے ہوتے ہیں۔ عامۃُ النّاس میں یہ تحریک ان کے پروپیگنڈے سے جان پکڑتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضورِ پُرنُور ﷺ کے اعلانِ نبوت کے نتیجے میں‘ زیادہ تر لوگ تو آپ ﷺ کے کردار کی عظمت اور حسنِ اخلاق کی بدولت‘ آپ ﷺ کے خلاف جذبات نہیں رکھتے ہوں گے۔ آپ ﷺ کی صداقت اور امانت داری کے ”مختلف مظاہر دیکھنے والے آباؤ اجداد کے مذہب پر قائم رہتے ہوئے بھی‘ آپ ﷺ کی باتوں پر کبھی کبھی غور ضرور کرتے ہوں گے۔ جب حضورِ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے چالیس بیالیس سال کا ایک ایک لمحہ ماحول اور معاشرے کے لوگوں سے داد وصول کر چکا تھا‘۔۔۔۔ تو اس عظمتِ کردار کا اثر اتنا کمزور تو نہیں ہو سکتا کہ چند لمحوں میں ختم ہو جائے اور جاننے والے دفعتاً مخالفت کی تلوار سونت لیں۔

ابولہب نے بوجوہ مخالفتِ رسولِ کریم (علیہ الصلوٰۃ و التسلیم) کو اپنے فرائض میں اوّلیت و فوقیت کا درجہ دے رکھا تھا۔ اس مخالفت کی دو وجوہ گزشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑی وجہ حضورِ

اکرم ﷺ کی سیرتِ پاک کے وہ روشن پہلو تھے جن کی وجہ سے ابولہب سمجھتا تھا کہ اس کو بنو ہاشم کی سرابری کبھی نہیں مل سکے گی‘ یہ اعزاز بہر حال محمد ابنِ عبداللہ (ﷺ) کے قدموں کی زینت بن کے رہے گا۔ ہر آدمی اپنی خوبیوں اور خامیوں سے تو واقف ہوتا ہی ہے‘ جب ایک اور شخصیت ایسی سامنے آ جائے جس میں خوبیاں ہی خوبیاں ہوں‘ کسی خامی کا شائبہ بھی نہ ہو تو حکومت و سیادت کے تمنائیوں کے لیے‘ اس ہستی سے بڑا خطرہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ میرے خیال میں ابولہب سے حضورِ اکرم ﷺ کی دشمنی کی سب سے بنیادی وجہ یہی تھی۔ باقی باتوں نے اس سبب کو تقویت پہنچائی ہو گی۔

اسی طرح بنو ہاشم کے علاوہ دوسرے قبائل کے سرکردہ لوگوں کو بھی دکھائی دے رہا تھا کہ اس ہستی کے ہوتے ہوئے مکہ میں اور اردگرد کے علاقوں میں وہ بے حیثیت ہو کر رہ جائیں گے‘ طوطی اسی ہستی کا بولے گا۔ حضورِ اکرم ﷺ کے حسنِ اخلاق اور صداقت و امانت کے ساتھ ساتھ تجارت میں آپ ﷺ کی حکمت و تدبّر کے مظاہر بھی وہ دیکھ چکے تھے۔

ہماری کُتبِ سیرت میں تو شام کا حضور ﷺ کا ایک سفر حضرت ابوطالبؓ کی ہمراہی میں وہ ملتا ہے جس کو ”بچپن کی ضد“ کا باعث قرار دیا جاتا ہے اور جو بحیرا راہب کی پیشگوئی یا ہدایت کی بنا پر ادھورا رہ گیا تھا مگر حقیقت اس سے بہت مختلف ہے۔ **عبدالرحمان ابنِ جوزی**‘ **احمد زینی دحلان** اور ان کی تائید میں **ڈاکٹر اسپرنجر** مانتے ہیں کہ تیرہ سال کی عمر میں حضورِ اکرم ﷺ نے شام کا ایک سفر حضرت زُبیر بن عبدالمطلبؓ کی معیت میں بھی کیا

تھا(۱)۔

ہمارے آقا حضور ﷺ کا حضرت ابو طالبؓ کے ساتھ پہلا سفر بھی ان کی ٹانگوں سے لپٹنے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ حضور ﷺ کا آبائی سامان تجارت حضرت ابوطالب ہی کی تحویل میں ہوتا تھا اور وہی اس ترکے کو تجارت میں استعمال کرتے تھے اور اس بار حضور ﷺ کو اس لیے ساتھ لے گئے تھے کہ انھیں بھی تجارت کے معاملات سے پوری طرح آگاہی ہو جائے۔

شبلی نعمانی کے نزدیک شام اور بصریٰ کے علاوہ اور مقاماتِ تجارت میں بھی آپ ﷺ کا تشریف لے جانا ثابت ہے (۲)۔ شام کا تیسرا سفر وہ ہے جس میں حضرت خدیجہؓ کا مال بھی ساتھ تھا۔ آروی سی باڈلے اس کے بعد بھی حضور ﷺ کے ایک تجارتی قافلہ لے کر دمشق جانے کا ذکر کرتا ہے (۳) یمن کے اسفار (۵) جرش کے دو سفر (۶) بحرین (۷) حبشہ (۸) جعاشہ (۹) نجد اور نبران (۱۰) فلسطین اور عمّان (۱۱) دبا (۱۲) مصر (۱۳) اور باڈلے کے بقول حلب، انطاکیہ، بیروت، پامیریا اور بعلبک کے تجارتی سفروں (۱۴) کے بارے میں معلومات **شہناز کوثر** نے اپنی تحقیقی کاوش "حضور ﷺ کی معاشی زندگی" (جسے ۱۹۹۴ کا صدارتی ایوارڈ ملا) میں کر چکی ہیں (۱۵)۔

کعبہ کی تولیت کے اعزاز کی وجہ سے بھی، خاندانی وقار کے لحاظ سے بھی، تجارت میں نام پیدا کرنے کے اعتبار سے بھی اور شخصی اوصاف اور عظمت کردار کے حوالے سے بھی، کوئی شخص حضور ﷺ کی برابری کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس طرح بزعمِ خود بڑے بننے اور قیادت و سیادت کے

خواب دیکھنے والوں کو حضور پُرنور ﷺ کی مخالفت میں سب حدود کو پھلانگ جانے کے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آتا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ آباؤ اجداد کے مذہبی رویّے کے ساتھ جذباتی وابستگی بھی تھی اور یہی وہ وجہ تھی جس کو سامنے رکھ کر وہ عامۃُ النّاس کو اپنا ساتھ دینے پر آمادہ کر سکتے اور حضورِ اکرم ﷺ کے خلاف اُکسا سکتے تھے۔ "لیڈر" ہمیشہ مذہبی جذبات بھڑکا کر، یا لوگوں کی واقعی موجود یا مفروضہ محرومیوں کا احساس دلا کر ہی انھیں اپنے ساتھ ملاتے ہیں۔ لیکن جو وجوہ پبلک جلسوں میں بیان کی جاتی ہیں، کسی کی مخالفت یا حمایت کی اصل وجہ "عموماً" نہیں ہوتیں۔ چنانچہ ابولہب کے علاوہ ابوجہل، ابوسفیان اور دوسرے لیڈر حضور ﷺ کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوئے، خود حضور ﷺ کو اذیت دینے کے کئی طریقے استعمال کیے اور لوگوں کو آپ ﷺ کے خلاف اُکسایا۔

حضور ﷺ کو تکلیف پہنچانے والے

سیرت کی ہر اہم کتاب میں حضور سیّدِ عالمین ﷺ کو تکلیف پہنچانے والوں کے نام اور ان کی "کارکردگی" کی کوئی نہ کوئی صورت بیان ہوئی ہے۔ ہمارے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ کیا حضور ﷺ کو اذیت دینے کی بہت سی کارروائیاں شعبِ ابی طالب کے مقاطعے ہی کے دنوں میں تو نہیں ہوئیں اور اسی دوران میں بنو ہاشم کے سوا، دوسرے قبائل کے ایمان لانے والوں خصوصاً غلاموں پر مصائب و شدائد کے پہاڑ تو نہیں توڑے گئے۔ کتبِ سیرت میں تو یہ سوال اس لیے بھی نہیں اٹھایا گیا کہ جب بنو ہاشم کو قید ہی کر ڈالا گیا، یا شہر

بدر کر کے ایک گھاٹی میں ان کا محاصرہ کیا گیا' یا انھوں نے خود کو اپنی اور حضور ﷺ کی حفاظت کے لیے محصور کر لیا' تو اس دوران میں بنو ہاشم کے اہلِ ایمان پر تو ظلم کے مزید پہاڑ توڑنا مشکل ہوا۔ البتہ کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ جب حج کے دنوں میں' یا حرمت کے چار مہینوں کے دوران حضورِ اکرم ﷺ خود یا بنو ہاشم کا کوئی اور فرد سامان خُور و نوش خریدنے کے لیے جاتا تو ابولہب اور کچھ اور لوگ سامان فروخت کرنے والوں کو منع کرتے کہ بنو ہاشم کو کوئی چیز نہ بیچو۔ اسی طرح حج کے دنوں میں حضورِ اکرم ﷺ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تو ابولہب پیچھے پیچھے بکواس کرتا پھرتا۔

ہمارے خیال میں بنو ہاشم کے مکان بھی شعبِ ابی طالب ہی میں تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ اور سب اہلِ قبیلہ اپنے گھروں ہی میں بائیکاٹ کے فیصلے سے متاثر ہوئے۔ جن سیرت نگاروں نے گلی کوچوں میں پھرنے کی ممانعت کی شق کا معاہدے میں اضافہ کیا ہے' وہ بھی زور پیدا کرنے کے لیے ہے' ورنہ بنیادی مآخذات میں لین دین اور شادی بیاہ کے بارے میں مقاطعے ہی پر مشتمل عہد نامے کا ذکر ہے۔ بہرحال' ہمارے نزدیک حضورِ اکرم ﷺ کو تکلیف پہنچانے کی کئی وارداتیں مقاطعے ہی کے دوران میں ہوئی تھیں۔ اس خیال کو تقویت اس سے بھی ملی ہے کہ **ابنِ ہشام** نے "شعبِ ابی طالب میں محصوری" کے باب کے فوراً بعد "کفّارِ قریش اور قرآنِ مجید" کے باب میں ابولہب اور اس کی بیوی اُمِّ جمیل' امیّہ بن خلف' عاص بن وائل' نضر بن حارث' ولید بن مغیرہ' اخنس بن شریق' ابی بن خلف بن وہب اور عقبہ بن ابی

المُعَیط کی حرکتوں کی نشاندہی کی ہے اور ان کے بارے میں نازل ہونے والی آیتوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد کا باب "حبشہ سے مسلمانوں کی مراجعت" کا ہے اور اس کے بعد "معاہدۂ قریش کی شکست" کے تذکرے پر مشتمل باب ہے۔ اس طرح **ابنِ ہشام** کے نزدیک بھی حضور ﷺ کو اذیت دینے اور آپ ﷺ کے خلاف سازشیں کرنے کا واقعہ شعبِ ابی طالب کے مقاطعے والے دورانیے سے متعلق ہے (۱۶)۔

ڈاکٹر **نثار احمد** نے **ابنِ ہشام** کے بیان کی بنیاد پر کہا ہے کہ ان مشرکین کے کردار پر بطورِ خاص روشنی ڈالنے والی آیات جو سورۂ لہب' ہُمزہ' مریم' کافرون' فرقان' انبیاء وغیرہ آئی ہیں' اسی دور کی ہے (۱۷)۔ **عبدالرؤف دانا پوری** نے اسی بات کو زیادہ کھل کر بیان کیا ہے۔ "اسی شعب میں حضرت عبداللہ بن عبّاسؓ پیدا ہوئے جو بنی عباس کے جدِّ اعلیٰ ہیں۔ اس وقت گو بنی ہاشم بڑی تکلیف میں تھے مگر رسولُ اللہ (ﷺ) بے خوف ظاہر اور پوشیدہ دن اور رات تبلیغ کا کام خدا کے حکم سے انجام دے رہے تھے۔ کفّار روکتے سے ڈرتے تھے' اس لیے کہ اب بنی ہاشم ہر وقت مستعد اور مجتمع تھے اور حضرت امیر حمزہؓ آپ کے ساتھ تھے' البتہ چھیڑ اور شرارت و استہزا کرتے تھے۔ خصوصاً امیہ بن خلف' اخنس بن شریق' نضر بن الحرث' ابولہب' عبداللہ بن ابن الزبعری السہمی وغیرہ۔ ان سب کے شان میں قرآنِ پاک کی آیتیں نازل ہوئیں اور ان کے استہزا کا ناصحانہ جواب دیا گیا۔ ... ایک دفعہ حضور (ﷺ) طواف کر رہے تھے۔ اسود بن المطلب بن اسد' ولید بن مغیرہ' امیّہ بن خلف' عاص بن

وائل قریش کے بڑے بڑے معتبر آپ (ﷺ) کے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد (ﷺ) آؤ' ہم لوگ ایک امر پر فیصلہ کریں۔ وہ یہ کہ جو عبادت تمہاری ہے' وہ ہم لوگ بھی کریں اور جو عبادت ہم لوگوں کی ہے' وہ تم بھی کرو۔ جس عبادت میں بہتری ہو گی' اس سے سب کو فائدہ پہنچے گا۔ اسی پر قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ کی سورہ نازل ہوئی۔ یعنی تمہارے دین سے ہمیں غرض نہیں۔ ہم تو جس کی عبادت کرتے ہیں' اسی کی کریں گے"۔ (۱۸) اس کے بعد کتاب میں "معاہدہ کا خاتمہ اور بنی ہاشم کا باہر آنا" بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ جو واقعہ اوپر بیان ہوا ہے' اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ محصوری اور قید اور شہر سے باہر ہونے والا مفروضہ بے اصل ہے۔

اگر **ابنِ ہشام** کی بات درست ہے اور سورۂ لہب شعبِ ابی طالب کے مقاطعے کے دوران نازل ہوئی ہے' اور **جلال الدین سیوطی** کی **دُرِّ منثور** کی روایت یہ ہے کہ حضور ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے کہ ابولہب کی بیوی اُمِّ جمیل اروی بنتِ حرب وہاں آئی اور کہنے لگی کہ یا محمد (ﷺ)! تو نے کس بنا پر میری ہجو کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا' بخدا' میں نے تیری مذمت نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے تیری ہجو کی ہے ...... (۱۹) ---- تو کیا اسی حوالے سے یہ بات ثابت نہیں ہو جاتی کہ شعبِ ابی طالب شہرِ مکہ سے دور کوئی گھاٹی نہیں تھی اور حضورِ اکرم ﷺ اپنے گھروں ہی میں مقاطعے کی صورتِ حال کو برداشت کر رہے تھے۔

اسی طرح عُقبہ بن ابی مُعَیط ایک بار کلمۂ طیبہ پڑھ کر اُبَیّ بن خلف کے

کہنے سے پھر بدبختی پر آمادہ ہو گیا اور حضورِ اکرم ﷺ کے چہرۂ مبارک پر تھوکنے کی جسارت کی (اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ کا انگارہ بنا دیا اور اسے واپس اس کے منہ پر دے مارا۔ جہاں وہ لگا' وہ جگہ جل گئی اور برص کی طرح وہاں سفید داغ پڑ گیا جو اس کی موت تک باقی رہا) اور عقبہ بن ابی مُعَیط کی اس بدبختی کے بارے میں سورہ الفرقان کی آیتیں (۳۰) نازل ہوئیں ---- اور یہ آیات بھی شعبِ ابی طالب کے زمانے میں نازل ہوئیں تو قید اور محصوری اور شہربدری کا نظریہ خواب و خیال ہو جاتا ہے۔

اسی لیے ہمارا مؤقف زیادہ مضبوط ہے کہ مقاطعے کا ہدف بننے والے سب بنی ہاشم اپنے اپنے گھروں ہی میں تھے' ابولہب اور عقبہ حضور ﷺ کے ہمسائے تھے اور حضور ﷺ کو نشانۂ استہزا بنانے کی حرکتیں وہ اسی دورانیے میں زیادہ کرتے رہے۔ **سیرتِ زینی دحلان** کے حوالے سے پیر **محمد کرم شاہ** لکھتے ہیں کہ ابولہب' عقبہ اور حکم بن العاص حضور ﷺ کے پڑوسی تھے اور اپنے گھروں کا کُوڑا کرکٹ اکٹھا کر کے وہ حضور ﷺ کے کاشانۂ اقدس میں ڈال دیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ "میں دو شریر پڑوسیوں میں گھرا ہوا تھا۔ ایک طرف ابولہب اور دوسری طرف عقبہ بن ابی مُعَیط تھا۔ وہ دونوں لید اور گوبر اکٹھا کر کے لاتے اور میرے دروازے پر آ کر پھینک دیا کرتے" (۲۱)۔

ابنِ اسحاق لکھتے ہیں۔ "جو لوگ آپ ﷺ کے گھر جا کے آپ کو تکلیف پہنچاتے تھے' ان کے نام ہیں: ابولہب' حکم بن العاص بن امیہ'

عُقبہ بن ابی مُعَیط، عدی بن حمرا ثقفی اور ابنِ اصدا ہذلی۔ یہ سب آپ ﷺ کے ہمسائے تھے۔ ان میں سے حکم بن ابی العاص کے سوا کسی کو اسلام لانے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی۔ جیسے مجھے بتایا گیا ہے۔ بعض نماز پڑھنے کی حالت میں آپ ﷺ پر بکری کی بچہ دانی پھینک دیتے تھے۔ بعض، جب آپ ﷺ کی ہانڈی وغیرہ پکنے کے لیے چُولھے پر ہوتی تو اسے اس میں ڈال دیتے۔ یہاں تک کہ نماز کی حالت میں ان کی تکلیفوں سے بچنے کے لیے آپ ﷺ کو ایک حُجرہ بنانا پڑا، تاکہ اس میں چُھپ کر نماز پڑھیں اور کسی حد تک ان کی تکلیفوں سے محفوظ رہیں۔ بعض اوقات جب یہ لوگ بچہ دانی وغیرہ آپ ﷺ پر ڈالتے تو آپ ﷺ اس کو لکڑی پر اٹھا کر اپنے دروازے میں کھڑے ہو جاتے اور فرماتے! اے عبدِ مناف کے بیٹو! یہ کیا پڑوس ہے؟"

ابنِ سعد نے رسولُ اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سے عداوت اور دشمنی رکھنے والے، جھگڑے اور فساد کے خواہاں لوگوں کے جو نام دیئے ہیں، وہ یہ ہیں: ابو جہل بن ہشام، ابولہب بن عبدالمطلب، اسود بن عبد یغوث، حارث بن قیس بن عدی جس کی ماں کا نام غیطلہ تھا، ولید بن المغیرہ، امیہ، اُبَی بن خلف، ابو قیس بن فاکہہ بن المغیرہ، نضر بن حارث، منبّہ بن الحجاج، عاص بن وائل، زُہیر بن ابی امیّہ، سائب بن صیفی بن عابد، اسود بن عبدالاسد، عاص بن سعید بن العاص، عاص بن ہاشم، عُقبہ بن ابی مُعیط، ابن الاصدا ہذلی، حکم بن ابی العاص، عدی بن الحمرا۔

ابنِ سعد نے لکھا ہے کہ یہ سب قریش کے ہمسائے تھے (۲۳) **شبلی نعمانی** نے کہا کہ "یہ سب کے سب آنحضرت ﷺ کے ہمسائے اور ان میں سے اکثر صاحبِ جاہ و اقتدار تھے" (۲۴)۔

سیّد ابو الاعلیٰ **مودودی** نے حالتِ سجود میں حضور ﷺ کی کمر مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالنے کی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت (۲۵) بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اگرچہ محدّثین نے اس واقعہ کا زمانہ نہیں بتایا مگر یہ بات کہ حضرت فاطمہؓ دوڑی ہوئی آئیں اور اوجھڑی کو حضور ﷺ کے شانوں پر سے کھینچ کر اتارا۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر کم از کم نو سال ہو گی کیونکہ اس سے کم عمر لڑکی کے لیے یہ مشکل تھا کہ آلائش سے بھرا ہوا اونٹنی کا بوجھ اور بچہ دانی کھینچ کر اتار سکتی۔ انھوں نے لکھا ہے کہ **ابنِ عبدالبَر** نے **الاستیعاب** میں اور **زرقانی** نے **شرحِ مواہب** میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ اس وقت پیدا ہوئی تھیں جب حضور ﷺ کا سِن شریف ۴۱ سال تھا (۲۶)۔ اس سے انھوں نے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ کفار نے یہ بیہودگی اس زمانے میں کی تھی جب حضرت خدیجہؓ اور جناب ابوطالب کا انتقال ہو چکا تھا۔

لیکن حقیقت اس سے بہرحال مختلف ہے۔ طبقاتِ **ابنِ سعد** میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نُبوّت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ جس سال قریش بیتُ اللہ کی تعمیر کر رہے تھے (۲۷) اسی طرح **ابنِ جوزی** کی رائے بھی یہی ہے (۲۸) شیخ عبدالحق محدّث دہلوی لکھتے ہیں کہ **ابنِ اسحاق** نے حضورِ اکرم

ﷺ کی اولاد کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی تمام اولاد اظہارِ نبوت سے قبل پیدا ہوئی ہیں بجز حضرت ابراہیمؓ کے۔ **ابنِ جوزی** نے کہا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت، اظہارِ نبوت سے پانچ سال پہلے ہے۔ مشہور تر روایت یہی ہے (۲۹)

پتا نہیں کیوں سید ابوالاعلیٰ **مودودی** نے **ابنِ سعد**، **ابنِ جوزی**، **ابنِ اسحاق** اور **شیخ عبدالحق محدث دہلوی** کے بجائے **الاستیعاب** پر انحصار کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش ہے کہ عقبہ بن ابی معیط کی بے ہودگی والا واقعہ عام الحزن یا اس کے بعد کا ہے۔ حالانکہ صحیح صورتِ حال یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ واقعہ شعبِ ابی طالب والے محاصرے کے دنوں کا ہے، اور اس وقت سیدہ فاطمہؓ کی عمر نو یا دس برس ہو گی۔

کفارِ قریش نے حضورِ اکرم ﷺ کو تکلیفیں پہنچانے کے لیے جو جو کچھ کیا، معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بیشتر حصہ شعبِ ابی طالب کے مقاطعے کے دوران ہوا۔ اگرچہ کافروں کی بدقسمتی یہ رہی کہ ان میں سے بیشتر کی اولاد نے اس ہستی ﷺ کو اپنا آقا و مولا تسلیم کیا جسے وہ اذیتیں دینے میں اپنی ساری صلاحیتیں صرف کرتے رہے۔ مثلاً:

ابوسفیان کی بیٹی اُمِ حبیبہؓ قدیم الاسلام تھیں اور بعد میں اُمّ المومنین بننے کے شرف سے فیض یاب ہوئیں۔ ابولہب کی بیٹی درۂ مشرف باسلام ہو گئی تھیں۔ ابولہب کے دونوں بیٹے عتبہ اور معتب فتحِ مکہ کے موقع پر ایمان لے آئے۔ عفان کے بیٹے عثمانؓ قدیم الاسلام ہیں۔ سعید بن ابی العاص کے بیٹے

خالد اور عمرو مسلمان ہو گئے۔ عقبہ بن ابی معیط کے بیٹے ولید، عمارہ اور خالد اسلام لے آئے۔ عتبہ بن ربیعہ کے بیٹے ہشام ابو حذیفہ صاحبِ ایمان ٹھہرے۔ اس کی بیٹی بھی مسلمان ہو گئیں۔ ابی امیہ بن مغیرہ کی بیٹی اُمِ سلمہؓ تو اُمّ المومنین ہوئیں۔ ابوجہل کے چچا زاد ہشام بن ابی حذیفہ، اس کے بھائی سلمہ بن ہشام، اس کے دوسرے دو چچا زاد عیاش اور ولید اور ولید بن مغیرہ کے بھتیجے ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ہلال مسلمان ہو گئے (۳۰)۔

مسلمانوں پر ظلم و ستم کے واقعات

صحابۂ کرامؓ پر کفارِ قریش کے ظلم و ستم کے واقعات تو کتبِ سیرت میں بیان کیے جاتے ہیں لیکن عہد کا تعین نہیں ہوتا۔ غلاموں پر تو جور و استبداد کا بازار ویسے بھی کافر گرم ہی رکھتے تھے کہ جانوروں کی طرح ان سے کام لیا جاتا تھا اور انھیں نہ کوئی سہولت حاصل ہوتی تھی، نہ ان کا کوئی حق تسلیم کیا جاتا تھا۔ یہ تو ہمارے آقا و مولا (علیہ التحیۃ والثناء) کی بعثت ہے جس کے سبب غلامی کی لعنت ختم ہوئی، انسانیت کے شرف کی بات چلی اور جلیل القدر صحابۂ کرامؓ نے سابق غلاموں کو "سیدنا" (ہمارے سردار) کہنا شروع کیا۔ **اظہر محمود** نے اپنی کتاب "**حضور ﷺ کے سیاہ فام رُفقا**" کے مقدمے میں لکھا:

"**آرنلڈ ٹوائن بی**، اپنی کتاب "**سولائزیشن آف ٹرائل**" مطبوعہ ۱۹۴۸ء میں کہتا ہے کہ "محمد (ﷺ) نے اسلام کے ذریعے انسانوں میں رنگ اور نسل اور طبقاتی امتیاز کو یکسر ختم کر دیا۔ آج کی دنیا جس ضرورت

کے لیے رو رہی ہے' اسے صرف اور صرف مساواتِ محمدی (ﷺ) کے
نظریے کے ذریعے ہی پورا کیا جا سکتا ہے"۔

جی ہگنز "اپالوجی فار محمد" (ﷺ) میں لکھتا
ہے۔ "کہاں ہیں وہ پوپ' آرچ بشپ آف کنٹربری اور کونسلز آف کانووکیشن'
اسقف' پادری اور مسیحی قوانین بنانے والے' جنھوں نے افریقہ میں غلامی کی
اجازت دی' جنھوں نے حبشیوں کو غلام بنانا مذہب کے مطابق قرار دیا...... اس
کے ساتھ ساتھ ایک نام ہے' محمد (ﷺ) جس نے انسانیت کو رنگ اور
نسل کی زنجیروں سے آزادی عطا کی۔ یہ نام روشن سے روشن تر ہوتا چلا جا رہا
ہے۔ اس نام کی تجلیات پوری دنیا میں پھیلتی جا رہی ہیں"۔

**ای بلائیڈن "کرسچیانٹی' اسلام اینڈ دی نیگرو
ریس"** مطبوعہ ۱۹۶۹ء میں رقم طراز ہے۔ **"ولیم پین' پادری جارج
وائٹ فیلڈ'** صدر **ایڈورڈز** ------ یہ سب لوگ کئی اہم کتابوں کے
مصنف تھے اور ان کی شہرت عالمگیر ہے۔ مسیحی دینیات کی دنیا میں انھیں ممتاز
ترین مقام حاصل ہے۔ یہ سب کیسے انسان تھے؟ یہ سب غلامی کے حامی تھے اور
سیکڑوں غلام ان کی ملکیت تھے۔ حبشی ان کے نزدیک انسان تھے ہی نہیں' بلکہ وہ
انھیں "شیطان کی اولاد" سمجھتے ہوئے ان سے نفرت کرتے اور ان پر ظلم کرنا جائز
سمجھتے تھے...... ان عیسائی دینداروں اور عالموں کا خدا' محمد (ﷺ) کے خدا
سے کتنا مختلف ہے۔ محمد (ﷺ) نے انسانوں کو بتایا کہ حبشی اور کالے بھی
انسان ہوتے ہیں۔ ان کی اپنی جانیں اور اپنی روحیں ہوتی ہیں جبکہ اس کے

برعکس عیسائی دینداروں اور کلیسا کے عہدیداروں نے حبشی غلاموں کو بتایا تھا
"تمہیں جان لینا چاہیے کہ تمہارے جسم بھی تمہارے اپنے نہیں' بلکہ تمہاری
جانوں اور روحوں کے مالک بھی وہی ہیں جنھیں خدا نے تمہارا آقا بنایا ہے"۔

لین پول اپنی تصنیف "اسلام" مطبوعہ ۱۹۰۳ء میں ان عیسائیوں کو ذکر
کرتا ہے جو حبشیوں کی آزادی کے داعی ہیں اور ان کے ذکر میں حضور
(ﷺ) کی تعلیمات اور آپ (ﷺ) کی حبشیوں کے ساتھ محبّت و
شفقت کے سلوک کا حوالہ دے کر فرق واضح کرتے ہوئے لکھتا ہے"۔ "جان
براؤن' جو اپنے حبشی غلام کی آزادی کے لیے بخوشی جان دے سکتا تھا' اگر اسے
یہ معلوم ہوتا کہ اس کی بیٹی اس کے غلام سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو وہ
اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیتا۔ یہ محمد (ﷺ) تھے جنھوں نے
رنگ اور نسل کا خاتمہ کر دیا اور حبشی بھی عربوں کے داماد بننے لگے۔ یہ محمد
(ﷺ) تھے جنھوں نے حبشیوں کو مُقرّب بنایا' حتیٰ کہ انھیں حکمران کی
حیثیت سے بھی قبول کرنے پر بنی نوعِ انسان پر آمادہ کر لیا۔ ہم میں سے کون ہے
جو عیسائی ہوتے ہوئے بھی ایک حبشی عیسائی کو اپنا مقرّب' رشتے دار یا حکمران بنانا
پسند کرے گا؟ کوئی بھی نہیں!"

حضور ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں بھی لاکھوں فرزندانِ توحید
کے سامنے اس بات پر زور دیا کہ اسلام میں کالے اور گورے کا کوئی تصوّر نہیں۔
اگر کسی آدمی کے بارے میں کوئی معیار قائم کیا جا سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف
تقویٰ ہے۔ حضور ﷺ کے سامنے صرف اور صرف اسلام کے زرّیں

اصولوں کا ترازو تھا۔ اگر اس ترازو پر کوئی حبشی پُورا اُترا' تو حضور ﷺ نے اسے چاہا۔ اگر اس کسَوٹی پر کوئی (بظاہر) عیب دار شخص' بدصورت اور معذور فرد بھی آیا تو حضور ﷺ نے اسے بھی پیار کیا۔ حیاتِ طیّبہ میں حضرت بلالؓ حبشی کا قد بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ حضور ﷺ رنگ و نسل سے بے نیاز ہو کر کالے' عیب دار' بظاہر کم صورت اور دُبلے پتلے انسانوں سے ویسے ہی محبت کرتے ہیں جیسی دوسرے انسانوں سے کرتے تھے (۳۱)۔

جوں جوں غلام دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے گئے' امن و امان میں آ گئے' سکون و طمانیت پا گئے' اعزاز و اکرام نے ان کے قدم چومے۔ مدینۂ طیّبہ میں اسلامی مملکت قائم ہوتے ہی انھیں نہایت اہم ذمّہ دارانہ عہدوں پر تفویض کیا جانے لگا اور اسلام کی برکات ان پر سایہ فگن ہو گئیں۔ لیکن کافروں کے نزدیک تو وہ بہائم سے بھی بدتر حیثیت کے مالک تھے۔ اس لیے ان میں سے جو کوئی حضور رحمتِ ہر عالم ﷺ کی فرمانبرداری اختیار کرتا گیا' کافروں کے ظلم و ستم کا ہدف بنا۔ آلِ یاسرؓ پر ظلم کی داستانیں آج بھی کلیجہ کاٹتی ہیں۔ حضرت بلال' حضرت خبّابؓ' حضرت صُہیبؓ اور دوسرے جلیل القدر لوگوں نے بہت سختیاں سہیں' بڑے کشٹ کاٹے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضورِ اکرم ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے والے دوسرے صحابہؓ کے خلاف بھی کافروں نے اپنی سی کی۔

کسی کے مسلمان ہو جانے پر اسے اپنے گھر والوں اور قبیلے والوں ہی کی مخالفت میں جو جو تحفے ملے' ان کا ذکر بھی حوصلہ فرسا ہے۔ پھر جو کوئی نماز پڑھتا

ہُوا ملا' اسلام کی بات کرتا ہُوا پایا گیا' اسے مزید شدائد کا سامنا کرنا پڑا۔ اہلِ سیَر نے اس کی تعیین تو نہیں کی کہ اس قسم کے جَور و ستم کا کون سا واقعہ کس سَن میں یا کس واقعے سے پہلے یا بعد میں پیش آیا' لیکن قیاس یہ ہے کہ یہ ظلم و ستم شعبِ ابی طالب کے بنو ہاشم کے مقاطعے کے دوران بھی جاری رہا ہو گا۔ غلاموں پر بھی اور عام مسلمانوں پر بھی۔

حواشی

اذیّت پسند کافر

۱۔ الوفا باحوالِ المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۱۳۲ / احمد زینی دحلان۔ سیرتِ دحلانیہ (اردو ترجمہ از صائم چشتی) چشتی کتب خانہ' فیصل آباد۔ ص ۲۹۳' ۲۹۵ / محمد رضاؒ۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ ص ۶۰

۲۔ شبلی نعمانی۔ سیرت النبی ﷺ۔ جلد اول۔ باب "ظہورِ قدسی"۔ عنوان "حدودِ سفر"۔

۳۔ ابراہیم میر سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۱۳۶' ۱۳۷ / نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۷۵

۴۔ باڈلے' آر وی سی۔ الرسول ﷺ (اردو ترجمہ از ڈاکٹر ایم ایس ناز) مکتبہ عالیہ' لاہور۔ ۱۹۹۱۔ ص ۸۹

۵۔ فکر و نظر (ماہنامہ) اسلام آباد۔ جون ۱۹۷۸۔ ص ۴۳ (مضمون "اسلام کی معاشرتی بہبود" از ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ / خاتونِ پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسول ﷺ نمبر۔ حصہ دوم۔ ص ۴۹ / کلیم ارائیں' محمد۔ سرورِ عالم ﷺ کے سفرِ مبارک۔ ص ۴۶ / سیرت الرسول ﷺ من القرآن۔ (سید محمد رضوان و انتظام اللہ شہابی) سعید اینڈ کمپنی' کراچی۔ ۱۹۶۳۔ ص ۹۰ / محدث (ماہنامہ) لاہور۔ رسولِ مقبول ﷺ نمبر۔ حصہ اول۔ ص ۱۳۰ (مضمون "رسولِ مقبول ﷺ کی معاشی زندگی" از ڈاکٹر اختر راہی)

۶۔ احسان الحق سلیمانی' محمد۔ رسولِ مبین ﷺ۔ مقبول اکیڈمی' لاہور۔ ۱۹۹۳۔ ص ۲۳۵ / رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ص ۶۱ / شبلی نعمانی۔ سیرت النبی ﷺ۔ جلد اول۔ "حدودِ سفر" / سیرُ الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین حصہ اول۔ ص ۳۸ / نور محمد غفاری' ڈاکٹر۔ نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی۔ مکتبہ ابوذر غفاری' اسلام آباد۔ طبع دوم۔ ۱۹۹۰۔ ص ۸۲

۷۔ شبلی نعمانی۔ سیرت النبی ﷺ۔ جلد اول۔ "حدودِ حرم" / رسولِ مبین ﷺ۔ ص ۲۳۶ / نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی۔ ص ۸۳ / سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۱۳۔ حاشیہ
۸۔ محدث۔ رسولِ مقبول ﷺ نمبر۔ جلد اول۔ ص ۱۳۰ / الایمان (پندرہ روزہ) لاہور۔ یکم تا ۱۵۔ اپریل ۱۹۷۸۔ ص ۱۹ / رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ص ۹۳
۹۔ نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی۔ ص ۸۳ / رسولِ مبین ﷺ۔ ص ۲۳۵
۱۰۔ فاران (ماہنامہ) کراچی۔ سیرت نمبر ۱۹۵۶۔ ص ۳۹ (عبد القدوس ہاشمی کا مضمون)
۱۱۔ محدث۔ رسولِ مقبول ﷺ نمبر۔ جلد اول۔ ص ۱۳۰، ۱۳۱ / الرسول ﷺ۔ ص ۸۹
۱۲۔ البغدادی، محمد بن حبیب۔ کتاب المحبر۔ دائرہ معارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن۔ ۱۹۴۲۔ ص ۲۶۵
۱۳۔ رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ص ۹۳، ۹۴
۱۴۔ باڈلے۔ الرسول ﷺ۔ ص ۸۹ (شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی نے اسے یورپ کے مؤرخین کی اختراع قرار دیا ہے)
۱۵۔ شہناز کوثر۔ حضور ﷺ کی معاشی زندگی (۱۹۹۴ کی صدارتی ایوارڈ پانے والی کتاب) اختر کتاب گھر، لاہور۔ ۱۹۹۴۔ ص ۳۲۔ ۳۸

حضور ﷺ کو تکلیف پہنچانے والے

۱۶۔ سیرت النبی ﷺ کامل مرتبہ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۳۸۴۔ ۴۱۸
۱۷۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۲۹۵
۱۸۔ اصح السیر۔ ص ۵۰
۱۹۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۰۵
۲۰۔ الفرقان: ۲۷۔ ۲۹
۲۱۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۰۷
۲۲۔ مختصر سیرت الرسول ﷺ۔ ص ۲۰۰
۲۳۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ جلد اول۔ ص ۲۷۰
۲۴۔ شبلی نعمانی۔ سیرت النبی ﷺ۔ جلد اول۔ "رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی"۔
۲۵۔ یہ روایت بخاری نے کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجہاد، کتاب الجزیہ وغیرہ میں کئی جگہ بیان کی ہے۔ اس کے علاوہ مسلم شریف، مسندِ احمد، سنن نسائی وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔
۲۶۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۲۶۳، ۲۶۴
۲۷۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ حصہ ہشتم۔ ص ۳۵

۲۸۔ ادریس کاندھلوی، محمد۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ حصہ سوم۔ ص ۳۶۹
۲۹۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۸۷
۳۰۔ ابراہیم میر سیالکوٹی، محمد۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۳۱۰، ۳۱۱
۳۱۔ اظہر محمود۔ حضور ﷺ کے سیاہ فام رفقا۔ اختر کتاب گھر، لاہور۔ ۱۹۹۳، ص ۱۲۔ ۱۴

حضرت ابوطالبؓ، حمزہؓ اور علیؓ کا کردار

حضرت ابوطالبؓ

ابنِ اسحاق کے مطابق ولید بن مغیرہ نے حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف فتنہ انگیزی کی تو پہلے سورہ المدّثر کی کچھ آیات نازل ہوئیں۔ دوسرے سردارانِ قریش کی مذمّت میں سورہ الحجر کی چار آیتیں نازل ہوئیں (۱)۔ پہلے اللہ ربّ العزّت نے کفّارِ قریش کی ہرزہ سرائیوں اور سازشوں کا نوٹس لیا۔ پھر حضرت ابوطالبؓ نے اپنا مشہور قصیدہ لامیہ لکھا (۲) **ابنِ ہشام** کے علاوہ **عبدالحسین احمد امینی** اور **ابنِ کثیر** نے بھی یہ قصیدہ نقل کیا ہے (۳)۔

امیر افضل خاں اس قصیدے کے بارے میں لکھتے ہیں: چنانچہ جناب ابوطالبؓ نے تقریباً" سو شعروں کی ایک نظم کہہ دی جو بنو ہاشم کے بچے بچے کی زبان پر آ گئی۔ جس سے سب لوگوں کو پتا چل گیا کہ حضورِ پاک ﷺ اکیلے نہیں، اور بنو ہاشم حضورِ پاک ﷺ پر قربان ہو جائیں گے۔ انھوں نے اس قصیدے کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے: افسوس کہ لوگوں کے دلوں میں ہماری محبّت ختم ہو رہی ہے اور وہ خون کے رشتے بھولتے جاتے ہیں۔ ہمارے دشمنوں کی باتوں میں آ کر ہمارے اوپر تیوری چڑھا رہے ہیں اور انگلیاں کاٹ رہے ہیں، تو پھر مجھے بھی کوئی پروا نہیں۔ چمکتی تلوار میرے ہاتھوں میں ہے اور میرے خاندان

کے لوگ بھی میرے ساتھ ہیں اور ہم بھی اپنی جانوں کی قسم کھا چکے ہیں"۔ پھر جناب ابوطالب خانۂ کعبہ، حجرِ اسود اور عظمت والی قربیا" چالیس چیزوں کا ذکر کر کے کہتے ہیں۔ "آگاہ رہو کہ تم محمد (ﷺ) کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔ ہاں البتہ ایسا ہماری لاشوں پر ہو سکے گا..... اور ہم عورتیں اور بچے بھی قربان کر دیں گے"۔

اس کے بعد بنو ہاشم کو چھوڑ کر، بنو عبدِ مناف کے باقی خاندان والوں اور ان کے سرداروں سے مخاطب ہوتے ہیں۔ "اے ابوسفیان! تو نے بھی ہم سے منہ موڑا۔ اور اے عتبہ بن ربیعہ! تم پر افسوس ہے کہ تم ہمارے دشمنوں کی باتیں سنتے ہو"۔ اس کے بعد قُصَی کی ساری اولاد اور حلیف قبائل کو شرم دلاتے ہیں کہ "آج بنو مخزوم اور بنو سہم ہماری مخالفت پر تُل گئے ہیں تو تم لوگوں کو خاندانی پاس بھی نہ رہا۔ لیکن فکر مت کرو۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے الفاظ کو عملی جامہ پہنائیں گے" (۴)۔

اسی قصیدے میں وہ مشہور زمانہ شعر ہے:

وَ اَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

یعنی وہ ایسے روشن چہرے والے ہیں کہ اُن کے رُوئے مبارک کے واسطے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کے نگراں اور بیواؤں کی پناہ ہیں"۔ **ابنِ ہشام** نے لکھا ہے کہ ایک بار مدینۂ کریمہ میں بارش نہ ہوئی، حضور ﷺ نے دعا کی، بارش نے جل تھل کر دیا تو آپ ﷺ نے حضرت ابوطالبؓ

کے اِس شعر کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آج ابو طالب ہوتے تو انھیں اس سے خوشی ہوتی (۵)۔

جب حضرت ابو طالبؓ نے حضور رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی حمایت پر بنو ہاشم اور اولادِ مُطّلب کو مُتّحد کر لیا۔ اور صرف ابولہب نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو انھوں نے جو قصیدہ کہا اس کے سات اشعار **سیرتِ ابنِ ہشام** کے علاوہ **طبقاتِ ابنِ سعد' تاریخ ابوالفدا' سیرتِ حلبیہ** اور **الرّوضُ الاُنف** میں بھی درج ہیں۔ قصیدہ یوں شروع ہوتا ہے۔ "اگر قبیلۂ قریش کے لوگ کسی فخر و مباہات کے لیے جمع ہوں تو ان کے سارے فخر کی اصل اور سارے فضائل کا راز اولادِ عبدِ مناف ہوں گے۔ اور اگر اولادِ عبدِ مناف کے اَشراف کو جمع کیا جائے تو سارے اشراف اور قدیم فضائل والے بنی ہاشم ہی میں سے ہوں گے۔ اور اگر بنو ہاشم بھی کسی روز فخر کرنے لگیں تو بے شک محمد (ﷺ) اُن کے درمیان ایسے برگزیدہ ہوں گے کہ وہ تمام فضائلِ بنی ہاشم کا راز اور ان میں سے سب سے بڑے صاحبِ فضل و کرم ہوں گے.....(۶)۔

جب بنی ہاشم شعبِ ابی طالب کے حوالے سے کُفّارِ قریش کے مقاطعے کا سامنا کر رہے تھے تو حضرت ابو طالبؓ نے قصیدہ بائیہ لکھا جو **سیرتِ ابنِ ہشام** کے علاوہ **بلوغ الارب' الرّوضُ الاُنف' تاریخِ ابنِ کثیر' شرح نہجُ البلاغہ از ابنِ ابی الحدید' خزانۃ الادب بغدادی** وغیرہ کتب میں منقول ہے (۷) صرف دو اشعار کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے: کیا تمھیں اب بھی

یقین نہیں آیا کہ ہم نے محمد (ﷺ) کو ویسا ہی نبی پایا ہے جیسے حضرت موسیٰؑ تھے اور یہ کہ انھی کا ذکر قدیم کتابوں میں کیا گیا تھا۔ اور یہ کہ اللہ نے اپنے تمام بندوں میں سے صرف محمد (ﷺ) پر اپنی محبّت نازل کی ہے۔ پس اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جسے اللہ نے اپنی محبت کے ساتھ مخصوص کیا ہو......(۸)۔

تاریخ یعقوبی اور شرحِ نہجُ البلاغہ کے حوالے سے **علی حسنین شیفتہ** نے حضرت ابو طالبؓ کے قصیدہ فائیہ کے ۱۲ اشعار نقل کیے ہیں جو انھوں نے ابولہب کے نصرتِ پیغمبرِ برحق ﷺ پر آمادہ نہ ہونے پر کہے (۹)۔ پہلے تین اشعار کا ترجمہ دیکھیے:

اے شیبۃُ الحمد عبدالمطّلب کے بیٹے ابولہب! مجھے تیری زائل شدہ عقل پر بڑا تعجب ہے اور ان لوگوں کی کمزور عقلوں پر بھی جو تیرے ساتھ ہیں۔ وہ بے عقل تجھ سے کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) کا اِتّباع کرنے والوں پر ظلم کرو اور ان کی مخالفت کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ حالانکہ وہ سب کے سب ظالم لوگ ہیں۔ کوئی ان میں خیانت کرنے والا حاسد ہے تو کوئی ایسا قریبی عزیز ہے جو تیرا مخلص نہیں ہے......"۔

دیوانِ ابی طالب میں حضرت ابو طالب کے ایک قصیدہ میمیہ کے پندرہ اشعار ملتے ہیں جس کے ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے: خدا کی قسم! تم محمد (ﷺ) کو اس وقت تک قتل نہیں کر سکتے جب تک کہ بہت سے سروں اور گردنوں کو کٹتے ہوئے نہ دیکھ لو"۔ (۱۰) یہ قصیدہ بھی عدمِ تعاونِ قریش کے

دنوں میں کہا گیا۔

کلامِ ابی طالب میں شعبِ ابی طالب والے بائیکاٹ کے دنوں میں کہے گئے دو اور میمیہ قصیدے ملتے ہیں۔ ایک قصیدے کے دو اشعار کا ترجمہ یہ ہے: "وہ ہمارے بارے میں یہ امید کرتے ہیں کہ ہم محمد (ﷺ) کو قتل کی اجازت دے دیں اور اپنے گندم گوں نیزوں کو ان کے خون سے رنگین نہ کریں۔ لیکن بیت اللہ کی قسم! تم نے بالکل جھوٹی توقع کی ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم انسانی کھوپڑیوں کو گرم پانی کے کنوئیں اور زمزم میں پھینکی جاتی ہوئی نہ دیکھو"۔ تیسرے میمیہ قصیدے کے نو شعر دیئے گئے ہیں۔ اس کے دو آخری اشعار کا ترجمہ یوں ہے: "قریش کے زعما و روسا نے احمد (ﷺ) کے قتل کا ارادہ تو کیا لیکن ان میں سے کوئی بھی ان کے قتل کی ذمہ داری قبول کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ محمد (ﷺ) کے اردگرد ان کا دفاع کرنے کے لیے ہماری ایک جماعت ہر وقت تیار رہتی ہے۔ وہ جماعت جس کے افراد ایسے بہادر ہیں کہ سارے خاندان کی ناک ہیں اور ایسے مضبوط ہیں گویا کہ ریڑھ کی ہڈی ہیں (۱۱)۔

علی حسنین شیفتہ نے حضرت ابوطالبؑ کے ایک قصیدہ بائیہ کے چھے اشعار **شرحِ نہج البلاغہ** (جلد سوم۔ ص ۳۰۹) سے لیے ہیں اور لکھا ہے کہ ان کا تعلق بھی اسی زمانہ عدمِ تعاون سے معلوم ہوتا ہے۔ دو اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔ "تم لوگ احمد ﷺ کو کوئی نقصان پہنچانے سے پہلے نیزوں کے پھلوں اور تلواروں کی باڑھوں کی جلن اپنے جسموں میں محسوس کرو گے اور

تم اپنے گھروں کے درمیان لمبے لمبے نیزوں کی انیاں اور تیز رفتار گھوڑوں کو پاؤ گے"۔ (۱۲)

پیر **محمد کرم شاہ** نے **سیرتِ ابنِ کثیر** (جلد دوم۔ ص ۴۴) کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابوطالب کو ہر وقت یہ فکر رہتی تھی کہ مبادا کوئی بدبخت حضور ﷺ کو نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جائے' اس لیے وہ ہر احتیاطی تدبیر بروئے کار لاتے اور اس میں ذرا تساہل نہ کرتے۔ یہاں تک کہ حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی استراحت کے لیے ایک بستر بچھایا جاتا۔ حضور ﷺ اس پر تھوڑی دیر آرام فرماتے۔ جب لوگ سو جاتے تو مشفق چچا حضور ﷺ کو وہاں سے اٹھاتے اور کسی دوسری جگہ جہاں حضور ﷺ کی شب بسری کے لیے بستر بچھایا گیا ہو' وہاں لے جا کر سُلا دیتے اور حضور ﷺ کے پہلے بستر پر اپنے بیٹوں میں سے کسی بیٹے کو یا اپنے بھائیوں میں سے کسی بھائی کو سلا دیتے (۱۳) یہی بات **الرحیق المختوم** میں تحریر ہے (۱۴)۔

ابو جعفر **محمد ابنِ حبیب** کی کتاب **"الامالی"** کے حوالے سے ہے کہ حضرت ابوطالب نے ایسے کسی موقع پر اپنے بیٹے حضرت علیؑ کو کچھ اشعار کہے جن میں سے دو کا ترجمہ یوں ہے۔ "ہم نے تمہیں اس شدید ابتلا کے زمانے میں حبیب ابنِ حبیب (ﷺ) کا فدیہ بنا دیا ہے۔ ہم نے تمہیں فدیہ بنایا ہے اس روشن رُخ' بلند مرتبہ پیغمبر (ﷺ) کا جو فیّاض' کریم اور شریف و نجیب ہے (۱۵)۔ **مختصر سیرۃُ الرّسول** ﷺ میں حضرت

ابوطالب کے حضور ﷺ کے بستر پر اپنے بیٹے یا بھائی یا عم زاد کو سلا دینے کے ذکر میں ان کا مشہور زمانہ قصیدہ لامیہ نقل کیا ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں (۲۶)۔

جب معاہدۂ عدمِ تعاون ختم ہوا' اسے دیمک کھا گئی تو حضرت ابوطالبؓ نے جو قصیدہ دالیہ کہا' اس کے ۲۸۔ اشعار **علی حسنین شیفتہ** نے **سیرتِ ابنِ ہشام' طبقاتِ ابنِ سعد' عیون الاخبار (ابنِ قُتَیبہ) تاریخِ یعقوبی' الاستیعاب' الرّوضُ الاُنف' تاریخِ ابنِ کثیر' عیون الاثر' الخصائصُ الکبریٰ' دیوانِ ابی طالب' السیرت الحلبیہ** اور **سیرتِ زینی دحلان** وغیرہ کئی کتابوں کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔ کئی اشعار میں حضورِ اکرم ﷺ کی تعریف ہے۔ تین اشعار کا ترجمہ دیکھیے:

"وہ بڑے بڑے امور پر جُرأت و ہمت رکھنے والے ہیں اور ایسے نورانی ہیں جیسے مشعل بردار کے ہاتھوں میں ضو دیتا ہُوا چراغ ہو۔ وہ بہت سی راکھ والے ہیں (یعنی ان کے گھر میں مہمانوں کے لیے بہت سا کھانا پکتا ہے) وہ سیّد ابن سیّد ہیں۔ مہمانوں کی دعوت پر آمادہ بھی کرتے ہیں اور انھیں اپنے پاس جمع بھی کیے رہتے ہیں"۔ (۱۷) جس شعر میں حضرت ابوبکر صدّیقؓ کا ذکر ہے' وہ **شیفتہ** نے نقل نہیں کیا۔

قارئینِ محترم! حضرت ابوطالبؓ کا کردار تو شعبِ ابی طالب کے حوالے سے بھی اسی طرح روشن ہے جس طرح زندگی بھر حضور ﷺ کے بارے

میں رہا۔ بلکہ شعب میں تو اور زیادہ واضح ہے۔ لیکن میں یہاں یہ سوال اٹھانا چاہتا ہوں کہ اگر شعبِ ابی طالب کو مکہ شہر سے دور' ایک پہاڑی گھاٹی یا درّہ تصوّر کر لیا جائے تو حضور ﷺ کے بستر بدلنے اور دوسرے جانثاروں کو آپ ﷺ کے بستر پر سُلانے کا تردّد کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بس ایک جانثار کو درّے کے دہانے پر حفاظت کی ڈیوٹی سونپ دی جاتی' کافی تھا۔

بلکہ اگر واقعی یہی صورت ہوتی تو یہ باہر سے ہونے والے کسی حملے سے زیادہ اندر کی کسی سازش سے بچاؤ کی صورت ہوتی جو بنی ہاشم کے غیر مسلموں کے تین سالہ حمایتی کردار پر شک کرنے کے مترادف ہوتا۔ اور' اس سے بنوہاشم اور بنو المطلب کے غیر مسلم سخت ناراض ہوتے کہ ان پر شک کیا جا رہا ہے۔

حقیقتِ حال یہی ہے کہ شعبِ ابی طالب وہی جگہ تھی جہاں بنوہاشم کے مکان تھے۔ بعض کافر بھی ہمسائے تھے۔ سب وہیں رہے البتہ کافروں کے بائیکاٹ کو بُھگتتے رہے۔ چونکہ کسی بند گھاٹی یا درّے کی صورت نہ تھی۔ سب اپنے اپنے گھروں میں تھے۔ آس پڑوس کے کافروں کے کسی غلط اقدام کے پیشِ نظر حضرت ابوطالب حضور ﷺ کی حفاظت کے لیے اپنے طور پر جو کچھ بن سکا' کرتے رہے۔ ورنہ حضور ﷺ کو تو کبھی اپنی جان کی حفاظت کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔

حضرت حمزہؓ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی دلیری اور بہادری ضرب المثل ہے۔ لیکن انھیں اسلام لائے ہوئے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ کفّارِ مکہ نے بنی ہاشم

کے مقاطعے کا فیصلہ کر لیا۔ ہمیں یقین ہے کہ حضورِ پُر نور ﷺ کی حفاظت، سامانِ خورونوش کی بہم رسانی اور تبلیغِ دین میں حضرت حمزہؓ نے اس دوران میں بھی قابلِ ذکر کارنامے انجام دیے ہوں گے لیکن ہمارے اہلِ سِیَر چونکہ بنی ہاشم کو الگ محصور کر دیتے ہیں، "انھیں مکہ کے بازاروں میں بھی نہیں پھرنے دیتے" انھیں کعبۃُ اللہ میں حاضری کی سعادت سے بھی محروم رکھتے ہیں ---- شہر سے دور ایک گھاٹی میں محصوری کی وجہ سے کسی کا کارنامہ بھی ان کی نگاہ میں نہیں آتا۔ حضرت حمزہؓ کتابوں میں تین برسوں کے دوران صرف ایک جگہ نظر آتے ہیں جب حکیم بن حزام غلّہ لے کر بنی ہاشم کو پہنچانا چاہتا تھا۔ ابو جہل نے روکنا چاہا۔ ابو البختری وہاں آگیا، اس نے کہا کہ حکیم اپنی پھوپھی خدیجہؓ کے لیے غلّہ پہنچانا چاہتے ہیں، تم کیوں روکتے ہو۔ اس پر دونوں لڑ پڑے۔ ابو البختری نے ابو جہل کا سر پھاڑ دیا اور اسے خوب لاتیں لگائیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یہ واقعہ دیکھ رہے تھے (۱۸)۔ اس ایک نظّارے کے سوا حضرت حمزہؓ تین برسوں کے کسی لمحے میں سامنے نظر نہیں آتے۔ ڈاکٹر نثار احمد اس واقعے سے درست طور پر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ شعب مکہ سے باہر مقام نہ تھا (۱۹)۔

حضرت علیؓ

حضرت علی المرتضیٰؓ کے کردار کا ذکر حضرت ابو طالب کے تذکرے میں آ چکا ہے۔ شعبِ ابی طالب والے مقاطعے کے دنوں میں بھی سیرت نگاروں کے مطابق حضرت علیؓ کا کام حضور ﷺ کے بستر پر سونا ہی تھا۔ ان کا یہ کردار ہجرتِ مدینہ کے موقع پر بھی نظر آتا ہے۔ **کلامِ ابو طالب** میں **ابنِ حبیب** اور **عبدالحسین احمد الامینی** کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایسے ایک موقع پر حضرت علیؓ نے اپنے ابّا جان سے کہا کہ کیا میں یہاں قتل کر دیا جاؤں گا؟ حضرت ابو طالب نے انھیں صبر کی تلقین کی اور حضور ﷺ کے لیے موت کو قبول کرنے کے لیے تیار رہنے کی ہدایت کی تو انھوں نے تین اشعار کہے جن میں کہا کہ میں بے صبری کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے شوقِ شہادت میں یہ فقرہ کہہ اٹھا ہوں اور "میں عنقریب رضاءِ خدا کے لیے نبیُ ہدایت احمدِ مجتبیٰ ﷺ کی نُصرت میں ہمہ تن مصروف ہو جاؤں گا"۔ (۲۰)۔ حضرت علیؓ کی عمر مقاطعے کے آغاز میں اٹھارہ سال تھی (۲۱)

ابن الحدید کے استاد **ابو جعفر اسکانی** حضرت علیؓ کے کردار کے متعلّق لکھتے ہیں: "تلاشِ آذوقہ کی خدمت ان ایّام میں خاص کر حضرت علی المرتضیٰؓ کے سپرد تھی۔ یہ علی الصباح شعب سے نکل کر حوالیٔ مکہ کی آبادیوں میں دور دور تک نکل جاتے تھے اور وہاں سے جو، گیہوں اور کھجوریں جو میسّر آتا تھا، اپنی پُشت پر رکھ کر لاتے تھے"۔ (۲۲) **اسکانی** کا یہ قول "بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیبِ داستاں کے لیے" کے سلسلے کی چیز ہے، ورنہ کسی اور کتابِ سیرت میں ایسی کوئی بات نہیں۔ اور، ہمارے نزدیک کسی ایک شخص کا سارے بنو ہاشم اور بنو المطلب کے لیے تلاشِ آذوقہ کرنا بھی بے مطلب ہے اور شعب کا الگ مقام پر ہونا بھی بے اصل ہے۔

حواشی

حضرت ابو طالب

۱۔ الحجر: ۹۔ ۹۳

۲۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ (مطبوعہ مصر) ص ۲۷۰۔ ۲۸۰ / سیرت النبی ﷺ کامل۔ مرتبہ ابن ہشام۔ جلد اول (اردو ترجمہ از عبدالجلیل صدیقی) لاہور۔ ص ۲۸۸۔ ۳۰۱

۳۔ عبدالحسین احمد الامینی، شیخ۔ کتاب الغدیر۔ جلد ہفتم (طہران)۔ ص ۳۳۰ / تاریخ ابن کثیر۔ جلد سوم۔ ص ۵۷ بحوالہ "کلامِ ابوطالب" مرتبہ علی حسین شیفتہ۔ سرگودھا۔ طبع دوم ۱۹۷۸ء۔ ص ۲۴۔ ۲۹ / سیرتِ نبویہ ابنِ کثیر۔ جلد ۱۔ ص ۲۹۰۔ بحوالہ سیرتِ سرورِ انبیا ﷺ۔ ص ۸۲

۴۔ حضورِ پاک ﷺ کا جلال و جمال۔ ص ۱۷۴، ۱۷۵

۵۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول (مطبوعہ مصر) ص ۲۸۰ / سیرت النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ (اردو ترجمہ) ص ۳۰۰

۶۔ سیرت النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۲۸۴، ۲۸۵ / طبقاتِ ابنِ سعد، جلد اول۔ ص ۱۸۶۔ تاریخ ابوالفداء۔ جلد ۱۔ ص ۱۱۷۔ سیرتِ حلبیہ۔ جلد ۱۔ ص ۳۰۶۔ الروض الانف۔ جلد اول۔ ص ۱۷۲۔ بحوالہ کلامِ ابوطالب۔ ص ۲۱۔ ۲۳ / حیاتِ پیغمبرِ اعظم ﷺ۔ ص ۱۳۵، ۱۳۶

۷۔ سیرت النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۳۸۵۔ ۳۸۷۔ / کلامِ ابوطالب۔ ص ۵۳۔ ۵۸

۸۔ انور مدنی، کرنل محمد۔ "نکاح خوانِ سرکارِ معظم ﷺ حضرت ابوطالب"۔ لاہور۔ اشاعتِ اول ۱۹۹۸ء۔ ص ۷۰۔ ۷۲ (دیگر کتابوں کا ذکر متن میں آچکا ہے جن میں یہ قصیدہ پایا جاتا ہے۔ ظفر حسن امروہوی نے بھی سیرتِ ابنِ ہشام کے حوالے سے اس کے چار اشعار اور ان کا ترجمہ نقل کیا ہے۔ سیرت الرسول ﷺ۔ ص ۲۹۵)

۹۔ کلامِ ابوطالب۔ ص ۷۳۔ ۷۵

۱۰۔ ایضاً۔ ص ۷۶۔ ۷۹

۱۱۔ ایضاً۔ ص ۸۰۔ ۸۳، ۱۱۳، ۱۱۴

۱۲۔ ایضاً۔ ص ۱۱۵، ۱۱۶

۱۳۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۳

۱۴۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۹۱

۱۵۔ کلامِ ابوطالب۔ ص ۱۲۴، ۱۲۵

۱۶۔ مختصر سیرت الرسول ﷺ۔ ص ۱۸۴۔ ۱۹۱

۱۷۔ کلامِ ابوطالب۔ ص ۶۹۔ ۷۲ (پیر محمد کرم شاہ نے سبل الہدیٰ۔ جلد دوم۔ ص ۵۲۵، ۵۲۴ کے حوالے سے پانچ شعر لکھے ہیں۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۹۷)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

۱۸۔ سیرت النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۳۸۷ / ادریس کاندھلوی۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۶۶

۱۹۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۲۶۷

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

۲۰۔ کلامِ ابوطالب۔ ص ۱۳۲۔ ۱۳۶

۲۱۔ سلمان منصور پوری۔ رحمت للعالمین ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۷۵ / شہناز کوثر۔ حضور ﷺ کا بچپن۔ ص ۳۰۴

۲۲۔ ظفر حسن امروہوی۔ سیرت الرسول ﷺ۔ ص ۲۹۶

حضرت خدیجہؓ، ابوبکرؓ اور عمرؓ کا کردار

حضرت خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

اصحّ المطالب فی شعبِ ابی طالب میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ مکہ معظمہ میں سب سے زیادہ دولت مند اور امیر تھیں۔ ان کا مال حضور ﷺ کے قدموں پر نچھاور تھا اور حکیم بن حزام وغیرہ کے ذریعے پہنچتا رہتا تھا (۱) **مُلّا باقر مجلسی** نے بھی لکھا کہ وہ شعب میں اپنا مال حضور ﷺ پر خرچ کرتی رہتی تھیں (۲)

یہ دراصل وہی رویّہ ہے جو مختلف سیرت نگار اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ کے مال کے بارے میں کہتے چلے آ رہے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کا معاشی سہارا تھیں (۳) اس مفروضے کی دلائل و براہین کے ساتھ تردید **شہناز کوثر** نے اپنی کتاب "حضور ﷺ کی معاشی زندگی" میں کی ہے۔ انھوں نے لکھا:

"ہمارے بیشتر سیرت نگار حضرات حضرت خدیجہؓ کو حضور ﷺ کا معاشی سہارا کہہ کر جو کچھ ثابت کر رہے ہیں، وہ کسی معاشرے میں لائقِ عزّت نہیں ہوتا۔ اگر نعوذُ باللہ حضور ﷺ اپنی زوجۂ محترمہ کے مال پر گزارا کرتے تو معاشرے میں کوئی عزّت نہ پا سکتے اور جب آپ ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا اور آپ ﷺ کی مخالفت میں قسم قسم کی باتیں کی جانے لگیں تو

کوئی نہ کوئی دشمنِ اسلام یہ طعنہ ضرور دیتا کہ بیوی کی روٹیوں پر گزارا کرنے والا نبی کیسے ہو سکتا ہے۔

پھر کوئی سیرت نگار ایسی کوئی مثال بھی تو سامنے لائے کہ فلاں معزّز شخص اس زمانے میں خود کچھ نہیں کماتا تھا، بیوی کی کمائی پر گزر اوقات کرتا تھا، اور کسی طرح کسی حیثیت میں کوئی عزت بھی کماتا تھا۔ جب ایسی کوئی اور مثال سامنے نہیں ہے اور حضور ﷺ پر کوئی کافر بھی اس قسم کی طعنہ زنی نہیں کرتا تو ہمارے سیرت نگار کس بنیاد پر آپ ﷺ پر یہ الزام لگاتے ہیں۔

آج کے زمانے میں، جب عورت کا کمانا بھی ضرورت بنتا جا رہا ہے اور ہمارے ماحول میں بھی بہت سی عورتیں شریفانہ گزر اوقات کے لیے ملازمت یا کاروبار کرتی ہیں، جو شخص محض عورت کی کمائی پر رہے، اسے نکھٹّو کہتے ہیں اور وہ کسی سطح پر عزّت نہیں پا سکتا۔ پھر اس زمانے کے عرب میں تمام زمانوں کی عظیم ترین ہستی پر یہ تُہمت تراشنے کی کیا ضرورت ہے۔

حضور ﷺ کا کوئی اُمّتی کیا یہ کہنے کی جسارت کر سکتا ہے یا اس بات میں حقیقت کی کوئی رمق موجود ہو سکتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حکم دوسروں کو دیتے ہوں، خود اس پر عمل نہ فرماتے ہوں۔ آپ (ﷺ) کی حیاتِ طیّبہ کو تو مسلمانوں کے لیے نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ ایسے میں ہم خطبۂ حجۃُ الوداع میں حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کو کیوں پیشِ نظر نہیں رکھتے کہ تم پر بیویوں کا حق ہے۔ ان کی روٹی، کپڑا دستور کے مطابق تمہارے ذمّے ہے۔ (۴)

سُنن ابوداؤد میں ہے' حضور ﷺ نے فرمایا' جب تو کھانا کھائے تو اپنی بیوی کو بھی کھلا اور جب تو کپڑا پہنے تو اس کو بھی پہنا"۔ (۵) اس سے واضح ہے کہ مرد پر عورت کا نان نفقہ واجب ہے۔ یہ ذمہ داری مرد پر ہے کہ وہ عورت کے اخراجات کا انتظام کرے۔ کسی حدیثِ پاک میں ایسی کوئی ذمے داری عورت پر نہیں ہے کہ وہ مرد کو کما کر کھلائے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور ﷺ نے اہلِ ایمان پر تو اپنی بیویوں کا نان نفقہ واجب قرار دیا ہو اور اپنے لیے یہ صورت پسند کرلی ہو کہ بیوی کے مال پر گزارا کریں۔

بُخاری شریف میں حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے' حضور ﷺ نے فرمایا کہ مرد خالص خدا کی رضامندی کے لیے اپنی بیوی پر خرچ کرے تو وہ خرچ کرنا اس کے لیے خیرات کا حکم رکھتا ہے۔ (۶) اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد کا عورت پر رضائے الٰہی کی نیت سے خرچ کرنا خیرات کا ثواب بھی دلاتا ہے۔ لیکن دیکھنا چاہیے کہ اگر کمانے کے قابل نہ ہو تو کماؤ بیوی کا مرد پر خرچ کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت زینبؓ بنتِ ابی معاویہ' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی تھیں۔ حضرت عبداللہ کا کوئی ذریعۂ معاش نہیں تھا۔ حضرت زینبؓ دستکار تھیں' کما کر اپنے خاوند پر خرچ کر دیتی تھیں۔ حضرت زینب نے ایک اور انصاری عورت کے ساتھ کہ انھیں بھی یہی مسئلہ درپیش تھا' حضرت بلالؓ کے ذریعے حضور ﷺ تک یہ گزارش پہنچائی کہ ہم صدقہ کرنا چاہتی ہیں۔ اگر اجازت ہو تو اپنے خاوندوں پر صدقہ کی رقم خرچ کر دیں۔ آقا حضور ﷺ نے

فرمایا' انھیں دُہرا ثواب ملے گا' ایک قرابت کا' ایک صدقے کا۔(۷)

یعنی اگر مرد عورت پر خرچ کرے تو خیرات ہے اور عورت مرد پر خرچ کرے تو صدقہ ہے ------ اور' میرے آقا' حضورِ اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اہلِ بیت کے لیے صدقہ جائز نہیں تھا۔ بہز بن حکیم اپنے والدِ گرامی کے واسطے سے اپنے دادا سے راوی ہیں کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' صدقہ نہ محمد ﷺ کے لیے حلال ہے اور نہ ہی آلِ محمد (ﷺ) کے لیے۔(۸)

آپ (ﷺ) نے اپنے خاندان والوں کے لیے صدقہ حرام قرار دیا تھا۔(۹)

بُخاری شریف ہی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت حسنؓ نے صدقہ کی ایک کھجور اپنے منہ میں رکھ لی تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کھجور پھینک دو۔ کیا تمھیں یہ بات نہیں معلوم کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے۔ (۱۰)

بہرحال' اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت خدیجہؓ نے اپنا سارا مال تبلیغِ اسلام کے لیے اور غریب مسلمانوں پر خرچ کرنے کے لیے حضورِ اکرم ﷺ کی صوابدید پر دے رکھا تھا۔ اور حضور ﷺ کا اپنا مال اور حضرت خدیجہؓ اور دوسرے بنو ہاشم اور بنو المطّلب کا مال مقاطعے کا شکار ہونے والوں پر استعمال ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کے شریکِ تجارت کافر اور دوسرے قبیلوں کے مومن یہ مال تجارت میں بھی لگاتے رہتے تھے۔ اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو "مقاطعے کے دوران معاشی صورتِ حال" کے باب میں کی جائے

گی۔

حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ

ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ جب اس صحیفہ (عہد نامہ) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا تو حضرت ابوطالب نے ایک قصیدہ لکھا۔ **پیر محمد کرم** شاہ نے **سبل الھدیٰ** کے حوالے سے اس قصیدے کے پانچ شعر نقل کیے ہیں۔ ایک شعر یہ ہے کہ "وہی لوگ ہیں جنھوں نے سہل بن بیضا کو راضی کر کے لوٹایا اور حضرت ابوبکرؓ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کو مسرور کیا"۔ اس کے بعد پیر **محمد کرم شاہ** لکھتے ہیں کہ اس قصیدے سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس حصار میں بھی اپنے آقا (ﷺ) کے ساتھ تھے اور جس طرح اس رہائی سے حضور ﷺ کو مسرت ہوئی، اسی طرح صدّیق اکبرؓ کو بھی خوشی ہوئی (۱۱)

پچھلے کسی باب میں لکھا جا چکا ہے کہ بعضوں نے سعد بن ابی وقاصؓ کو اور امیر افضل خاں نے حضرت ابوسلمہؓ اور اُمّ سلمہؓ کو شعبِ ابی طالب میں داخل کر دیا۔ اب پیر **محمد کرم شاہ** نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ یہی سلوک کیا ہے جس کا جواز وہ کسی کتاب، کسی حوالے سے پیدا نہیں کر سکتے۔ دراصل شہرِ مکّہ سے دور یہ گھاٹی یا درّہ سب کو پریشان کیے ہوئے ہے۔ ورنہ سیدھی سی بات ہے کہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں تھے۔ بنو ہاشم اور بنو المطّلب کے ساتھ مقاطعہ ختم ہوا تو ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ بھی خوش ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ اس بائیکاٹ سے دوسرے قبائل کا کوئی ایک مسلمان بھی خوش نہیں ہو گا۔ ممکن

ہے، چوری چھپے اپنے قبائل کے بڑوں کے فیصلے کے خلاف کسی طرح حضورِ اکرم ﷺ سے میل جول بھی رکھتے ہوں۔ حضرت ابوطالبؓ کا محوّلہ بالا شعر ثابت کرتا ہے کہ شعبِ ابی طالب الگ گھاٹی یا درّہ یا شہر سے دور کوئی مقام نہیں تھا اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں ہی تھے۔

ابنِ ہشام، ابنِ حزم ظاہری اور **فتح الباری، البدایہ والنّھایہ، زرقانی** اور **بُخاری شریف** کے حوالے سے **محمد ادریس کاندھلوی** نے اس عرصے میں حضرت ابوبکر صدّیقؓ کے ہجرتِ حبشہ کے لیے جانے اور راہ میں ابن الدغنہ کے کہنے سے واپس آ جانے کا تذکرہ کیا ہے۔ ابنِ ہشام اور دوسروں نے لکھا ہے کہ وہ سرکارِ والا تبار ﷺ سے حبشہ کو ہجرت کی اجازت حاصل ہونے پر عازمِ سفر ہوئے تھے (۱۲) ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بات بھی اسی حقیقت پر دالّ ہے کہ شعبِ ابی طالب کوئی الگ جگہ نہیں تھی اور مقاطعے کے فیصلے پر عمل درآمد کے باوجود بعض اہم شخصیتوں سے میل ملاپ بند بھی نہیں تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حفظ الرحمان سیوہاروی نے لکھا کہ عمر بن الخطابؓ کے قبولِ اسلام کے لیے بارہا پیغمبر ﷺ نے خدا سے دعائیں کی تھیں اور بالآخر اس سچے پیغمبر ﷺ کی دعا قبول ہوئی اور عمرؓ بھی جو زمانۂ جاہلیت میں اسلام کے سخت دشمن سمجھے جاتے تھے، خدّامِ اسلام میں داخل ہو گئے ..... عمر بن خطابؓ اور حمزہ بن عبدالمطّلبؓ کے دبدبے نے سب کو بدحواس کر دیا اور قریش

اور دیگر قبائل میں بھی اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ **سیوہاروی** لکھتے ہیں کہ اسی وجہ سے کُفّارِ قریش حضور ﷺ کو قتل کرنا چاہتے تھے اور یہی خواہش بالآخر مقاطعے کے فیصلے پر منتج ہوئی (۱۳)

سیرتِ سرورِ عالم ﷺ میں **ابن ابی شیبہ** اور **طبرانی** سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "واللہ! ہم بیتُ اللہ کے گرد نماز نہ پڑھ سکتے تھے جب تک کہ عمرؓ اسلام نہ لے آئے"۔ **بُخاری** میں انھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول بھی منقول ہے کہ "عمرؓ کے مسلمان ہونے کے بعد سے ہم برابر زور آور ہی رہے"۔ (۱۴)

----- لیکن یہ مسلمانوں کی کیسی "زور آوری" ہوئی کہ عمرؓ کے اسلام لانے کے جلد بعد اُن کے آقا و مولا (ﷺ) کو ان کے خاندان سمیت ایک گھاٹی یا درّے میں محصور کر دیا گیا' اس خاندان کے بچے روتے دھوتے رہے' لوگ درختوں کے پتّے یا جڑی بُوٹیاں یا (اللہ معاف کرے) چمڑے کھا کھا کر گزارا کرتے رہے اور حضرت عمرؓ نے اپنی بہادری کا کوئی جوہر نہ دکھایا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مسلمانوں کی جس زور آوری کا تذکرہ اتنے زور سے کیا ہے' اس کا مظاہرہ کہیں نہ ہُوا۔

اصل میں' جب تک شعبِ ابی طالب کو الگ گھاٹی یا درّہ کہنا ترک نہیں کیا جائے گا' قدم قدم پر ایسی صورتِ حال پیش آتی رہے گی۔ حقیقت یہی ہے کہ بنو ہاشم کے سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں تھے۔ کفّار نے مقاطعہ کر رکھا تھا۔ مسلمان چوری چھپے ضرور ملتے رہتے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے' فاروقِ

اعظمؓ جیسا جری شخص علانیہ بھی رابطہ رکھتا ہو اور کوئی انھیں کچھ نہ کہہ سکتا ہو۔

حواشی

حضرت خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہ عنھا

۱۔ الفتح المطالب فی شعب ابی طالب۔ ص ۳۱

۲۔ حیات القلوب۔ جلد دوم۔ ص ۳۰۲

۳۔ نور محمد غفاری' ڈاکٹر۔ نبیٔ کریم ﷺ کی معاشی زندگی۔ ص ۱۰۷' ۱۰۸ / معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۸۸ / خاتونِ پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسول ﷺ نمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۲۱۲ / اسلامی تعلیم (دو ماہی) لاہور۔ جنوری فروری ۱۹۷۳ء۔ ص ۴۱ (مضمون "آنحضور ﷺ کی سیاسی و معاشرتی زندگی" از خالد علوی)

۴۔ مسلم شریف۔ کتاب الحج۔ باب حجۃ النبی ﷺ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت کردہ طویل حدیث) / حضور ﷺ کی معاشی زندگی۔ ص ۸۷

۵۔ سُنن ابو داؤد۔ کتاب النکاح۔ باب فی حق المراۃ علی زوجہا۔ حدیث نمبر ۳۷۶

۶۔ بخاری شریف۔ بحوالہ اسوۂ حسنہ۔ حصہ سوم: حقوق العباد۔ از بنت الاسلام ص ۳۷

۷۔ اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ۔ جلد ۵۔ ص ۴۳۱ / سیر الصحابیہؓ۔ جلد ۱۱۔ اسوۂ صحابیاتؓ از عبدالسلام ندوی۔ ص ۱۲' ۳۶ / نیاز فتحپوری۔ صحابیاتؓ۔ نفیس اکیڈمی' کراچی۔ طبع ہفتم اپریل ۱۹۸۱ء۔ ص ۲۲۰ / تذکرۂ صحابیات ﷺ۔ ص ۳۳۷' ۳۳۸

۸۔ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۳۶

۹۔ بخاری شریف۔ کتاب الصدقہ۔ باب ما ذکر فی صدقۃ النبی ﷺ

۱۰۔ ایضاً / راجا رشید محمود۔ حضور ﷺ اور بچے۔ ص ۳۸ / صدائے اسلام (ماہنامہ) پشاور۔ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ۔ ص ۱۸

حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ

۱۱۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۹۷' ۳۹۸

۱۲۔ سیرت النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۳۰۷ / ابن حزم ظاہری۔ جوامع السیرۃ۔ ص ۹۳ / ادریس کاندھلوی' محمد۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۶۸۔ ۲۷۱

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۱۳۔ نور البصر فی سیرتِ خیر البشر ﷺ۔ ص ۵۸' ۵۹

۱۴۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۳

اس دوران نازل ہونے والی سورتیں / آیتیں

ابن ہشام نے "شعبِ ابی طالب میں محصوری" کے بعد "کفارِ قریش اور قرآنِ مجید" کا عنوان باندھا ہے۔ اس میں ابولہب اور اس کی بیوی اُمِ جمیل بنتِ حرب بن امیّہ (حمالۃ الحطب) کا ذکر ہے، سورۂ لہب کے نازل ہونے کی بات ہے۔ اس پر اُمِ جمیل کے غصّے میں آنے کا تذکرہ ہے۔ پھر امیّہ بن خلف بن وہب حذافہ بن جمح کے حضور ﷺ پر آوازے کسنے اور بیہودہ اشارے کرنے کے ذکر کے نتیجے میں سورہ "ہُمزہ" نازل ہونے کا حوالہ ہے۔ پھر عاص بن وائل السہمی نے حضرت خبّاب بن الارتؓ کے ساتھ گفتگو میں حضور ﷺ کے بارے میں الٹی سیدھی بات کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جنت کی نعمتوں کا زیادہ حق دار ہونے کے دعوے کا جواب دیا۔

اس کے بعد **سیرت النبی** ﷺ کامل میں ابوجہل، نضر بن الحارث بن کلدہ بن علقمہ، عبداللہ بن الزبعری السہمی، ولید بن مغیرہ، اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب الثقفی، ابی بن خلف بن وہب بن حذافہ، عقبہ بن ابی المُعیط، اسود بن عبدالمطلب کی حرکتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیتوں / سورتوں کے متعلقہ حصے دیے گئے ہیں۔ **عبدالجلیل صدیقی** نے **سیرت ابن ہشام** کے ترجمے میں ان آیات کا اردو ترجمہ بھی دیا ہے (۱)

ان آیتوں اور سورتوں کا ذکر **ابن ہشام** ہی کے تتبّع میں **پیر محمد**

کرم شاہ (۲) ڈاکٹر **نثار احمد** (۳) اور تھوڑا سا ذکر **عبدالرؤف دانا پوری** (۴) نے بھی کیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام شعبِ ابی طالب کے مقاطعے کے دوران نازل ہوا، اور یہ کافروں کی جن حرکتوں کے جواب میں تھا، وہ حضور ﷺ کے کسی گھاٹی یا درّے میں محصور ہونے کی صورت میں ہو ہی نہیں سکتیں۔ معلوم ہوا کہ شہربدری اور گھاٹی میں محصوری محض مفروضہ ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔

حواشی

۱۔ سیرت النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۳۸۸۔۳۹۱ (باب نمبر ۵۵)
۲۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۰۶، ۳۰۷
۳۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۲۶۵
۴۔ اصح السیر۔ ص ۵۰

مقاطعے کے دوران تبلیغ اسلام

ابی جعفر محمد بن جریر **الطبری** نے "شعبِ ابی طالب" کے ذکر میں لکھا ہے: اس زمانے میں رسول اللہ ﷺ دن رات اپنی قوم کو علانیہ اور خفیہ طور پر دعوت دیتے رہے۔ آپ ﷺ پر متواتر وحی نازل ہوتی رہی جس میں آپ ﷺ کو امر اور نہی کی جاتی تھی۔ آپ ﷺ کے دشمنوں کے لیے وعید آتی تھی اور آپ ﷺ کی نبوت کے ثبوت میں مخالفین کے لیے دلائل و براہین نازل ہوتے تھے (۱)

اَصَحُّ السِّیَر میں ہے۔ "اس وقت گو بنی ہاشم بڑی تکلیف میں تھے مگر رسول اللہ ﷺ بے خوف ظاہر اور پوشیدہ دن اور رات تبلیغ کا کام خدا کے حکم سے انجام دے رہے تھے۔ کفّار روکنے سے ڈرتے تھے"۔ (۲)

جب کوئی سیرت نگار اس طرف توجّہ دیتا ہے کہ حضور ﷺ تو بنی ہاشم کے ساتھ شعبِ ابی طالب میں محصور ہیں، کھانے پینے کو کچھ نہیں، کسمپرسی اور بے کسی کی حالت ہے تو پھر تبلیغ کا منصب بھی پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنا حضور ﷺ کے لیے مشکل دکھائی دیتا ہے۔ اسی لیے ڈاکٹر **نثار احمد** نے لکھا کہ اگر بالفرض ہم ان تمام حضرات کو شعب میں محصور مان لیں تو ایک اور پیچیدگی یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ کیا اس دوران کارِ نبوّت موقوف رہا؟ ایک ایسے دور دراز مقام پر، جہاں باہر نکلنے کا کوئی موقع نہ ہو اور جہاں اپنے

خاندان والوں کے سوا (جن کو وہ کئی بار دعوتِ اسلام دے چکے تھے) کوئی اور آبادی نہ تھی، آپ ﷺ دعوت و تبلیغ کا فریضہ کیونکر ادا کر سکتے تھے؟ حالانکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ اس پورے عرصے میں نبی ﷺ مسلسل دعوت و تبلیغ میں منہمک رہے۔ اوھر وحی کا نزول بھی ہوتا رہا۔ (۳)

لیکن جن لکھنے والوں کا مسئلہ محصوری، شہر بدری وغیرہ ہے، انھیں تو یہ موقف کوئی سہارا نہیں دیتا۔ چنانچہ ڈاکٹر **نصیر احمد ناصر** لکھتے ہیں کہ تین سالہ معاشرتی مقاطعے کے دوران میں پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ چونکہ حدودِ مکہ کے اندر داخل نہیں ہو سکتے تھے، اس لیے آپ ﷺ اطراف و جوانب کی بستیوں میں نکل جاتے اور وہاں صحرا نشینوں، خانہ بدوشوں اور کاروانوں کو دعوتِ اسلام دیتے۔ آپ ﷺ کا رابطہ تحریکِ انقلاب کے رُفقا کے ساتھ بھی برابر قائم رہا اور آپ ﷺ ان کو باقاعدہ ہدایات دیتے رہتے تھے اور وہ ان کے مطابق خفیہ طور پر دعوتِ اسلام دینے میں شب و روز منہمک رہتے تھے۔ علاوہ بریں قرآنِ مجید کی جو سورتیں اور آیتیں آپ ﷺ پر نازل ہوتی تھیں، وہ مسلمانوں کو سکھا دی جاتی تھیں تاکہ وہ ان کے مطابق عمل کریں (۴)

قارئینِ محترم خود ملاحظہ فرمائیں کہ ڈاکٹر ناصر کس مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں۔ کارِ نبوّت کا تین سال کے لیے تعطّل بھی ناقابلِ فہم ہے مگر "تحریکِ انقلاب کے رُفقا کے ساتھ رابطہ" کیسے ہوتا تھا، مسلمانوں کو قرآنی احکام پہنچانے کا کیا طریقہ تھا، یہ وہ نہیں بتا سکے۔ مکّہ آنا ممنوع تھا، اس لیے صحرا نشین، خانہ

بدوش اور کاروان تلاش کیے گئے کہ انھیں دعوتِ اسلام دی جاسکے۔

کچھ سیرت نگاروں کو احساس تھا کہ اس قسم کی بات کی جائے تو اس کی ثقاہت پر کوئی بھی اعتماد نہیں کرپائے گا' اس لیے انھوں نے یہ لکھ دیا کہ حج کے دنوں میں یہ کام سرانجام دیا جاتا تھا (۵) ۔بعضوں نے حج کے دنوں کو کم محسوس کرتے ہوئے حُرمت کے چار مہینوں کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا (۶) مگر اصل مسئلہ وہی ہے کہ جب مان چکے ہیں یا لوگوں سے تسلیم کروانا چاہتے ہیں کہ شعبِ ابی طالب دور دراز کے مقام پر کوئی گھاٹی تھی اور مکہ سے بنو ہاشم کو باہر نکلا جاچکا تھا تو پھر کسی بھی بات کو پورے وثوق سے کہا ہی نہیں جاسکتا۔ کہا جائے تو بات تسلیم کرنے کی منزل پر پہنچتی ہی نہیں۔

ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں: آنحضرت ﷺ تبلیغ حق میں برابر لگے رہتے' اور کسی نہ کسی طرح خدا کا پیغام پہنچاتے رہتے۔ مکہ شریف کے قرب و جوار میں تین بڑے میلے لگتے تھے۔ عکاظ' مجنّہ' ذوالمجاز اور چوتھا عالمگیر مجمع حج کا تھا۔ آپ ان سب موقعوں پر قبائل کے مجمعوں میں چلے جاتے اور لوگوں کو خدا کا پیغام پہنچادیتے"۔(۷)

حواشی

۱۔ تاریخ طبری۔ جلد اول (اردو ترجمہ از سید محمد ابراہیم) نفیس اکیڈمی' کراچی۔ جون ۱۹۸۷ء' ص ۱۰۱

۲۔ اصح السیر۔ ص ۵۰

۳۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۳۶۵

۴۔ پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ۔ ص ۳۲۹

۵۔ ہیکل' حیاتِ محمد ﷺ۔ ص ۲۱۵ / رحمت للعالمین ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۹۳ / نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۳۸۷' "فخرِ موجودات: آنحضرت ﷺ کی زندگی" از ابوالجلال ندوی)

۶۔ فروغِ ابدیت۔ ص ۲۲۶

۷۔ ابراہیم میر سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۳۰۰

ایّامِ حج میں اشیاءِ ضرورت کی خریداری

طبقاتِ ابن سعد میں ہے کہ قریش نے ان لوگوں کا غلّہ اور ضروری اشیا بند کر دیں۔ وہ موسمِ حج کے سوا نہ نکلتے تھے۔ ان پر سخت مصیبت آ گئی (۱) عبدالصمد رحمانی نے **ابن سعد** کے یہی الفاظ دُہرائے ہیں۔ اور اس سے پہلے لکھا ہے کہ قریش اپنے معاہدے کی پوری نگرانی کرتے رہے کہ ان سے نہ کوئی ملے جلے، نہ باہر سے ان کے پاس کوئی چیز پہنچے۔ کوئی شخص بنو ہاشم کے پاس کچھ بھیجنا چاہتا بھی تو بغیر چوری چھپے، بھیجنا ناممکن تھا۔ یہ زمانہ بہت سخت تھا (۲) شاہ **مصباح الدین شکیل** کا بھی یہی خیال ہے کہ محصورین صرف ایّامِ حج میں شعب سے نکل سکتے تھے۔ اس موقع پر بھی قریش کے لوگ جلدی کر کے اجناس خرید لیتے .... (۳) شکیل سے پہلے شیخ **عبدالحق محدّث دہلوی** بھی یہی لکھ چکے ""۔ کبھی ایسا ہوتا کہ حج کے زمانے میں گرد و نواح سے آنے والے لوگ اگر ان کے ہاتھ کچھ فروخت کرتے تو وہ انھیں بھی روکتے تھے اور وہ سامان خود بیش قیمت دے کر خرید لیا کرتے تھے (۴)

صفی الرحمان مبارکپوری البتہ بنو ہاشم کو حج کے دنوں سے زیادہ "ریلیف" دینے پر آمادہ معلوم ہوتے ہیں۔ لکھتے ہیں: "ان کے پاس بمشکل ہی کوئی چیز پہنچ پاتی تھی، وہ بھی پس پردہ۔ وہ لوگ حرمت والے مہینوں کے علاوہ باقی ایّام میں اشیاءِ ضرورت کی خرید کے لیے گھاٹی سے باہر نکلتے بھی نہ تھے۔"

(۵)۔

محمد ادریس کاندھلوی نے البتہ **الرّوضُ الأُنف** (جلد ۱۔ ص ۲۳۲) کے حوالے سے بچارے محصور بنو ہاشم کو کچھ مزید رعایت دے دی ہے کہ "نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب کوئی تجارتی قافلہ مکّہ آتا تو ابولہب اٹھتا اور یہ اعلان کرتا پھر جاتا کہ کوئی تاجر اصحابِ محمد ﷺ کو کوئی چیز عام نرخوں پر نہ فروخت کرے ...... (۶) لیکن انھوں نے تو دوسروں سے کچھ مختلف بات نہیں کر دی؟ دوسرے کہتے ہیں کہ حج کے یا زیادہ سے زیادہ حُرمت کے چار مہینوں کے علاوہ یہ باہر نہیں نکل سکتے تھے اور مکہ میں تو ان کا داخلہ ہی ممنوع تھا لیکن یہاں یہ اطّلاع ہے کہ جب کوئی قافلہ مکہ آتا، بنو ہاشم اس سے کچھ خریدنا چاہتے تو مقاطعہ کرنے والے مال بیچنے والوں کو منع کرتے پھرتے۔

حواشی

۱۔ طبقاتِ ابن سعد۔ جلد اول۔ ص ۲۷۷
۲۔ حیاتِ پیغمبرِ اعظم ﷺ۔ ص ۱۳۸
۳۔ سیرتِ احمد مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۵۳۸
۴۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۳
۵۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۹۰
۶۔ ادریس کاندھلوی، محمد۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۹۵

مقاطعے کے دوران معاشی صُورتِ حال

ہمارے سیرت نگار حضرات نے شعبِ ابی طالب کے مقاطعے کے زمانے میں بنو ہاشم کی معاشی صورتِ حال جتنی پریشان کن، ہولناک اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی بنائی ہے، اس میں تو ہفتہ دو ہفتے نکالنے بھی مشکل تھے لیکن انھی اہلِ سیر کے نزدیک وہ تین سال نکال گئے۔ بعض نے چشمِ تصوّر سے "محصورین" کو جان دیتے دیکھا تو کہہ دیا کہ جانے کتنے مر گئے لیکن صحیح صورت یہ ہے کہ بنو ہاشم میں سے ان تین برسوں کے دوران کسی کے انتقال کی خبر تو یہ سیرت نگار بھی نہیں دے سکے۔

"وَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ" میں درختوں کی لمبی لمبی قطاریں جن کے پتّے برسوں تک کھائے جا سکیں، یا گھاس کے طول طویل قطعے جن پر "محصورین" گزارا کر سکتے ---- پیدا کرنے مشکل تھے۔ اس لیے "صلۂ رحمی" کے تحت چوری چھپے آنے والے غلّے پر بھی انحصار کرنا پڑا۔ سید ابوالاعلیٰ **مودودی** لکھتے ہیں۔ اس زمانے میں صرف حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے (یعنی ان کے ماں جائے بھائی کے بیٹے) ہشام بن عمرو العامری، چوری چھپے صلۂ رحمی کا حق ادا کرتے رہے.....(۱)

ابراہیم میر سیالکوٹی کے نزدیک "ہشام بن عمرو بن حارث بھی ایک شریف اور نیک طینت انسان تھا۔ اس کی بنی عبدِ مناف سے رشتہ

داری تھی۔ صلۂ رحمی کے جذبے کے تحت رات کو اونٹ پر اجناس بار کر کے شعب میں ہانک دیتا۔ بنی ہاشم سامان اتار کر اونٹ باہر کر دیتے"۔ (۲)

شاہ **مصباح الدین شکیل** نے **طالب ہاشمی** کی کتاب کا اقتباس دیا ہے کہ "حضورِ اکرم ﷺ کے بڑے داماد، حضرت زینبؓ کے شوہر، ابو العاص بن ربیع جن کا تعلق بنی امیّہ سے تھا، راتوں کو گندم اور کھجوریں شعب میں بھجوا دیتے۔ اس دورِ ابتلا میں ان کی اس امداد کا حضور ﷺ نے بعد میں ذکر فرمایا اور اس حقِ دامادی کی ادائی پر ان کی تعریف فرمائی" (۳)۔

ہشام بن عمرو کے بارے میں سیرت کی کتابوں میں عموماً" ایک ہی واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ سامان لے کر پہنچا تو کفّارِ قریش نے روک لیا (۴) اور سیالکوٹی اور مبارکپوری کے الفاظ میں اس سلسلے کے دوام کی جھلک ملتی ہے (۵) البتہ عبدالکریم غزال نے اپنی کتاب "الغزوات الکبرٰی و معارک الفتح فی العراق والشّام و مصرؔ" میں لکھا ہے (ترجمہ) "ہشام بن عمرو بن ربیعہ اپنا اونٹ رات کے وقت لے کر آتا تھا اور اس پر طعام لے کر آتا۔ گھاٹی کے منہ پر پہنچا تو اونٹ کے منہ کو کھول دیتا اور وہ گھاٹی میں داخل ہوتا۔ ہشام اس کام پر اس طویل عرصے میں مسلسل عمل کرتا رہا (۶)۔

شہناز کوثر نے بنو ہاشم، بنو المطّلب کے مقاطعے کے اس سارے دورانیے میں بھوکوں مرنے، رونے پیٹنے، چیخنے چلانے کی روایات کو بھی تسلیم نہیں کیا ہے اور سامان خور و نوش پہنچانے والوں کو حضورِ اکرم ﷺ کا شریکِ تجارت بتایا ہے اور جو غلّہ وغیرہ وہ بائیکاٹ کیے جانے والے قبیلے تک

پہنچاتے تھے' اسے صلۂ رحمی کا باعث نہیں بلکہ تجارت کا سامان اور منافع قرار دیا
ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ بنو ہاشم کے کفّار کو کیا ضرورت تھی کہ وہ حضور ﷺ
کی وجہ سے اپنے بچوں کو بھوکوں مرنے دیں۔ اصل صورتِ حال یہ تھی کہ
حضور ﷺ کا اپنا' حضرت خدیجہؓ کا' اور بنو ہاشم کے دوسرے لوگوں کا سامانِ
تجارت باہر کی منڈیوں میں فروخت ہوتا تھا اور عموماً اس کے بدلے میں سامانِ
خور و نوش خرید کر' شریکِ تجارت لوگ حضور ﷺ اور بنو ہاشم تک پہنچا
دیتے تھے۔ اگر بنو ہاشم کے سارے قبیلے کے تمام اخراجات خود حضورِ اکرم
ﷺ پورے نہ کر رہے ہوتے تو تین سال کا عرصہ یک جہتی اور ہم آہنگی
کے جذبات کے ساتھ کیسے گزر سکتا تھا۔

بنو ہاشم اور بنو مطلب میں سے صرف ابولہب کُفّارِ قریش کے ساتھ
شامل رہا' باقی پورا قبیلہ حضور حبیبِ ربِّ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کے
خیال سے جمع ہو گیا جس میں مسلمان تو تھے ہی' کافر بھی تھے۔ یہ حضرت ابوطالبؓ
کی ذکاوت اور زیرکی کا اثر تھا کہ جو اہلِ قبیلہ ایمان نہیں لائے تھے' وہ بھی حضور
ﷺ کی حفاظت کے خیال سے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ مگر اس کے
نتیجے میں انھیں جس معاشرتی مقاطعے (بائیکاٹ) کا سامنا کرنا پڑا' جو مصائب اور
مشکلات پیش آئیں' ان کا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا قبائلی عصبیت کی بنا
پر لوگ اپنے بال بچوں کو بھوکوں مارنے پر آمادہ ہو سکتے تھے جبکہ وہ اس نئے دین
پر ایمان بھی نہ لائے ہوں۔

حضور ﷺ نے عربوں کے آبائی مذہب کی تغلیط کی' آپ

ﷺ نے ان کے خُداؤں کو جھوٹا' بے اثر اور بے اصل قرار دے دیا۔
اسی وجہ سے آپ (ﷺ) کی مخالفت کی گئی۔ یہ مخالفت اور مخاصمت اتنی
بڑھی کہ آپ ﷺ کے رشتہ داروں تک نے آپ ﷺ سے بُرا
سلوک کیا' آپ کو تکلیف پہنچائی' آپ ﷺ کے ساتھیوں پر ظلم و جور روا
رکھا۔ پھر یہ کیسے ہوا کہ وہ سب لوگ نہ صرف حضور ﷺ کی حمایت پر
کمربستہ ہوئے' بلکہ مشترکہ بائیکاٹ کا سامنا کیا' گھاٹی میں "محصور" ہوئے اور
محصوری کا یہ دورانیہ تین برس تک ہے۔ اور' ----- یہ سب کچھ اِس صورتِ
حال میں ہے کہ ہمارے محترم سیرت نگار حضرات کے بقول حضور ﷺ
غریب اور مفلوک الحال بھی تھے۔

قبائلی عصبیت کا جتنا بھی اثر مان لیں' حضرت ابوطالبؓ کے خُطبوں کی
سحر انگیزی کو تسلیم کر لیں' معاشرتی مقاطعے کی اس صورتِ حال میں جس کی
تصویر ہماری سیرت کی کتابوں میں کافی تفصیل سے پیش کی جاتی ہے' بچوں کو بھوکا
مارنا قبیلے والوں کے لیے ممکن نہ تھا۔ خاص طور پر ان حالات میں کہ ان میں سے
زیادہ تر کا مذہب اور تھا۔ حضور ﷺ ان کے خداؤں کو مانتے بھی نہیں
تھے اور ان کے مقابلے میں خدائے واحد کے قائل تھے۔ تین برس تک یہ
محصوری برداشت کرنے کی ایک ہی صورت تھی کہ اس دورانیے میں ان کے
اخراجات حضور ﷺ کے ذمے ہوں۔

اہلِ ایمان کا معاملہ تو الگ ہے لیکن جو لوگ ایمان نہیں لائے تھے' وہ
اپنے خداؤں کی تغلیط بھی کرائیں' بائیکاٹ اور محصوری کی مصیبتیں بھی جھیلیں'

بچوں کو بھی اپنے ساتھ بھوکا رکھیں، پتے کھا کر گزارا کریں اور ایک مفلوک الحال فرد کے لیے، بات سمجھ میں نہیں آتی۔

ممکن بات یہ ہے کہ حضرت ابوطالبؓ نے انھیں قبائلی عصبیت کی بنیاد پر اکٹھا کیا، ان کا معاشرتی بائیکاٹ ہوا تو محصوری کے تین برسوں میں ان کے اور ان کے بال بچوں کے لیے روٹی کپڑے کا انتظام حضور ﷺ فرماتے رہے۔ اس طرح وہ لوگ مسلمان تو نہیں ہوئے لیکن اس مصیبت میں حضور ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ شعبِ ابی طالب کے تین برس کی محصوری کے دوران میں کسی کافر کے مسلمان ہونے کی اطلاع کسی کتاب سے نہیں ملتی۔ اگر وہ سب مسلمان ہو جاتے تو اور بات ہوتی۔ لیکن ان کے کافر رہتے ہوئے بھی حضرت ابوطالبؓ کے کہنے پر تین برس کا بائیکاٹ جھیلنا اس طرح تو انسانی برداشت سے باہر ہے کہ انھیں کھانے تک کو کچھ نہ ملے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے ان دو حضرات سے مل کر تجارت کا کام جاری رکھا ہوگا اور یہ شریکِ تجارت افراد حضور ﷺ کا سامان شعبِ ابی طالب میں پہنچانے کے لیے لاتے رہے تھے۔ اس سے بھی اس کی توثیق ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ شعبِ ابی طالب کے تمام محصورین کے اخراجات کے ذمّہ دار خود تھے۔

مسئلہ تو صرف یہ تھا کہ حضور ﷺ کو محصورین یا تو خود (نعوذُ باللہ) قتل کر دیں یا کُفّارِ قریش کے حوالے کر دیں، اور بس۔ اور، اگر ان کے کفیل سرکار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام خود نہ ہوتے، ان کے تمام اخراجات خود برداشت

نہ کرتے تو کافر محصورین میں سے کوئی نہ کوئی کُفّارِ قریش کے لیے جاسوسی ضرور کر دیتا یا خود ان کا مطالبہ پورا کرنے کی کوشش کرتا۔ سیرت کی کسی کتاب میں کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ کافر محصورین میں سے کوئی ایک بھی اپنی کسی کوشش کا مرتکب بھی ہُوا ہو۔

اگر محصورین کی اور ان کے بچوں کی بھوک کی کہانیاں درست ہوں تو کافروں میں سے کوئی نہ کوئی اپنی یا اپنے بچوں کی بھوک کی وجہ سے کم از کم یہ تو کر ہی سکتا تھا کہ وہ گھاٹی سے مکہ واپس چلا جاتا (اگر یہ گھاٹی مکّہ سے باہر مان لی جائے) اور وہاں جا کر کفّارِ قریش سے مسلمانوں کی جاسوسی کرتا، وہ جس طریقے یا جن طریقوں سے گزر بسر کر رہے تھے، وہ بتاتا اور محصورین کو معاشی طور پر مزید پریشان کرنے کی راہیں سُجھا سکتا تھا۔ کفّارِ مکہ ایسے آدمی کو اس لیے بھی گلے لگاتے کہ اس طرح محصورین کی تعداد میں کمی آتی اور اسلام کو نقصان پہنچتا لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، تو کیا یہ بات صد فی صد یقینی نہیں ہو جاتی کہ ان سب محصورین کے تمام اخراجات حضور ﷺ اپنے اس مال سے ادا کرتے تھے جو اُن کے پاس تھا یا اُن کے شریکِ تجارت اشیاءِ ضرورت کی صورت میں انھیں مہیا کرتے تھے۔ حکیم بن حزام یا ہشام بن عمرو کو تو ایک بار کفّارِ قریش نے دیکھ لیا تھا، ممکن ہے انھیں یا دوسرے شرکاءِ تجارت کو دسیوں بیسیوں مرتبہ کوئی نہ دیکھ سکا ہو (۷)۔

حضور ﷺ کے شریکِ تجارت لوگ

شہناز کوثر نے اپنی ایک اور کتاب "سیرتِ پاک" میں حضور

سرکارِ دو عالم ﷺ کے شریکِ تجارت افراد کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ ان میں حضرت خُزیمہؓ، حضرت نوّاس بن سمعانؓ، حضرت حکیم بن حزامؓ، ہشام بن عمرو العامری، حضرت زُبیر بن عبدالمطلبؓ، حضرت ابوطالبؓ، حضرت عبّاس بن عبدالمطلب، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت خدیجہؓ، سائب، سائب بن ابی سائب، عبداللہ بن سائب، قیس بن سائب، ابوسفیان بن حرب اور عبداللہ بن ابی الحمسا شامل ہیں (۸)

ان میں سے حکیم بن حزام کے بارے میں وہ لکھتی ہیں کہ یہ یقیناً حضورِ اکرم ﷺ کے شریکِ تجارت تھے۔ ان کا شریکِ تجارت ہونا یوں بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک بار آقا حضور ﷺ نے حضرت حکیم بن حزام کو قربانی کے جانور خریدنے کے لیے ایک دینار دیا۔ انھوں نے ان پیسوں سے ایک مینڈھا خریدا اور دو دینار میں اسے بیچ ڈالا۔ پھر ایک اور جانور خریدا، اور اسے ایک دینار سمیت حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے بچا ہوا دینار صدقہ کر دیا اور ان کے لیے دعا کی کہ اللہ ان کی تجارت میں برکت عطا فرمائے (۹)

ہشام بن عمرو کے بارے میں **شہناز کوثر** نے لکھا: "ہشام بن عمرو یا دیگر جو افراد بھی شعبِ ابی طالب کے "محصورین" کو غلّہ پہنچاتے تھے، میرے نزدیک وہ تمام لوگ حضور ﷺ کی تجارت میں شریک تھے۔ اس طرح ہشام بن عمرو شعبِ ابی طالب میں غلّہ پہنچا کر ان کی امداد نہیں کرتے تھے۔ اس کے لیے اس موقع پر پہلے سے پس انداز کی ہوئی رقم کام آئی اور یہاں پر

"محصور" تمام افراد کی خوراک اور تمام ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے آپ ﷺ کی تجارت کی رقم کام آئی" (۱۰)۔

حواشی

۱۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۶۱۳

۲۔ ابراہیم میر سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۲۹۶

۳۔ طالب ہاشمی۔ پچاس صحابہؓ۔ البدر پبلی کیشنز، لاہور۔ ۱۹۹۰۔ ص ۳۳۳ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۵۳۹

۴۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۵، ۳۸۶

۵۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۹۱

۶۔ عبدالکریم غزال۔ الغزوات الکبریٰ و معارک الفتح فی العراق و الشام و مصر۔ (مطبوعہ بیروت، لبنان) الطبعہ الثانیہ ۱۴۰۹، ۱۹۹۰۔ ص ۴۷

۷۔ شہناز کوثر۔ حضور ﷺ کی معاشی زندگی۔ ص ۱۱۷۔ ۱۳۰

حضور ﷺ کے شریکِ تجارت لوگ

۸۔ شہناز کوثر۔ سیرتِ پاک (گیارہ سال سے چالیس سال تک)۔ اختر کتاب گھر، لاہور۔ ۱۹۹۳۔ ص ۱۵۸۔ ۱۶۹

۹۔ ایضاً۔ ص ۱۵۹، ۱۶۰

۱۰۔ ایضاً۔ ص ۱۶۰، ۱۶۱

حضور ﷺ کی تحویل میں کفار کی امانتیں

تعمیرِ کعبہ میں حجرِ اسود رکھنے پر جھگڑا شروع ہوا' کیونکہ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ وہ یہ سعادت حاصل کرے۔ **ابنِ ہشام** لکھتے ہیں کہ تجویز ہوئی کہ اس مسجد کے دروازے پر جو پہلا شخص داخل ہو' اسے آپس کے اختلافی مسئلے پر فیصلہ کرنے والا بناؤ۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ پھر ان کے پاس سب سے پہلے حضورِ اکرم ﷺ تشریف لائے۔ جب ان لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو کہا کہ یہ تو وہ امین ہیں جنھیں سب جانتے ہیں' ان کے فیصلے پر ہم راضی ہیں (۱)

مطلب یہ کہ تعمیرِ کعبہ کے وقت سے پہلے ہی جب حضور ﷺ سیدِ عالمیاں ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ برس تھی' آپ ﷺ امین کے طور پر مشہور تھے اور آپ ﷺ کو اس حیثیت میں سب جانتے تھے۔ پھر ہجرتِ مدینہ کے وقت بھی کفارِ قریش حضور ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے گھر کا محاصرہ کیے بیٹھے رہے اور بعد میں قتل کے لیے سو اونٹ دینے کا اعلان بھی کیا لیکن اس وقت بھی ان کی امانتیں حضور رحمتِ ہر عالم ﷺ ہی کی تحویل میں تھیں۔ **شبلی نعمانی** لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے قریش کو حد درجہ عداوت تھی تاہم آپ ﷺ کی دیانت پر اعتماد تھا کہ جس شخص کو کچھ مال و اسباب امانت رکھنا ہوتا تھا' آپ ﷺ ہی کے پاس رکھتا

تھا (۲)

واقدی نے اپنے شیوخ اور اساتذہ کے واسطے سے یہ بیان کیا ہے کہ جو لوگ نبیٔ اکرم ﷺ کی تاک میں ساری رات درِ اقدس پر کھڑے رہے' ان کے نام یہ ہیں: ابوجہل' حکم بن ابی العاص' عقبہ بن ابی معیط' نضر بن حارث' امیّہ بن خلف' ابن الغیطلہ' زمعہ بن اسود' طعیمہ بن عدی' ابولہب' اُبَیّ بن خلف اور حجاج کے دو بیٹے نبیہ اور منبّہ (۳)۔

طبری کے مطابق ہجرتِ مدینہ کے موقع پر حضور ﷺ کے خلاف دارالندوہ میں ہونے والی میٹنگ میں شریک افراد یہ تھے: شیبہ بن ربیعہ' عتبہ بن ربیعہ' ابوسفیان بن حرب' طعیمہ بن عدی' جُبیر بن مطعم' حارث بن عامر بن نوفل' نضر بن حارث' ابوالبختری عاص بن ہشام' زمعہ بن اسود بن مُطّلب' حکیم بن حزام' ابوجہل بن ہشام' نبیہ بن حجاج' منبہ بن حجاج اور امیّہ بن خلف (۴)

شہناز کوثر اپنی کتاب **"حضور ﷺ اور مکّہ مکرّمہ"** میں لکھتی ہیں۔ "حضور ﷺ ان کی امانتوں کے امین تھے اور یہ سلسلہ نزولِ وحی کے بعد اور کفار کے ساتھ تمام تر مخالفتوں کے باوجود رہا۔ حتیٰ کہ کوئی ایک دو سال نہیں' مخالفت کے اُن تین برسوں میں (بھی) حضور ﷺ بدستور ان امانتوں کو سنبھالے رہے۔ یہاں تک کہ کفار قتل کرنے کی بُری نیت سے دروازے پر کھڑے رہے تو حضور ﷺ (ہجرت کے وقت) ان کی امانتوں کا حساب کتاب حضرت علیؓ کو سمجھا رہے تھے کہ تم ان

لوگوں کو ان کی امانتیں پہنچا دینا..... حضور ﷺ امین تھے اس لیے حضور ﷺ نے مکہ میں جن لوگوں کی امانتیں سنبھالی تھیں' ہمیشہ ان کی رازداری برتی اور مدینہ جانے کے بعد بھی کسی کو یہ نہیں بتایا کہ وہ کون لوگ تھے۔ مگر یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ دروازے پر کھڑے ہونے والے افراد اور دیگر بااثر افراد ہی کا مال آپ ﷺ کے پاس تھا۔ کوئی غریب آدمی تو مال و دولت کا مالک نہیں ہوتا اور کہیں اپنی چیزیں امانت کے طور پر رکھوا کر چوری چکاری سے محفوظ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ یہ مصیبت تو اہلِ ثروت ہی کے لیے ہوتی ہے" (۵)۔

مطلب یہ ہے کہ تعمیرِ کعبہ سے بہت پہلے سے مکّہ کے لوگوں کی امانتیں حضورِ پاک ﷺ کے پاس ہوتی تھیں۔ اعلانِ نبوت کے بعد حضور ﷺ سے کھُلی دشمنی کرنے والے بیس سرکردہ آدمیوں کی فہرست **ابن سعد** نے دی ہے' **ابنِ خلدون** ۲۳۔ افراد کا نام لکھتے ہیں۔ وہ دشمنی میں ہر حد پھلانگ جانے والے بھی اپنی امانتیں حضور ﷺ کے پاس رکھواتے تھے۔ ہجرت کے موقع پر **طبری** کے بقول' سازش میں شریک چودہ آدمی اور **واقدی** کے بقول حضور ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرنے والے بارہ آدمی حضور ﷺ کے قتل کی خواہش رکھنے اور اس تمنا کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کرنے والے بھی اپنی امانتیں سرکارِ والا تبار ﷺ ہی کے پاس رکھے ہوئے تھے۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ وہ جانتے تھے کہ ہم حضور ﷺ کو قتل کر یا کروا بھی دیں گے تو حضور

ﷺ کے پاس رکھی ہوئی امانتیں بہرحال' پوری حفاظت سے رہیں گی اور ہم جب چاہیں گے' انھیں واپس لے سکیں گے۔

دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ شعبِ ابی طالب والے مقاطعے کے دوران بھی ان لوگوں کی امانتیں حضور ﷺ ہی کی تحویل میں ہوں گی۔ کیونکہ کوئی ایسی خبر نہیں ملتی کہ کسی نے مقاطعے سے پہلے اپنی امانتیں حضور ﷺ سے واپس طلب کی ہوں۔

اس کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ لوگوں کی امانتیں رکھنے والی ہستی کسی گھاٹی یا درّے میں' خیموں میں یا کھُلے آسمان تلے تین سال نہیں گزار سکتی تھی۔ اس لیے اس مؤقف کی سچائی کو چیلنج کرنا مشکل ہے کہ شعبِ ابی طالب کوئی الگ جگہ نہیں تھی بلکہ بنو ہاشم اپنے ہی گھروں میں تھے۔ اور' حضورِ اکرم ﷺ بھی اپنے ہی گھر میں لوگوں کی امانتوں کے ساتھ رہتے رہے۔

حواشی

۱۔ سیرت النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۲۲۰ / نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۷۱
۲۔ شبلی نعمانی۔ سیرت النبی ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۱۷
۳۔ الوفا باحوالِ المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۲۸۳ (مولانا مودودی ان اشخاص میں حارث بن قیس کا نام بھی لیتے ہیں۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۷۲۳
۴۔ تاریخ طبری۔ جلد اول۔ ص ۱۲۷
۵۔ شہناز کوثر۔ حضور ﷺ اور مکہ مکرمہ۔ اختر کتاب گھر لاہور۔ اشاعتِ اول ۲۷ محرم ۱۴۱۵ھ۔ ص ۱۱۰'۱۱

معجزۂ شقُّ القمر

تفسیر "روح المعانی" میں علامہ آلوسی نے لکھا کہ ہجرتِ مدینہ سے قریباً پانچ سال پہلے مشرکینِ مکہ حضور ﷺ کے پاس جمع ہو کر آئے جن میں ولید بن مغیرہ، ابو جہل، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود بن عبد یغوث، اسود بن مطّلب، زمعہ بن الاسود، نضر بن حارث وغیرہ بھی تھے۔ آپ ﷺ سے درخواست کی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اپنی نبوت کی کوئی خاص نشانی دکھائیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائیں (۱)۔

خلیل ابراہیم مُلّا خاطر نے معجزۂ شقُّ القمر کے حوالے سے **بُخاری** (۲) **مُسلم** (۳) **مُسندِ احمد** (۴) **ترمذی** (۵) کی احادیث جمع کر دی ہیں (۶)

عبدالرّحمان جامی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا، اگر میں چاند کو دو ٹکڑے کر دوں تو کیا ایمان لے آؤ گے۔ انھوں نے کہا، ہاں۔ یہ چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ حضور ﷺ نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں تو وہ ہو گیا (۷)

جلال الدین سیوطی نے **بُخاری**، **مُسلم**، **بَیہقی** وغیرہ کے حوالے سے شقُّ القمر کے بارے میں بہت سی روایات نقل کی ہیں (۸)

سید ابوالاعلیٰ **مودودی** کہتے ہیں۔ "یہ مقاطعہ پوری شدّ و مد کے ساتھ جاری تھا مگر رسولُ اللہ ﷺ اس کے باوجود علی الاعلان اسلام کی تبلیغ سے ایک دن بھی باز نہ رہے۔ اور کسی میں یہ جُرأت نہ تھی کہ آپ ﷺ کو روک لیتا۔ مقاطعے پر ابھی دو ہی برس گزرے تھے کہ شقُّ القمر کا عظیم الشان واقعہ پیش آگیا جسے کفّارِ مکہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ مُحدّثین و مفسّرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سن ۵ قبلِ ہجرت (یعنی سن ۸ بعدِ بعثت) کا واقعہ ہے"۔

انھوں نے **بُخاری، مُسلم، ترمذی، احمد، ابو عوانہ، ابو داؤد طیالسی، عبدالرزّاق، ابنِ جریر، طبَرانی، بَیہقی، ابنِ مَرْدُوَیہ** اور **ابو نُعَیم اصفہانی** کی بیان کردہ روایتوں کا ذکر کیا ہے (۹)

ولید الاعظمیٰ کی عربی تالیف میں حضرت عبداللہ بن عبّاس (رضی اللہ عنہما) کی روایت میں ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا واقعہ نبیٔ پاک ﷺ کے زمانۂ قیامِ مکہ کے دوران پیش آیا (۱۰)

قارئینِ کرام اوپر درج کردہ چند حوالوں سے اس حقیقت کو جان گئے ہوں گے کہ معجزۂ شقُّ القمر کا ایک بہت بڑا اعزاز یہ بھی ہے کہ سیرت نگار حضرات کی پھیلائی ہوئی بہت سی غلط فہمیوں کا اس سے ازالہ ہو جائے گا۔

سب اس پر متّفق ہیں کہ یہ واقعہ شعبِ ابی طالب کے مقاطعے کے دوران پیش آیا۔ یہ بات بھی سامنے آگئی کہ بہت سے کافر و مشرک نے حضور ﷺ سے مل کر یہ مطالبہ کیا کہ اگر آپ سچّے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھائیں۔ سیّد **مودودی** نے یہ بھی لکھ دیا کہ کوئی شخص حضورِ پُرنور

ﷺ کو تبلیغ دین سے روکنے کی جُرأت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ یہ واقعہ مکّہ میں پیش آیا۔

ان حقائق نے شق القمر کے اِس اعجاز کو بھی ظاہر کر دیا کہ حضور ﷺ مکہ سے دور کہیں محصور یا مقیّد یا پناہ گزین نہیں تھے۔ مکہ مکرمہ ہی میں تھے۔ لوگوں سے حضور ﷺ کے رابطے بھی تھے۔ کُفّار بھی آپ ﷺ سے بات چیت کرتے رہتے تھے۔ دعوتِ اسلام اور تبلیغ دین کے معاملے میں بھی کوئی خاص اڑچن نہیں تھی اور شعبِ ابی طالب مکہ مکرمہ ہی کا ایک محلّہ تھا جہاں سب اکٹھے رہتے تھے۔

ولید الاعظمی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے۔ یہ واحد شخصیت ہے جس کے بارے میں پتا چلتا ہے کہ یہ شعبِ ابی طالب کے مقاطعے کے دوران پیدا ہوئے (۱۱) ظاہر ہے کہ یہ ابھی بچے تھے یا بقولِ **مودودی** ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے لیکن یہ اور حضرت اَنَس بن مالکؓ (جو اس وقت بچے تھے) دونوں حضرات صحابی ہیں اس لیے ظاہر ہے کہ انھوں نے ایسے سن رسیدہ صحابیوں سے سن کر ہی اسے روایت کیا ہو گا جو اس واقعے کا براہِ راست علم رکھتے تھے (۱۲)

حواشی

۱۔ ادریس کاندھلوی' محمد۔ سیرتُ المصطفیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۳۶' ۲۳۷

۲۔ البخاری۔ کتاب المناقب۔ باب سوال المشرکین ان یریھم النبی ﷺ / کتاب مناقب الانصار۔ باب انشقاق القمر / کتاب التفسیر / کتاب الصلوٰۃ

۳۔ المسلم۔ کتاب صفات المنافقین۔ باب انشقاق القمر

۴۔ مُسند احمد۔ ۸۴۵۳

۵۔ سنن الترمذی۔ کتابُ الفتن

۶۔ مُلّا خاطر' شیخ خلیل ابراہیم۔ امتیازاتِ مصطفیٰ ﷺ (اردو ترجمہ از مفتی محمد خاں قادری) جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن' لاہور۔ بار اول ۱۹۹۰۔ ص ۹۳۔۹۶

۷۔ شواہد النبوت۔ ص ۱۰۷

۸۔ جلال الدین سیوطی۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول (اردو ترجمہ از راجا رشید محمود و سید حامد لطیف) حامد اینڈ کمپنی' لاہور۔ س ن۔ ص ۲۳۹۔۲۴۱

۹۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۶۱۵' ۶۱۶

۱۰۔ ولید الاعظمی۔ معجزاتِ سرورِ عالم ﷺ (اردو ترجمہ از حافظ محمد ادریس۔ حرا پبلی کیشنز) لاہور۔ طبع اول ۱۹۸۸ء ص ۳۲

۱۱۔ سلام اللہ صدیقی۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ ص ۳۱ / مختصر سیرت الرسول ﷺ۔ ص ۱۸۳ / ظفر حسن امروہوی۔ سیرت الرسول ﷺ۔ ص ۲۹۳

۱۲۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۶۱۶

مخالفینِ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا انجام

مقاطعے کے مُحرّکین کا انجام

مختلف اوقات میں جن کفارِ قریش نے حضور سرورِ کائنات علیہ السّلام والصّلوٰۃ کے ساتھ دشمنی کا برتاؤ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑایا، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش میں نمایاں کردار ادا کیا، ان کے نام گزشتہ صفحات میں دیئے جا چکے ہیں۔ بائیکاٹ کا عہد نامہ لکھنے میں بھی انہی بدبختوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جلد یا بدیر، ان کا انجام تو عبرت ناک ہی ہوا۔ مُلّا **معین واعظ کاشفی** ان میں سے پانچ زیادہ بڑے ظالموں کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ مشرکین میں سے پانچ آدمی جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہا پاتے، ٹھٹھا مخول کرتے، ادب و تعظیم کا مطلق خیال نہ کرتے اور عزت و احترام کے آداب کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں: عاص بن وائل، اسود بن عبدالمطلب، اسود بن عبد یغوث، ولید بن مغیرہ اور حارث بن قیس الطلاطہ .... روایت ہے کہ ایک روز مسجدِ حرام میں خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ جبرائیل علیہ السّلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے کہ یہ پانچوں ان کے سامنے سے گزرے۔ جبرائیل علیہ السلام نے عاص بن وائل کے پاؤں کی ہتھیلی، اسود بن عبدالمطلب کی آنکھ، اسود بن عبد یغوث

کے سر، ولید کی پنڈلی اور حارث کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کو بشارت ہو کہ ان کا شر ختم ہوا اور آپ ان سے فارغ ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک مصیبت میں گرفتار ہو کر ہلاک ہُوا۔

چنانچہ عاص کو مکّہ کی ایک گھاٹی میں ایک کانٹا چبھ گیا۔ وہ چلّاتا تھا کہ مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رب نے مجھے ہلاک کر دیا۔ اسود بن عبدالمطلب اندھا ہو کر مرا۔ ابن عبدِ یغوث کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ گھر والوں نے اسے گھر نہ گھسنے دیا اور وہ دروازے سے سر ٹکرا ٹکرا کر مر گیا۔ حارث بن قیس کو یوں پیاس لگنی شروع ہوئی کہ پانی پی پی کر اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ ولید بن مغیرہ کی پنڈلی زخمی ہوئی، عرق النسا کی بیماری لگی اور چیختا چلّاتا مرا(۱)۔

عہد نامہ لکھنے والے کا انجام

عہد نامہ چمڑے کے وَرَق پر لکھا گیا تھا۔ اس کے کاتبوں کے چار نام ملتے ہیں۔ **ابنِ سعد** نے منصور ابن عکرمہ، **ابنِ کثیر** نے **واقدی** کے حوالے سے طلحہ بن ابی طلحہ، **ابنِ ہشام** نے نضر بن حارث اور حافظ **ابنِ قیّم** نے **زاد المعاد** میں بغیض بن عامر کا نام لیا ہے (۲) شاہ **مصباح الدین شکیل** نے ان چاروں کے ذکر میں لکھا ہے کہ عام مؤرخین کا رُجحان منصور بن عکرمہ کی جانب ہے (۳)۔ **عبدالصّمد رحمانی** اور **راجا محمد شریف** نے صرف منصور بن عکرمہ العبدری کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسے قدرت کی طرف سے اس سفاکانہ اور ظالمانہ معاہدے کو تحریر کرنے کی پاداش میں یہ سزا ملی کہ اس کی انگلیاں شل ہو گئیں اور اس کا ہاتھ ہمیشہ کے لیے کتابت سے بیکار ہو

گیا(۴)

حواشی

۱۔ معارج النبوت فی مدارج الفتوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۵'۳۱۶

۲۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ جلد اول۔ ص ۲۷۸ / البدایہ والنہایہ۔ حصہ سوم ص ۱۳۲ / سیرت النبی ﷺ کامل۔ جلد اول ص ۳۸۴ / زاد المعاد۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۲ (اردو ترجمہ از رئیس احمد جعفری)

۳۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۵۳۱

۴۔ حیاتِ رسالت مآب ﷺ۔ ص ۱۲۵ / حیاتِ پیغمبرِ اعظم ﷺ۔ ص ۱۳۷

بائیکاٹ کی مخالفت

معلوم ہوتا ہے کہ بائیکاٹ کا فیصلہ مختلف قبائل کے بڑوں نے کر لیا تھا' اس پر قبائل کے عامی زیادہ خوش نہیں تھے۔ اگر عامۃُ النّاس بڑوں کے کسی فیصلے کو دل سے تسلیم کرتے ہوں یا لیڈروں نے انھیں اپنے اس فیصلے کے بارے میں پوری طرح اعتماد میں لیا ہو تو پھر عوام خود اس فیصلے پر عملدرآمد کراتے ہیں۔ لیکن بائیکاٹ کے فیصلے میں ایسی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ مکّہ کے عام لوگوں نے جو ابھی ایمان تو نہیں لائے تھے' حالتِ کفر ہی میں تھے' حضورِ اکرم ﷺ اور بنو ہاشم کے خلاف کسی پروپیگنڈے میں شرکت نہیں کی' اس بائیکاٹ کو کامیاب بنانے کے لیے بنو ہاشم کی نگرانی نہیں کی' ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔

اسی لیے کُتبِ سِیَر میں یہ آتا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ یا بنو ہاشم کے کچھ لوگ دعوتِ اسلام کے سلسلے میں یا اشیاءِ ضرورت کی دستیابی کی کوشش میں باہر نکلتے تو ابولہب یا اکّا دُکّا اور کوئی لیڈر باہر سے آنے والوں کو حضورِ اکرم ﷺ کے خلاف اُکساتا' یا چیزیں مہنگی کرنے کی ترغیب دیتا۔ مختلف قبائل کے عام لوگ اس مخالفانہ تحریک کے دست و بازو بنتے دکھائی نہیں دیتے۔

ایسے میں حضورِ اکرم ﷺ کے جو شریکِ تجارت افراد غلّہ اور ضرورت کا دوسرا سامان لاکر سرکار ﷺ تک پہنچاتے تھے تاکہ سب بنو ہاشم

اس سے استفادہ کر سکیں' وہ تو مقاطعے کے تین برسوں میں اپنی سی کرتے رہے۔ حکیم بن حزام' ہشام بن عمرو اور دیگر لوگ تو اپنے عمل سے اس پورے دورانیے میں بائیکاٹ کی مخالفت کرتے رہے۔ اسی طرح ابو العاص اور ابو البختری کے کردار کی ہلکی سی جھلک بھی گزشتہ صفحات کی زینت بن چکی ہے۔

سیّد ابوالاعلیٰ **مودودی** کہتے ہیں "کفارِ مکّہ کے سرپھرے اور ضدّی سرداروں نے اگرچہ وقتی طور پر غصّہ دلا کر اپنے شہر کے دو بڑے خاندانوں کا مقاطعہ باقی سب خاندانوں سے کرالیا تھا۔ مگر مکہ میں کوئی خاندان بھی ایسا نہ تھا جس کی رشتہ داریاں بنی ہاشم اور بنی المطّلب کے ساتھ نہ ہوں۔ اس لیے ابتدا ہی سے متعدد لوگوں کو اپنے بھائی بندوں کا یہ مقاطعہ ناگوار تھا۔ اور جُوں جُوں یہ طویل ہوتا گیا' اس کے خلاف جذبہ تیز سے تیز تر ہوتا چلا گیا(۱)۔

ڈاکٹر **محمد حمید اللہ** نے لکھا کہ بائیکاٹ کے خلاف بعض انفرادی کوششیں مؤثّر ثابت ہوئیں۔ ان میں سے ایک شخص .... اپنے ایک معتمد دوست سے ملا اور اس سے مشورہ کیا.... کوششیں جاری رہیں اور مختلف قبائل کے چھے ہم خیال افراد مل گئے (۲) **ابنِ ہشام** چھے کے بجائے پانچ حق شناسوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک وہ حق شناس یہ تھے: ہشام بن عمرو۔ زُہیر بن ابی امیّہ' مُطعم بن عدی۔ ابو البختری بن ہاشم اور زمعہ بن اسود بن عبد المطّلب (۳) ڈاکٹر **نثار احمد** نے بھی یہی پانچ اشخاص گنائے ہیں (۴)

ڈاکٹر **محمد حمید اللہ** نے چھے اشخاص کا ذکر کیا ہے' ان کے نام درج نہیں کیے۔ ہم نے **سِیَرُ الصّحابہ** کا بغور مطالعہ کیا تو پتا چلا کہ **معین**

الدین احمد ندوی نے **الاستیعاب** کے حوالے سے سہل بن بیضا کو اس فہرست میں شامل سمجھا ہے۔ لکھتے ہیں۔ "اسلام لانے سے پہلے بھی سہل منصف مزاج اور رقیقُ القلب تھے۔ چنانچہ دعوتِ اسلام کے آغاز میں جب قریش نے آپس میں معاہدہ کر کے آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھ آپ کے خاندان والوں کو شعبِ ابی طالب میں محصور (؟) کر دیا اور بنی ہاشم کئی برس تک مصیبتیں جھیلتے رہے تو آخر میں بعض خدا ترس اور مُنصف مزاج آدمیوں نے اس معاہدے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور ان کی کوششوں سے یہ معاہدہ ٹوٹا۔ ان عدل پرور لوگوں میں سہل بھی تھے (۵)

حواشی

۱۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۶۱۸
۲۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۵۵۸
۳۔ سیرت النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۳۴۰۔۳۴۱
۴۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۲۶۷
۵۔ سیر الصّحابہ۔ مہاجرین۔ جلد دوم۔ ص ۲۹۳

مقاطعے کا خاتمہ

گزشتہ باب میں ان چھے افراد کا ذکر آ چکا ہے' جن کی کوششوں سے مقاطعے کا عہد نامہ ختم ہوا۔ اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان لوگوں نے احساس کیا کہ جو کچھ ہو رہا ہے' غلط ہو رہا ہے۔ اس لیے اس کا ازالہ ہونا چاہیے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ خود سرکارِ ابد قرار ﷺ نے چچا جان حضرت ابوطالبؓ کو بتایا کہ عہد نامہ دیمک کی نذر ہو چکا ہے اور یہ خبر ربِّ کریم نے دی ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے دونوں روایتوں کی تطبیق کی ہے اور وہ درست ہے۔

بعض کتابوں میں ہے کہ زُہیر بن ابی امیّہ نے شروعات کی' بعض جگہ لکھا ہے کہ ہشام بن عمرو نے بیڑا اٹھایا اور ایک ایک کر کے پانچ دیگر حضرات کو عہد نامہ ختم کرنے پر اکسایا۔

ابن اسحاق' ابن ہشام اور طبری کا کہنا ہے کہ ہشام بن عمرو عامری' زُہیر بن ابی امیّہ بن مغیرہ کے پاس گیا۔ زُہیر کی ماں عاتکہ حضرت عبدالمطلبؓ کی بیٹی تھی۔ ہشام نے زُہیر سے کہا کہ تمہارے ماموؤں کے ساتھ جو ظلم ہو رہا ہے' اس کے خلاف اٹھو۔ پھر مطعم بن عدی کو انھوں نے ساتھ ملایا۔ اس کے بعد ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن الاسود کو بھی اپنا ہم نوا بنایا (۱)۔
الاستیعاب میں ہے کہ سہل بن بیضا ان میں چھٹے تھے (۲)

ان میں یہ مشورہ ہوا کہ رات کو ہم لوگ "حطم الحجون" میں جمع ہوں اور لوگوں کو عہد نامہ توڑنے کے موضوع پر اعتماد میں لیں۔ زُہیر نے کہا کہ میں اس معاملے میں پہل کروں گا (۳)

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ صبح سویرے زُہیر بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہو کر اہلِ مکّہ سے یوں گویا ہوئے کہ ہم کھانا کھاتے ہیں' مختلف مشروبات استعمال کرتے ہیں' پسندیدہ لباس زیبِ تن کرتے ہیں اور بنوہاشم تمہارے بائیکاٹ کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچے ہوئے ہیں۔ بخدا' میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک یہ صحیفہ پھاڑ نہ دیا جائے جو سراسر ظلم و ستم اور قطع رحمی پر مشتمل ہے (۴)

ابوجہل کہنے لگا کہ یہ کاغذ ہرگز نہیں پھاڑا جائے گا۔ زمعہ نے ابوجہل سے مخاطب ہو کر کہا' تو بالکل جھوٹ کہتا ہے۔ جب تم نے یہ اقرار نامہ لکھا تھا' ہم اس وقت بھی مضمون پر راضی نہیں تھے۔ پاس سے ابوالبختری نے بھی کہا کہ زمعہ سچ کہتا ہے۔ اوپر سے مطعم بن عدی نے بھی تائید کی کہ ہم خدا کے ہاں اس صحیفے اور اس مضمون کی تصدیق سے بری ہیں۔ اس کے بعد ہشام بن عمرو' محرّکِ اوّل نے بھی ایسا ہی کیا (۵)

محمد حسین ہیکل نے لکھا کہ ابوجہل تاڑ گیا کہ یہ سازش کہیں آج ہی رات کو نہ ہوئی ہو۔ فتنہ بڑھ جانے کے خوف سے ان کا مقابلہ کرنے سے رک گیا۔ ادھر مطعم بن عدی ورقِ قرارداد چاک کرنے کے لیے آگے بڑھا مگر اس حصے کے سوا جس میں "باسمک اللّٰھم" (۶) مسطور تھا'

باقی تمام کاغذ کو دیمک چاٹ چکی تھی (۷) ڈاکٹر **حمید اللہ** نے لکھا ہے کہ پوری دستاویز پر صرف اللہ اور محمد (ﷺ) کے نام باقی رہ گئے تھے (۸) **ہیکل** نے تو بات ختم کرنے میں تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ جب عہد نامے کو پھاڑنے کے لیے سامنے لانے کو کہا گیا تو حضرت ابوطالب نے دیمک کے اثرات بیان کیے (۹)

ابن سعد کے مطابق حضرت ابوطالبؓ نے اس وقت کفارِ قریش سے کہا کہ میرے بھتیجے نے خبر دی ہے اور انھوں نے ہرگز مجھ سے غلط نہیں کہا کہ اللہ نے تمھارے عہد نامے پر دیمک کو مسلط کر دیا ہے۔ جو مضمون ظلم و جور یا قطع رحم کا تھا' اس نے کھا لیا ہے۔ وہی مضمون باقی رہ گیا ہے جس میں اللہ کا ذکر ہے۔ اگر میرے بھتیجے سچے ہیں تو تم لوگ اپنی بُرائی سے باز آ جاؤ اور اگر وہ غلط کہتے ہیں تو میں انھیں تمھارے حوالے کر دوں گا۔ تم انھیں قتل کرنا یا زندہ رکھنا (۱۰) غلام احمد **پرویز** نے دیمک والے واقعے کا ذکر نہیں کیا (۱۱)۔

ڈاکٹر نثار احمد کہتے ہیں۔ ''مختصر یہ کہ ان دونوں اسباب میں سے کسی ایک یا دونوں اسباب' یعنی قدرتِ خداوندی اور چند جیالے بہادروں کی ہمدردانہ سعی کی بدولت اس معاہدۂ نامرضیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اور یوں آپ ﷺ اور بنو ہاشم پر سے معاشرتی و معاشی ساری پابندیاں تارِ عنکبوت کی طرح منقطع ہو گئیں۔ اس طرح ایک مرتبہ پھر بنو ہاشم مکہ کی مذہبی و سماجی زندگی میں تازہ خون بن کر دوڑنے لگے۔ تحریک اسلامی کو دبانے اور مٹانے کی یہ گہری سازش ناکام ہو گئی اور جن مقاصد کی خاطر قریش نے یہ مقاطعہ کیا تھا' پورے نہ ہو سکے'' (۱۲)

جو بات اس سارے قضیے میں پریشان کُن لگتی ہے' وہ یہ ہے کہ بنو ہاشم کی اقتصادی اور معاشی مدد کی طرح عہد نامے کے ختم کرنے تک کے سارے مراحل میں (کُتبِ سیرت کی حد تک) کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔ جو لوگ غلہ اور دوسری اشیاءِ ضرورت بنو ہاشم کو دیتے دکھائی دیتے ہیں' وہ بھی کافر ہیں اور جو لوگ مقاطعے کا عہد نامہ ختم کرنے کی تگ و دَو میں مصروف نظر آتے ہیں' وہ بھی غیر مسلم ہیں۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے علاوہ' دوسرے قبیلوں کے بعض جلیلُ القدر' نڈر' جَری اور جانثار قسم کے صحابۂ کرامؓ کا کوئی کردار کُتبِ سیرت نے بیان نہیں کیا۔

حواشی

۱۔ سیرت النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۲۱۰'۲۱۱/ تاریخ طبری۔ حصہ اول۔ ص ۱۰۵'۱۰۶
۲۔ سیر الصحابہ۔ مہاجرین۔ جلد دوم۔ ص ۲۹۳
۳۔ حیاتِ پیغمبر اعظم ﷺ۔ ص ۱۳۱
۴۔ الوفا باحوالِ المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۲۳۶
۵۔ ابراہیم میر سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۳۱۷
۶۔ ضیاء النبی ﷺ (جلد دوم) میں ''عہد نامہ'' کے الفاظ ہیں (ص ۳۹۶)
۷۔ حیاتِ محمد ﷺ۔ ص ۲۲۹
۸۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ۵۵۸
۹۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۷۵
۱۰۔ طبقات ابن سعد۔ حصہ اول۔ ص ۲۷۸
۱۱۔ معراجِ انسانیت۔ ص ۱۳۷'۱۳۸
۱۲۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۲۶۸

مقاطعے کا عرصہ

طبقاتِ ابنِ سعد میں ہے: محمد بن علی کی روایت کے مطابق رسولؐ اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اعزّہ شعب میں دو سال رہے۔ حکم نے کہا کم از کم تین سال رہے (۱) **عبدالصمد رحمانی** نے **طبقات** کے حوالے سے تین ہی سال کا دورانیہ لکھا ہے (۲)

پیر **محمد کرم شاہ** لکھتے ہیں۔ "یہ محاصرہ (؟) نبوت کے ساتویں سال ماہِ محرّم میں شروع ہوا۔ اور تین سال کے طویل عرصے تک بڑی شدّ و مد سے جاری رہا۔ آخر نبوت کے دسویں سال اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیے کہ جور و ستم کی اس دستاویز کو خود اہلِ مکہ نے چاک کر دیا اور رحمتِ عالمیان ﷺ اپنے محصور ساتھیوں (؟) سمیت شعبِ ابی طالب سے نکل کر پھر مکہ مکرمہ میں رونق افروز ہوئے (۳)

ابوالجلال ندوی کا خیال ہے کہ محرّم سن ۵ قبل ہجرت میں لوگ "حصارِ شعب" سے باہر نکلے (۴) اس حساب سے مقاطعے کا زمانہ دو سال بنتا ہے۔ لیکن **حفظ الرحمان سیوہاروی** "تین سال سے زاید" تک بات پہنچاتے ہیں (۵) مُلّا **باقر مجلسی** نے سوچا' تین سال سے زاید" کیا ہُوا۔ لکھا۔"اس صورت میں چار سال شعب ابو طالب میں گزر گئے"۔ (۶)

محمد سعید شبلی نے لکھا۔ "رہے تین سال۔ یہ بھی درست نہیں' کہیں تو کُتُبِ سِیَر میں دو سال تحریر کرتے ہیں۔ جیسے **سیرتِ ابنِ ہشام** اور **طبقاتِ ابنِ سعد**۔ اور کہیں تین سال لکھے ہیں..... اگر بالفرض تین سال کا عرصہ مان لیا جائے تو وہ تین سال نہیں رہتا' دو سال ہی رہ جاتا ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ اور شعب میں رہنے والے' ہر سال کے چار ماہ یعنی رجب' شوّال' ذی قعدہ اور ذی الحجہ؟ (یعنی حُرمت والے چاروں ماہ) کُھلّم کُھلا بلا روک ٹوک شعبِ ابی طالب سے باہر آتے جاتے تھے۔ اور نبیٔ کریم ﷺ باہر نکل کر تبلیغِ اسلام کیا کرتے تھے.... غرضیکہ تین سالوں میں سے ہر سال کے ۴' ۴ ماہ نکال دو تو دو سال رہ گئے۔ اگر دو سال کا عرصہ ہے تو ۸ ماہ نکال دو تو ایک سال ۴ ماہ رہ گئے"۔ (۷)

قارئینِ کرام دیکھ رہے ہیں کہ **ابنِ سعد** نے دو سال اور تین سال کی دو روایتیں راویوں کے ناموں کے ساتھ درج کر دیں۔ اب **عبدالصّمد رحمانی** نے چاہا تو **طبقاتِ ابنِ سعد** کے حوالے سے تین سال کہ دیا' دو سال والی روایت کا نام بھی نہ لیا۔ اسی طرح **محمد سعید شبلی** کی خواہش تھی کہ عرصہ کم کرنا ہے' انھوں نے دو سال والی **ابن سعد** کی روایت پر انحصار کیا' دوسری روایت کا ذکر ہی گول کر دیا۔

پھر سارا قضیّہ شعبِ ابی طالب کو شہر سے دور' ایک الگ دنیا تصوّر کرنے یا منوانے کا ہے جس کی وجہ سے **محمد سعید شبلی** کو مہینوں کا حساب لگا کر قید یا محصوری کا زمانہ متعیّن کرنا پڑا ہے۔ اگر قلم اور دماغ درست سمت کے راہی ہوں تو اس ساری مصیبت کی ضرورت نہ تھی۔

جہاں تک مقاطعے کے عرصے کا تعلّق ہے' زیادہ تر روایات کے متعلّق یہ عرصہ تین سال پر محیط ہے کیونکہ محرّم سن ۷ نبوی سے لے کر دس نبوی تک یہی دورانیہ بنتا ہے۔

حواشی

۱۔ طبقات ابن سعد۔ حصہ اول۔ ص ۲۷۹
۲۔ حیات پیغمبر اعظم ﷺ۔ ص ۱۳۳
۳۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۷' ۳۸۸
۴۔ نقوش' رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۸۸
۵۔ نور البصر فی سیرت خیر البشر ﷺ۔ ص ۵۹
۶۔ حیات القلوب۔ جلد دوم۔ ص ۳۰۲
۷۔ اسنیٰ المطالب فی شعب ابی طالب۔ ص ۲۹' ۳۰

بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیبِ داستاں کے لیے

میری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی کہ حضور فخرِ موجودات سرورِ کائنات علیہ السّلام والصّلوٰۃ کی بات کرتے ہوئے' آپ ﷺ کی سیرتِ مطہّرہ کے بیان میں' کوئی شخص قلم کو بگٹٹ کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتّسلیم کی عظمتوں کو نظر انداز کرنے کی جسارت کیونکر کر سکتا ہے۔ حضور حبیبِ کبریا علیہ التّحیّۃ والثّناء کے مقام سے کمتر فقرہ یا کوئی لفظ استعمال کرنا آپ ﷺ کے کسی اُمّتی کے لیے کس طرح ممکن ہے۔ لیکن کتبِ سیرت کے مطالعے نے میری الجھن میں مزید اضافہ کر دیا ہے کہ لکھنے والے توقیر و تعظیم سرکار ﷺ کو پیشِ نظر رکھے بغیر بھی بات کر رہے ہیں' بے جواز واقعات کا اضافہ بھی کر رہے ہیں اور دوسرے لکھنے والوں سے بڑھ کر بات بنانے کے شوق میں بعض صورتوں میں اپنی عاقبت بھی بگاڑ رہے ہیں۔ اس وادی میں چلنے کی خاطر تو قلم کے لیے دوامی سجدۂ تعظیمی کی ضرورت ہے۔ یہاں دوسروں سے آگے بڑھنے کے لیے غلو اور مبالغے کا سہارا لینا اتنا بڑا جرم ہے کہ شاید اس کی معافی میں مشکل ہو جائے۔ یہاں بے احتیاط فقرہ بندی اور حدود صداقت و دیانت کی خلاف ورزی کہیں اور کبھی پسندیدہ نہیں ہو گی۔

قارئینِ محترم شعبِ ابی طالب کے حوالے سے حقائق کا اندازہ تو کر ہی چکے ہیں۔ چند قلمکاروں کی بے احتیاط قلم کاری کے چند نمونے ایک جگہ دیکھ

لیں:

مناظر احسن گیلانی کو سُنیے: "اور آخر میں سب جانتے ہیں
کہ کھانا بند کیا گیا' پانی بند کیا گیا۔ زندگی کے تمام ذرائع روکے گئے۔ ایک ماہ
نہیں' پورے تین سال تک ابی طالب کی گھاٹی میں اسی طرح رہنے پر مجبور کیا
گیا..... وہی فطرتِ رحیمہ و رؤفہ جو انسان تو انسان' کسی جانور کے دکھ کو بھی
دیکھ کر تڑپ جاتی تھی۔ اس کے لیے آزمائش کی کیسی کڑی گھڑی تھی کہ ننھے
ننھے بچے اس لیے بلبلاتے تھے کہ ان کی ماؤں کی چھاتیوں میں دودھ نہیں ہے۔
آٹھ آٹھ دن' دس دس دن ان کے منہ میں اُڑ کر کوئی کھیل بھی نہیں پہنچی ہے۔
کیا سخت وقت ہے کہ پیشاب سے شرابور خشک چمڑے کو دھو کر' بھون بھون کر
ان کو کھانا پڑا' جن کے دانتوں نے شاید سوکھا گوشت بھی نہیں چبایا تھا۔ جو پتّے
شاید بکریاں بھی شوق سے نہ کھاتیں' ان پر ہفتوں بسر کرنا پڑا....." (۱)

نعیم صدیقی کو پڑھیے: اس دور میں جو احوال گزرے ہیں' ان کو
پڑھ کر پتھر بھی پگھلنے لگتا ہے۔ درختوں کے پتّے نگلے جاتے رہے اور سوکھے
چمڑے ابال ابال کر اور آگ پر بھون بھون کر کھائے جاتے رہے (۲)۔ ڈاکٹر
محمد حمید اللہ نے لکھا: "تین سال تک وہ آفت رہی کہ لوگ جنگلی
جڑی بوٹیاں بلکہ پرانے چمڑے کے ٹکڑوں کو اُبال کر کھانے پر مجبور ہو گئے"
(۳)۔ **خطباتِ بھاولپور** میں ہے: "یہ بائیکاٹ کئی سال تک جاری رہا۔
اس کے نتیجے میں متعدد مسلمان فاقہ کشی سے شہید بھی ہوئے۔ بہت سے
مسلمانوں نے ایسی ایسی تکلیفیں اٹھائیں کہ انھیں یاد کرنے سے رونگٹے کھڑے ہو

جاتے ہیں" (۴)۔

صفی الرحمان مبارکپوری کی تحریر دیکھیے: "محصورین کی
حالت نہایت پتلی ہو گئی۔ انھیں پتّے اور چمڑے کھانے پڑے" (۵)۔ غلام دستگیر
نامی بھی یہی انداز کرتے ہیں: اس حالتِ محصوری میں انھوں نے تین سال بڑی
مصیبت اور تنگی میں بسر کیے۔ اکثر دفعہ درختوں کے پتے اور چمڑے کھانے کی
نوبت آئی"۔ (۶)

ڈاکٹر **نصیر احمد ناصر** نے لکھا: "وہ شہر جس کی بنو ہاشم زینت
تھے' جس میں ان کی عظمت کے جھنڈے گڑے تھے' جس کے معاملات میں ان
کی آواز وزن رکھتی تھی' اس میں ان کو قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی ... تین
سالہ معاشرتی مقاطعہ کے دوران میں پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ چونکہ حدودِ مکہ
کے اندر داخل نہیں ہو سکتے تھے' اس لیے....." (۷)۔

سُہَیلی نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ایک واقعے پر "شعبِ
ابی طالب" کا عنوان باندھ دیا۔ بعد کے لوگوں نے حضرت سعدؓ کو مقاطعے اور
محصوری کا ہدف بنا دیا۔ اور' **امیر افضل خاں** نے اس محصوری میں حضرت
ابو سلمہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ کو بھی شامل کر دیا (۸)۔

ابو الکلام آزاد نے بنی ہاشم کو "سنگدلانہ تشدُّد" تک کا شکار بنا دیا
(۹) **طالب ہاشمی** کو سنیے: "مشرکینِ مکہ نے شعبِ ابی طالب کا فوراً
محاصرہ کر لیا اور اس میں اتنی سختی برتی کہ کھانے پینے کی کوئی چیز محصورین کو نہ
پہنچنے دیتے تھے۔ باہر سے اگر کوئی سوداگر غلّہ فروخت کرنے کے لیے لاتا تو اس

سے ایک ایک دانہ خرید کر قابو میں کر لیتے تاکہ اسے محصورین نہ خرید سکیں۔ ہاشمیوں کے بچے جب بھوک سے بے تاب ہو کر روتے تھے تو مشرکین ان کی آوازیں سن سن کر خوش ہوتے تھے۔ عورتوں کی چھاتیوں میں دودھ خشک ہو گیا تھا۔ محصورین کے منہ میں کئی کئی دن تک ایک کھیل بھی اُڑ کر نہ جاتی تھی"۔ (۱۰)۔

جعفر سبحانی کی زبان دیکھیے: "فیصلہ کیا کہ قبیلہ بنی ہاشم کے تمام افراد کو مکہ کے شہر سے باہر جا کر اس دّرہ میں جو مکہ کے پہاڑوں کے درمیان تھا اور شعبِ ابی طالب کے نام سے مشہور تھا' جہاں حقیر و گھٹیا سے مکان' مختصر سے جھونپڑے تھے"..... (۱۱)۔

ظفر حسن امروہوی کی کتاب میں ہے۔ "رسولؐ اللہ ﷺ اور ان کے تمام خاندان نے شعبِ ابی طالب میں کامل تین برس تک جن مصیبت و شدت میں دن کاٹے اور راتیں گزاریں' ان کا بیان دشوار ہے اور کیونکر نہ ہو۔ کھانا پینا بند' آنا جانا ترک' خرید و فروخت موقوف' شعب سے قدم باہر نکالنا دشوار' یہ ترکِ موالات کاہے کو تھی' حبسِ دوام کی پوری سزا تھی۔ غریب محصورین پر جن میں خُرد سال بچے اور شکستہ پا عورتیں بھی شامل تھیں' ایسا وقت آگیا تھا کہ دانہ دانہ کو محتاج تھے۔ اتنی مجال تو تھی ہی نہیں کہ شہر جا کر ضروریات روز مرّہ کی چیزیں لائیں اور اگر جرأت کر کے جائیں بھی تو دیتا کون ہے" (۱۲)۔

عبدالوہاب حجازی لکھتے ہیں: "اصحابؓ رسول ﷺ کہتے ہیں کہ ہم سوکھے چمڑے بھگو کر چُوستے اور پتے کھا کھا کر اپنی گرسنگی بجھاتے تھے"

(۱۳)۔

اور' آخر میں ایک پروفیسر' ڈاکٹر **غلام ربانی عزیز** کو دیکھیے:

"جب حضرت ابو طالب نے قریش کے تیور دیکھے تو پیش آنے والے مصائب کا اندازہ لگا لیا۔ چنانچہ بنو ہاشم کو سمیٹا اور پہاڑ کے درّے میں' جسے شعبِ ابی طالب کہتے تھے' اور جو بنی ہاشم کی ملکیت تھا' سکونت اختیار کر لی۔ یہ بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے کہ نقلِ مکانی سے پہلے وہاں رہائش کا کوئی بندوبست کر لیا ہو گا۔ کیونکہ اس زمانے کے تمدّن کی روشنی میں ایسی سہولتوں کا تصوّر غیر متعلق سی بات ہے۔ اس لیے قیاس چاہتا ہے کہ اوّلاً" خیموں اور جھونپڑیوں میں سر چھپایا گیا ہو گا۔ وقت گزرتا گیا ہو گا اور کچے پکے مکانات بنتے گئے ہوں گے ...... بنو ہاشم کا غلّہ اور اناج کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ ناچار گھاس اور درختوں کے پتّے کھا کر گزارا کرنا پڑا۔ ہمتیں جواب دے گئیں۔ اچھے خاصے کڑیل جوان ہڈیوں کا ڈھانچا بن گئے۔ بعض نیک دل' چوری چھپے ان محصورین کی امداد کر دیا کرتے تھے لیکن اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو کسی رعایت کے روادار نہ تھے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس عرصے میں کتنے بچّے تڑپ تڑپ کر مر گئے اور مامتا کی ماری ماؤں نے پیٹ پیٹ کر حلیہ بگاڑ لیا۔ شدتِ گرسنگی سے کتنے شہ زور جوان بوڑھے ہو گئے اور کتنے بوڑھے قبل از وقت موت کی گھاٹیوں میں گم ہو گئے" (۱۴)۔

حواشی

۱۔ مناظر احسن گیلانی۔ النبی الخاتم ﷺ۔ ص ۷۰'۷۱

۲۔ نعیم صدیقی۔ محسنِ انسانیت ﷺ۔ ص ۱۸۹

٣- حمید اللہ، ڈاکٹر محمد۔ رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ص ٨٩

٤- حمید اللہ، ڈاکٹر محمد۔ خطباتِ بہاولپور۔ ص ٣٠٥، ٣٠٦

٥- صفی الرحمان مبارکپوری۔ الرحیق المختوم۔ ص ١٩٠

٦- غلام دستگیر نامی۔ تاریخ مکہ معظمہ۔ ص ٤٣

٧- نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر۔ پیغمبر اعظم و آخر ﷺ۔ ص ٣٢٨، ٣٢٩

٨- امیر افضل خاں۔ حضور پاک ﷺ کا جلال و جمال۔ ص ١٩٠

٩- ابوالکلام آزاد۔ رسولِ رحمت ﷺ۔ ص ٣٩

١٠- طالب ہاشمی۔ سیرت حضرت سعد بن ابی وقاص۔ ص ٢٦، ٢٧

١١- جعفر سبحانی۔ فروغِ ابدیت۔ ص ٢٣٦

١٢- ظفر حسن امروہوی۔ سیرت الرسول ﷺ۔ ص ٢٩٦

١٣- نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ٨۔ ص ٦٩١

١٤- ربانی عزیز، پروفیسر غلام۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد اول۔ ص ١٣١-١٣٢

راجا رشید محمود کی مطبوعات

اردو مجموعہ ہائے نعت

1- ورفعنا لک ذکرک 1977, 1998, 1993 (صفحات 136)

2- حدیثِ شوق (دوسرا مجموعہ نعت) 1982, 1984, 1986 (صفحات 176)

3- منشورِ نعت (اردو پنجابی فردیات) 1988 (صفحات 176)

4- سیرتِ منظوم (بصورت قطعات) 1992 (صفحات 128)

5- **92** (نعتیہ قطعات) 1993 (صفحات 112)

6- شہرِ کرم (مدینہ طیبہ کے بارے میں نعتیں) 1996 (192 صفحات)

7- مدیحِ سرکار ﷺ۔ 1997 (124 صفحات)

8- قطعاتِ نعت۔ 1998 (110 صفحات)

پنجابی مجموعہ ہائے نعت

9- صلی علی الصلوٰۃ۔ 1998

10- نعتاں دی ڈالی (صدارتی ایوارڈ یافتہ) 1985, 1987 (192 صفحات)

تحقیقِ نعت

11- حق دی تائید۔ 1956 (صفحات 8)

12- پاکستان میں نعت۔ 1994 (صفحات 224)

13- غیر مسلموں کی نعت گوئی۔ 1994 (صفحات 400)

14- خواتین کی نعت گوئی۔ 1995 (صفحات 436)

15- نعت کیا ہے؟ 1995 (صفحات 112)

16- اردو نعتیہ شاعری کا انسائیکلوپیڈیا۔ اول۔ 1996 (408 صفحات)

17- اردو نعتیہ شاعری کا انسائیکلوپیڈیا۔ دوم۔ 1997 (400 صفحات)

انتخابِ نعت

18- مدیحِ رسول ﷺ۔ 1973 (صفحات 198)

19- نعتِ خاتم المرسلین ﷺ۔ 1982, 1988, 1993 (صفحات 164)

20- نعتِ حافظ (حافظ پیلی بھیتی کی نعتوں کا انتخاب) 1987 (صفحات 276)

21- قلزمِ رحمت (امیر مینائی کی نعتوں کا انتخاب) 1987 (صفحات 96)

22- نعت کائنات (اصنافِ سخن کے اعتبار سے عظیم انتخاب) مبسوط تحقیقی مقدمے کے ساتھ۔ جنگ پبلشرز کے زیرِ اہتمام۔ چار رنگا طباعت۔ 1993 (صفحات 816) بڑا سائز

23- ماہنامہ نعت کی اشاعت کے ساڑھے دس برسوں میں بیسیوں موضوعات اور بہت سے شعراء نعت کی نعتوں کا انتخاب راجا رشید محمود نے کیا ہے۔ ماہنامہ نعت اب تک 17,000 (سترہ ہزار) صفحات شائع کر چکا ہے۔

اسلامی موضوعات پر کتابیں

-24 احادیث اور معاشرہ۔ 1988, 1987, 1986 (بھارت میں بھی چھپی) صفحات 192
-25 ماں باپ کے حقوق۔ 1993, 1985 (صفحات 112)
-26 حمد و نعت (تدوین) 16 مضامین' 49 منظومات۔ 1988 (صفحات 224)
-27 میلاد النبی ﷺ (تدوین) 16 مضامین' 80 میلادیہ نعتیں۔ 1988 کلکتہ (صفحات 236)
-28 مدینۃ النبی ﷺ (تدوین) 16 مضامین' 57 منظومات۔ 1988 (صفحات 224)

تاریخ اور تاریخی شخصیات پر کتابیں

-29 اقبالؒ و احمد رضاؒ: مدحت گرانِ پیغمبر ﷺ۔ 1982, 1979, 1977 (صفحات 112)
-30 اقبالؒ' قائداعظمؒ اور پاکستان۔ 1987, 1983 (صفحات 160)
-31 قائداعظم ـــــ افکار و کردار۔ 1985 (صفحات 160)
-32 تحریک ہجرت 1920 (تاریخی و تحقیقی تجزیہ) 1994, 1986, 1982 (صفحات 464)

مزید کتابیں

-33 زوال پذیری۔ 1998 (132 صفحات)
-34 میرے سرکار ﷺ۔ 1987 (صفحات 144)
-35 حضور ﷺ اور بچے۔ 1993 (صفحات 112)
-36 تسخیر عالمین اور رحمت للعالمین ﷺ۔ 1993 (صفحات 256)
-37 درود و سلام۔ 1999, 98, 97, 96, 95, 94, 93 (دس ایڈیشن چھپے) صفحات 128
-38 قرطاس محبت (شہید رسول ﷺ کے مظاہر) 1992 (صفحات 144)
-39 سفر سعادت' منزل محبت (سفرنامہ حجاز) 1992 (صفحات 224)
-40 راج دلارے (بچوں کے لئے نظمیں) 1991, 1987, 1985 (صفحات 96)
-41 میلادِ مصطفیٰ ﷺ۔ 1991 (صفحات 48)
-42 عظمت تاجدار ختم نبوت ﷺ۔ 1991 (صفحات 32)
-43 منظومات (نعتیں' مناقب' نظمیں) 1995 (صفحات 160)
-44 دیارِ نور۔ (سفرنامہ حجاز) 1995 (صفحات 112)
-45 حضور ﷺ کی عاداتِ کریمہ۔ 1995 (صفحات 256)

تراجم

-46 الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول دوم (از علامہ سیوطیؒ) 1982
-47 فتوح الغیب (از حضرت غوث اعظمؒ) 1983
-48 تعبیر الرؤیا (منسوب بہ امام سیرینؒ) 1982
-49 نظریہ پاکستان اور نصابی کتب (تدوین و ترجمہ) 1971

راجا رشید محمود کا ایک اور مجموعہ نعت

شہرِ کرم

☆ جس کا ہر شعر شہرِ کرم' شہرِ تمنا' شہرِ سرکار ﷺ مدینۂ طیبہ کی تعریف میں ہے۔
☆ جس میں ۳۳ نعتیں' بہت سے قطعات اور متفرق اشعار شامل ہیں۔
☆ دنیائے اسلام میں یہ پہلا مجموعۂ نعت ہے جس کے ہر شعر میں التزاماً حضورِ پُرنور ﷺ کے شہرِ پاک کا ذکرِ خیر ہے۔
☆ کتاب میں شہرِ کرم اور اس کے متعلقات کی بیس کے قریب نادر و نایاب چار رنگا تصاویر بھی شامل ہیں۔ تصاویر کے لحاظ سے بھی اس کتاب کی انفرادیت مُسلّم ہے۔
☆ صفحات [illegible]۔ کاغذ ۸۰ گرام۔ تصاویر آرٹ پیپر پر۔ سرورق اور اندر شہرِ کرم کے روح پرور منظر کی دلکش تصویر
☆ اہلِ محبت کے لیے ہدیہ: صرف ایک سو روپے

ناشر
اختر کتاب گھر

اظہر منزل۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ۔ لاہور۔ کوڈ ۵۴۵۰۰

راجا رشید محمود کے مرتبہ انتخابِ نعت

مدیحِ رسول ﷺ۔ انتخابِ نعت جس میں شامل نعتیں ثانوی اور اعلیٰ ثانوی جماعتوں کے طلبہ و طالبات کی ذہنی استعداد کو پیشِ نظر رکھ کر منتخب کی گئی ہیں۔ پہلے حصے میں ۷۱ دوسرے میں ۸۲ نعتیں ہیں۔ صفحات ۱۹۸۔ ناشر پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور۔ ۱۹۷۳

نعتِ خاتم المرسلین ﷺ۔ حروفِ تہجی کی ترتیب سے شعرا کی نعتیں شامل انتخاب ہیں۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۱۸۲۔ ۱۹۸۲، ۱۹۸۸، ۱۹۹۳

نعت کائنات۔ اصنافِ سخن کے اعتبار سے ضخیم نعتیہ انتخاب۔ مبسوط تحقیقی مقدمے کے ساتھ۔ ۱۰۲۷۔ نعتیہ منظومات۔ ۸۲۶ صفحات۔ بڑا سائز۔ چار رنگی طباعت۔ ناشر جنگ پبلشرز لاہور۔ ۱۹۹۳ء

نعتِ حافظ۔ حافظ پیلی بھیتی کے آٹھ نعتیہ دواوین کا انتخاب۔ شروع میں کئی صفحات پر مشتمل مقدمہ۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۸۸

قلزمِ رحمت۔ امیر مینائی لکھنوی کی نعتوں کا انتخاب۔ ۸۰ نعتیں۔ امیر مینائی کے فنِ نعت گوئی پر تحقیقی مقدمہ۔ صفحات ۹۶۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۸۷

ماہنامہ "نعت" میں شامل انتخاب

نعت کیا ہے؟ مدینۃ الرسول ﷺ، میلاد النبی ﷺ، معراج النبی ﷺ، لاکھوں سلام، درود و سلام، نعتیہ مسدس، نعتیہ رباعیات، آزاد نعتیہ نظم، تضمینیں، سراپائے سرکار ﷺ، نعت ہی نعت، نور علیٰ نور، استغاثے، سرکار ﷺ کے لیے لفظ "آپ" کا استعمال کے موضوعات پر، اور ضیاء القادری بدایونی، حسن رضا بریلوی، آزاد بیکانیری، غریب سہارنپوری، ستار وارثی، بہزاد لکھنوی، محمد حسین فقیر، اختر الحامدی، شیدا بریلوی، جمیل نظر، بے چین رجپوری، کفایت علی کافی، جوہر میرٹھی اور لطف بریلوی کے نعتیہ کلام کا انتخاب ماہنامہ "نعت" کے خاص نمبروں کی حیثیت سے شائع ہوا۔